# شرحِ ضربِ کلیم

(لغت و تشریح)

شارح

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

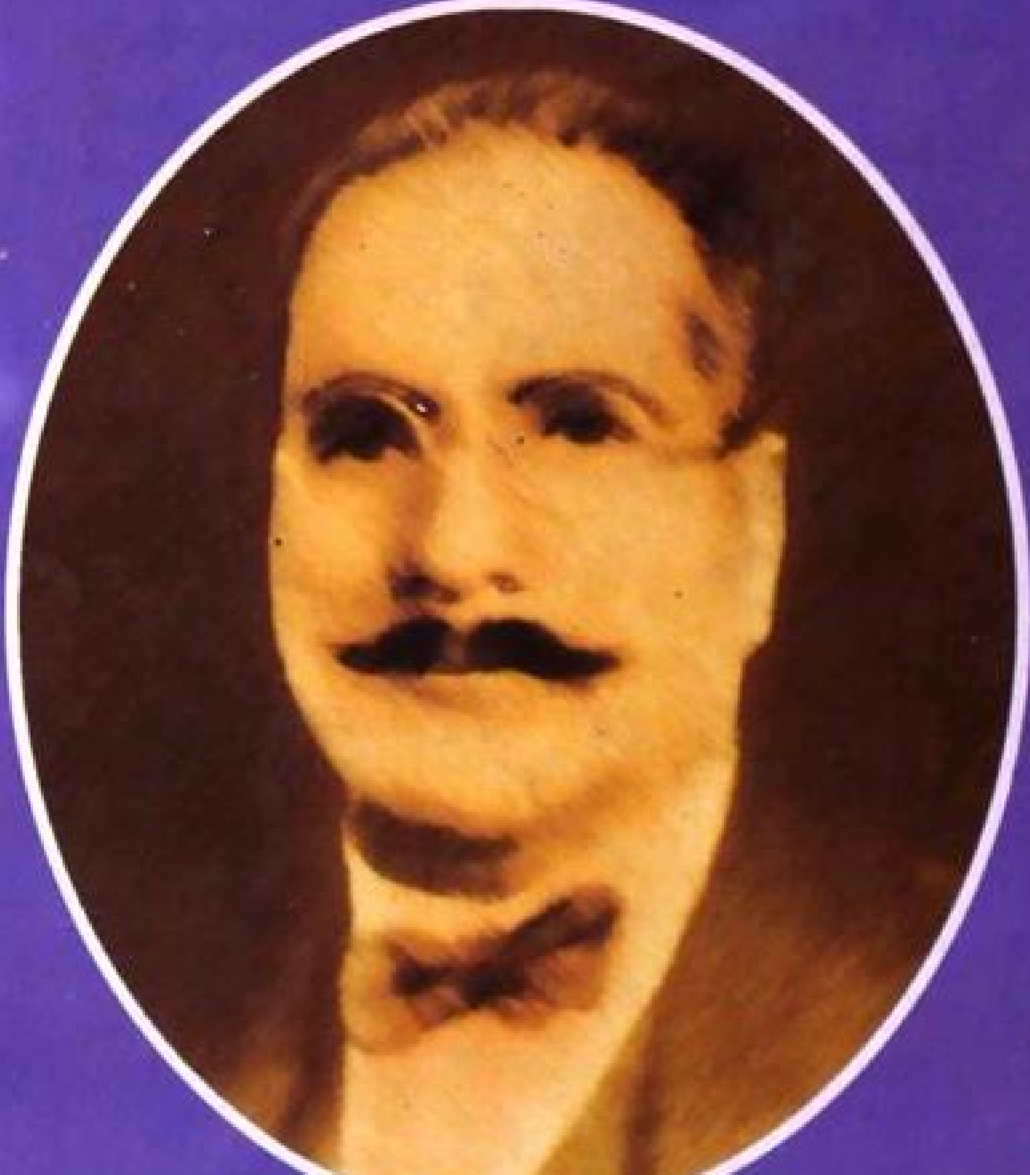

# شرحِ ضربِ کلیم

(لغت و تشریح)

شارح

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.51 Yazdani, Dr. Khawaja Hameed
Sharh Zrba-i Kaleem/ Dr. Khawaja Hameed Yazdani.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2005.
240pp.
1. Iqbal Studies. 2. Urdu Poetry.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز / مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2005
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-1693-1

**Sang-e-Meel Publications**
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز لاہور

# پیش گفتار

راقم اس سے پہلے، نیاز صاحب کے ایما پر، علامہ کی تمام فارسی شاعری کی شرح و فرہنگ کا کام کر چکا ہے۔ چھ مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں، دو بھی، انشاء اللہ العزیز، جلد چھپ جائیں گے۔ اب نیاز صاحب کی خواہش تھی کہ میں علامہ کی اردو شاعری کی تشریح ولغت کا بھی کام کروں۔ یہ ان کی محبت ہے کہ وہ مجھ سے یہ کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے شرح ضربِ کلیم کا کام کیا ہے۔

مشہور عربی ضرب المثل ہے ''المعنی فی بطن شاعر'' (معنی شاعر کے پیٹ میں ہوتے ہیں، یعنی وہی جانتا ہے کہ اس نے کیا کہنا چاہا ہے) راقم کو اپنے کامل شارح ہونے کا تو دعویٰ نہیں تاہم میری یہ کوشش ہوتی ہے کہ انداز ایسا رکھا جائے جس سے قاری پر علامہ کا مطلب ومقصد بھی واضح ہو جائے اور وہ اس کا پورا پورا اثر بھی لے۔ زباں سادہ استعمال کرتا ہوں تا کہ طلبہ کے علاوہ عام قارئین کے لیے بھی سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اس مقصد میں میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا اندازہ قارئین ہی کر سکتے ہیں اور خدا کرے کہ وہ میری اس مخلصانہ کوشش کو قدر کی نظر سے دیکھیں۔ آمین

اس شرح میں جہاں کہیں دوسرے اردو یا فارسی کے شعرا کے ہم مضمون اشعار یاد آ گئے ہیں، وہ میں نے متعلقہ شعر کی تشریح کے بعد لکھ دیے ہیں، اور یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ اس سے جہاں مزید وضاحت کا سامان ہو وہاں قاری کی دلچسپی کا بھی باعث بنے۔ لغت میں مشکل الفاظ اور محاورات کے معانی کے علاوہ مختلف قرآنی، حدیث کی اور تاریخی تلمیحات اور جن ہستیوں کا ذکر ہوا ہے، سب پر مختصر نوٹ لکھ دیا ہے، شرح میں ان کی تفصیل نہیں دی گئی، لہٰذا ان

کے لیے لغت سے استفادہ کیا جائے۔ ہر نظم یا قطعہ وغیرہ کے اشعار کے نمبر الگ الگ لکھے ہیں اور اسی طرح شرح اور لغت کا انداز رکھا ہے۔

مختصر یہ کہ میں نے یہ کام پورے صدقِ دل، خلوص اور پوری محنت سے کیا ہے۔ شخصیات و تلمیحات کے لیے مستند کتبِ حوالہ سے استفادہ کیا ہے تاکہ صحیح معلومات قاری تک پہنچائی جاسکیں۔

آخر میں راقم سنگ میل پبلی کیشنز کے نیاز احمد صاحب کا ممنون ہے جن کے ایما پر مجھے یہ کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ مولا کریم انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

مخلص

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

لاہور - ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۴ء

# ضربِ کلیم

# یعنی

## اعلانِ جنگ دَورِ حاضر کے خلاف

۱- نہیں مقام کی خوگر طبیعتِ آزاد ہوائے سیر مثالِ نسیم پیدا کر
۲- ہزار چشمہ ترے راہ سے پھوٹے خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر

۱- ایک آزاد طبیعت کسی ایک جگہ ٹِک کے رہنے والے سکون وثبات کی قائل یا عادی نہیں ہے، لہٰذا تو بادِ نسیم کی طرح سیر وگردش کی خواہش خود میں پیدا کر۔ ہوا مسلسل چلتی رہتی ہے، رک جائے تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ تو بھی (اے مخاطب یا قاری) مسلسل حرکت وگردش میں رہ، جہد وعمل میں خود کو مصروف رکھ اور یوں ہر لحہ نت نئی منزل کی تلاش میں آگے بڑھتا چلا جا کہ اسی سے تو حیات جاوید حاصل کر سکتا ہے۔

۲- تو اپنی خودی کی پوری پوری معرفت حاصل کر کے خود میں ضرب کلیم پیدا کر تا کہ تیرے راستے کے پتھروں سے ہزاروں چشمے پھوٹیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے عصا کی ضرب سے دریائے نیل میں راستہ بن گیا تھا اور اتنی بڑی رکاوٹ ان کے لیے رکاوٹ نہ رہی، اسی طرح تو اپنی معرفت سے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ یا باطل قوت سے ٹکراتا ہوا اور انہیں فنا کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا۔

---

## اعلیٰ حضرت نواب سر حمید اللہ خاں فرمان روائے بھوپال کی خدمت میں

(بھوپال کے نواب سر حمید اللہ خاں، جو بھوپال کے حکمران ہیں، کی خدمت میں گزارش)

۱- زمانہ با امم ایشیا چہ کرد و کند کسے نہ بود کہ ایں داستاں فرو خواند
۲- تو صاحبِ نظری، آنچہ در ضمیرِ من است دل تو بیند و اندیشۂ تو می داند
۳- بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من ”کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند“

(علامہ نے ضربِ کلیم نواب صاحب کے نام منسوب کی ہے اور یہ تینوں اشعار گویا انتسابی اشعار ہیں)

۱- زمانے (جدید دور) نے ایشیائی قوموں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور کر رہا ہے، کوئی نہ تھا جو یہ (درد بھری) داستان بیان کرتا۔ (اسی لیے مجھے اب یہ فرض ادا کرنا ہوگا، یا میں کر رہا ہوں)

۲- تو صاحبِ نظر ہے اور تجھے خدا نے وہ قوت عطا کی ہے کہ جو کچھ میرے ضمیر میں پوشیدہ ہے، وہ تیرا دل دیکھ رہا اور تیرا دماغ اس (یا ان خیالات) کو جانتا ہے۔

۳- تو بہار کا یہ سرمایہ (ضربِ کلیم) مجھ سے لے لے، کیونکہ پھول تیرے ہاتھ میں شاخ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے۔ دوسرا مصرع فارسی کے مشہور شاعر طالب آملی کا ہے، پورا شعر یوں ہے:

زغارتِ چمنت بر بہار منت ہاست
کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

(اے محبوب تو جو چمن کو لوٹ رہا ہے یعنی پھول توڑ رہا ہے تو تیرا یہ عمل بہار پر بہت احسان کرنا ہے کیونکہ پھول شاخ کی نسبت تیرے ہاتھ میں زیادہ تر و تازہ رہتا ہے۔) علامہ کا مطلب ہے کہ میری یہ کتاب تیری وساطت سے زیادہ وسیع حلقے میں پھیل سکے گی۔

---

## ناظرین سے

۱- جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر — تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
۲- یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام — میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
۳- خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات — فطرت لہو ترنگ ہے غافل! نہ جل ترنگ

۱- جب تک زندگی کی حقیقتوں پر تیری نظر نہ ہوگی، تو ان سے آگاہ نہیں ہوگا، تیرا شیشہ، پتھر کا مقابلہ کرنے والا نہ ہو سکے گا۔ اس آگاہی کی بنا پر آدمی میں ایسی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ بڑی بڑی رکاوٹوں سے ٹکراتا ہوا، اپنے جہد و عمل سے، بقا کی منزل کی طرف رواں رہتا ہے۔

۲- آج جو صورتِ حال ہے وہ میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کر رہی ہے، اس لیے یہ موقع اپنی قوتِ بازو کا مظاہرہ کرنے اور کاری ضرب لگانے کا ہے، تو ساز کے نغموں کی خواہش نہ کر، یہ نغمے محفلوں میں سنے جاتے ہیں، میدانِ جنگ میں نہیں، وہاں تو زورِ بازو ہی سے بات بنتی ہے۔

۳- حقیقی زندگی کی ساری دولت دل اور جگر کے خون ہی سے میسر آتی ہے۔ زندگی اسی وقت بقا والی بنتی ہے جب مسلسل جہد و عمل اور محنت و جفاکشی سے کام لیا جائے۔ اے غافل فطرت جل ترنگ (بینڈ باجے) سے نہیں لہو ترنگ سے کام لیتی ہے۔

---

# تمہید

## (۱)

۱- نہ دَیر میں نہ حرم میں خودی کی بیداری | کہ خاوراں میں ہے قوموں کی روح تریاکی

۲- اگر نہ سہل ہوں تجھ پہ زمیں کے ہنگامے | بری ہے مستیِ اندیشہ ہائے افلاکی

۳- تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن | کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی

۴- زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا | ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

۵- عطا ہوا خس و خاشاکِ ایشیا مجھ کو | کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بےباکی

۱- نہ تو بتکدہ ہی میں اور نہ کعبہ ہی میں خودی نظر آ رہی ہے، اس لیے کہ سرزمین مشرق کی قوموں کی روح افیونی بن چکی ہے۔ مشرقی قوموں میں بلا تفریق مذہب و ملت، وہ آزادی کے جذبے ہی نہیں رہے جس کی وجہ سے وہ ذلت و پستی کا شکار ہیں اور نشے میں مدہوش ایک افیمی کی طرح بے حس و حرکت ہیں۔

۲- اس دنیا کے جو ہنگامے ہیں اگر تو انہیں آسان نہیں سمجھتا، خود کو ان کے مقابلے کے لائق نہیں جانتا تو پھر تیرا آسمان کی بلندیوں کے سے بلند افکار و خیالات میں کھوئے رہنا، محو رہنا اچھی بات نہیں ہے۔ محض بلند خیالی ہو اور جہد و عمل اور ذوق جستجو نہ ہو تو یہ بیکار عمل ہے۔ آزادی کے لیے تگ و دو بنیادی شرط ہے۔

۳- موت کے غم میں مبتلا ہونے سے تیری نجات نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ تو خودی کو محض

خاکی جسم سمجھتا ہے۔ مذکورہ غم جہد وعمل کی قوت ختم کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں افراد یا قومیں ذلت وغلامی کی زندگی بسر کرنے لگتی ہیں۔ بلند مرتبہ وآزاد زندگی کے لیے اپنی خودی کی معرفت ضروری ہے۔

۴- آج جو کچھ یہاں وقوع پذیر ہو رہا ہے زمانہ انہیں چھپا نہیں سکتا، لیکن اے مخاطب! چونکہ تیرا دل اور تیری نظر ناپاکی کا شکار ہیں، پاک نہیں ہیں اس لیے یہاں وقوع پذیر ہونے والے واقعات وحوادث تجھے نظر نہیں آ رہے، ان کی حقیقت تیری نظروں سے دور ہے۔

۵- مجھے اس بنا پر ایشیا کا خس وخاشاک عطا ہوا ہے کہ میرے شعلے (میری شاعری کے شعلے) سرکش اور بے باک ہیں۔ یعنی میری شاعری میں قدرت نے ایسی گرمی وحدت پیدا کی ہے کہ اس سے ایشیا کی سوئی ہوئی قوموں میں بیداری کی لہر پیدا ہو گئی ہے۔

## (۲)

۱- ترا گناہ ہے اقبال مجلس آرائی ‏ اگرچہ تو ہے مثالِ زمانہ کم پیوند
۲- جو کو کنار کے خوگر تھے ان غریبوں کو ‏ تری نوا نے دیا ذوقِ جذبہ ہائے بلند
۳- تڑپ رہے ہیں فضاہائے نیلگوں کے لیے ‏ وہ پر شکستہ کہ صحنِ سرا میں تھے خورسند
۴- تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی ‏ مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی

۱- اے اقبال! تو اگرچہ زمانے کی مانند کم میل جول رکھنے والا ہے لیکن تیرا یہی گناہ ہے کہ تو محفلیں سجاتا ہے اور شوق وجذبے پر اپنے افکار وخیالات پھیلا رہا ہے۔

۲- جو غریب پوست کے عادی تھے (پوست پی کر لیٹے رہنے والے تھے) تیرے نغموں یعنی تیری شاعری نے ان میں بلند ولولوں اور جذبوں کی لذت پیدا کر دی ہے، جس کے نتیجے میں وہ بیدار ہو کر آزادی کے لیے کوشاں ہیں۔

۳- وہ ٹوٹے پروں والے پرندے جو گھر کے صحن میں خوش بیٹھے تھے، وہ اب آسمان کی نیلی فضاؤں میں اڑنے کے لیے بیقرار ہو رہے ہیں۔ یعنی غلامی کی ذلت آمیز زندگی گذارنے پر راضی رہنے والے عوام اب آزادی کے حصول کی خاطر بیدار ہو رہے ہیں۔ تیرے شاعرانہ پیغام نے ان میں جوش وولولہ پیدا کر دیا ہے۔

۴- تیرے اس گناہ کی سزا یہی ہے کہ تجھے صبح کے نغموں سے محروم کر دیا جائے اور تجھ سے

عشق و مستی اور دیدار کا جذبہ ورتبہ چھین لیا جائے۔ یہ گویا دشمن کا قول ہے۔ عوام میں جوش و ولولہ پیدا کرنا اقبال کے دشمن کو پسند نہیں ہے۔ علامہ کو چونکہ علم ہے کہ ان کے دشمن ایسی بات قطعاً گوارا نہیں کرتے، اس لیے انہوں نے اس حوالے سے ایسی سزا کا ذکر کیا ہے۔

---

# اسلام اور مسلمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## صبح

۱۔ یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز — نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا

۲۔ وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود — ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(علامہ نے یہ اشعار بھوپال کے شیش محل میں لکھے تھے)

۱۔ یہ صبح جو کبھی آنے والی کل کی صورت میں ہوتی ہے، یعنی اس سے آنے والی کل پیدا ہوتی ہے، اسی طرح اس سے کبھی آج کا دن وجود پذیر ہوتا ہے، خدا معلوم یہ صبح کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ عام صبح کی بات ہے، جس کا طلوع ہونا باعثِ حیرانی ہے۔

۲۔ وہ صبح جس سے وجود کا شبستان کانپتا ہے، بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا ہوتی ہے۔ پہلی صبح سے مراد تو سورج کے طلوع ہونے پر وجود پذیر ہونے والی صبح ہے، جبکہ دوسری صبح سے مراد ایسی صبح ہے جو انسانی زندگی کی تاریکیوں کو روشنی میں بدل دیتی ہے اور یہ مومن کی اذاں کے باعث ہے۔ گویا جب ایک بندۂ مومن کلمہ حق بلند کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں ملت زندگی کی نئی روح حاصل کرتی اور حرکت و عمل میں ڈٹ جاتی ہے۔

---

## لا اِلٰہ اِلّا اللہ

۱۔ خودی کا سرِ نہاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ — خودی ہے تیغ فساں لا اِلٰہ اِلّا اللہ

۲۔ یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے — صنم کدہ ہے جہاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ

۳- کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا فریبِ سود و زیاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ
۴- یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند بتانِ وہم و گماں لا اِلٰہ اِلّا اللہ
۵- خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری نہ ہے زماں نہ مکاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ
۶- یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند بہار ہو کہ خزاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ
۷- اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکمِ اذاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ

(علامہ نے یہ نظم مولانا رومیؒ کی اس غزل سے متاثر ہو کر لکھی ہے جس کا مطلع ہے:

زہے لواء و علم لا اِلٰہ اِلّا اللہ
کہ زد بر اوج قدم لا اِلٰہ اِلّا اللہ

۱- لا الہٰ الاّ اللہ خودی کا ایک پوشیدہ راز ہے۔ خودی گویا تلوار ہے جسے تیز کرنے والی سان کلمۂ توحید ہے۔ خودی میں قوت و جذبۂ تسخیرِ کائنات اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب توحید پر کامل اور عملی ایمان ہو۔

۲- آج کے دَور کو اپنے ابراہیمؑ کی تلاش ہے۔ یہ (آج) کی دنیا گویا ایک بت کدہ ہے جس میں کلمۂ توحید کا نعرہ لگانے کی ضرورت ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کے بت توڑے تھے، اسی طرح آج ایسے مردِ کامل کی ضرورت ہے جو باطل قوتوں کو فنا کر دے۔

۳- (اے مخاطب) تو نے غرور/فریب کی متاع کا سودا کر لیا ہے، یعنی تو اس مادی دنیا کی محبت کا شکار ہو گیا ہے، اور تو نفع ونقصان کے فریب میں پھنس گیا ہے۔ لا الہٰ اِلا اللہ۔ یعنی تو اس فریب میں مبتلا ہونے کی بجائے نعرہ توحید بلند کر کے اس کا خاتمہ کر دے۔

۴- یہ دنیاوی مال و دولت اور یہ رشتہ داریاں، دوستیاں اور قرابت داریاں سب وہم و گمان کے بت یعنی سب بے حقیقت ہیں، اصل حقیقت اس معبودِ مطلق پر ایمانِ کامل ہے، لہٰذا ان بتوں پر توجہ نہ دے، انہیں توڑ ڈال۔

۵- عقل زمان و مکاں کی زناری ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو زمان کا کوئی وجود ہے اور نہ مکاں کا، اس کے بارے میں سوچنا یا اس کو وجود والا سمجھنا محض خیالی بات ہے۔ اصل حقیقت لا الہٰ الاّ اللہ ہی ہے۔

۶- یہ نغمہ (کلمۂ توحید) موسمِ بہار میں گائے جانے کا پابند نہیں ہے۔ بہار ہو یا خزاں یعنی ہر وقت یہ نغمہ الاپا جاتا ہے۔ یہ نعرہ توحید مسلسل اور ہر لمحہ بلند کیا جا سکتا ہے، اس کے

لیے کسی موسم یا وقت کی پابندی نہیں ہے۔

۷۔ اگرچہ ملتِ اسلامیہ کی آستینوں میں بت ہیں لیکن مجھے اذاں کا حکم ہے، لا الٰہ الا اللہ۔ گویا افرادِ ملت نے مختلف طبقہ بندیوں کے بت تراش رکھے ہیں، رنگ و نسل، حسب و نسب، وطن پرستی، فرقہ بندی اور اسی طرح کے کئی چکروں میں مبتلا ہو کر ملت کو انتشار و افتراق کا شکار کر رکھا ہے۔ قدرت کی طرف سے یہ فرض مجھے سونپا گیا ہے کہ میں ملت کو عملی طور پر توحید کی طرف لاؤں جو اسلام کی صحیح اور بنیادی تعلیم ہے۔

---

# تن بہ تقدیر

۱۔ اُسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم — جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر

۲۔ ''تن بہ تقدیر'' ہے آج ان کے عمل کا انداز — تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

۳۔ تھا جو ''ناخوب'' بتدریج وہی ''خوب'' ہوا — کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

۱۔ وہی قرآن کریم جس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر مسلمان مہ و پروین یعنی کائنات کو مسخر کر سکے اور اس پر حکمران تھے، آج اسی قرآن کے حوالے سے ترکِ دنیا کی تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے۔ یہ نام نہاد ملاؤں ہی کا اختیار کردہ انداز ہے جس کی طرف وہ لوگوں کو بھی لا رہے ہیں۔

۲۔ آج مسلمانوں کے عمل کا انداز بس تقدیر پر بھروسا کرنا ہی رہ گیا ہے، یعنی جو تقدیر میں لکھا ہے وہی ملے گا، حالانکہ علامہ ہی کے بقول:

عبث ہے شیوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

اور یہ کہ:

ع اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

کبھی وہ زمانہ بھی تھا جب ان مسلمانوں کے ارادوں میں خدا کی تقدیر پوشیدہ تھی یعنی وہ جہد و عمل سے کام لے کر اپنی تقدیر سنوارتے تھے۔ ویسے بھی قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے کہ جتنا کچھ تم کرو گے، اتنا ہی تمہیں ملے گا، اور پنجابی صوفی شاعر کے بقول:

مالی دا کم پانی پانڑا بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پھل لانڑا لاوے یا نہ لاوے

جہد و عمل سے دور رہ کر تقدیر سنوارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳۔ جو باتیں کبھی بری سمجھی جاتی تھیں، اب آہستہ آہستہ انہیں خوب سمجھا جارہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے یعنی جب کسی قوم میں آزادی کے جذبے مرجاتے ہیں تو وہ غلامی کو قبول کر کے ایسی زندگی ہی کو، جو ذلت و پستی کی زندگی ہے، ایک پرسکون اور اچھی زندگی سمجھنے لگتی ہے اور یوں برائی کا شکار ہو کر اپنی فنا کا سامان کرلیتی ہے۔ علامہ نے تقدیر کے حوالے سے ایک جگہ یوں کہا ہے:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

---

## معراج

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز | کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج |
| ۲۔ | مشکل نہیں یارانِ چمن! معرکۂ باز | پرسوز اگر ہو نفسِ سینہ دراج |
| ۳۔ | ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا | ہے سرِ سراپردۂ جاں نکتۂ معراج |
| ۴۔ | تو معنیِ "والنجم" نہ سمجھا تو عجب کیا | ہے ترا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج |

۱۔ جس ذرے کو عشق کا جوش و جذبہ اڑنے کی لذت عطا کر دے وہ چاند اور سورج کو تاراج یعنی مسخر کر لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب ایک عام انسان بھی عشق حقیقی کے جذبوں سے سرشار ہو جائے تو اس میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ پوری کائنات کو مسخر اور اپنی بقا کا سامان کر لیتا ہے۔

۲۔ اے چمن کے دوستو/ ساتھیو! باز کے معرکے میں فتح مند و کامیاب ہونا مشکل نہیں ہے، بشرطیکہ تیتر کے سینے میں اگر پرسوز سانس ہو یعنی کمزور انسان بھی اگر جذبۂ عشق سے سرشار ہو تو وہ بڑے بڑے طاقتوروں یا بڑی بڑی باطل قوتوں پر بھی غالب آسکتا ہے۔

۳۔ مسلمان گویا ایک تیر ہے اور اس کا نشانہ ثریا/ پروین ہے۔ یہ نکتہ جان کی خلوت گاہ کا راز ہے یعنی ایک سچا مسلمان یا مردِ کامل ستاروں کو بھی اپنا نشانہ بنا سکتا ہے۔ انہیں مسخر

کر سکتا ہے۔ حضور اکرمؐ کا واقعہ معراج شریف اس بات کی دلیل ہے کہ مردِ کامل اپنی حق پرستی اور جہد و عمل سے عظمت و بلند مرتبگی حاصل کر لیتا ہے۔

۴- (اے مخاطب!) تو سورۂ والنجم کو نہیں سمجھا تو اس میں کوئی تعجب و حیرانی نہیں ہے، اس لیے کہ تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج ہے۔ (لغت دیکھیے) یعنی تو جذبۂ عشق حقیقی اور حضور اکرمؐ کی تعلیمات سے بیگانہ رہا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مادی فوائد کے حصول میں کھویا رہا جس کا نتیجہ آج تیرے سامنے ہے۔ غلامی و محکومی کی ذلت آمیز زندگی۔

---

## ایک فلسفہ زدہ سیدزادے کے نام

۱- تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا زناریِ برگساںؔ نہ ہوتا
۲- ہیگل کا صدف گہر سے خالی ہے اس کا طلسم سب خیالی
۳- محکم کیسے ہو زندگانی؟ کس طرح خودی ہو لازمانی؟
۴- آدم کو ثبات کی طلب ہے دستورِ حیات کی طلب ہے
۵- دنیا کی عشا ہو جس سے اِشراق مومن کی اذاں ندائے آفاق
۶- میں اصل کا خاص سومناتی آبا مرے لاتی و مناتی
۷- تو سید ہاشمی کی اولاد مری کفِ خاک برہمن زاد
۸- ہے فلسفہ میرے آب و گِل میں پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
۹- اقبالؔ اگرچہ بے ہنر ہے اس کی رگ رگ سے باخبر ہے
۱۰- شعلہ ہے ترے جنوں کا بے سوز سن مجھ سے یہ نکتۂ دل افروز
۱۱- انجام خرد ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری
۱۲- افکار کے نغمہ ہائے بے صوت ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت
۱۳- دیں مسلکِ زندگی کی تقویم دیں سرِ محمدؐ و براہیمؑ
۱۴- دل در سخنِ محمدیؐ بند اے پورِ علیؓ ز بو علی چند
۱۵- چوں دیدۂ راہ بیں نداری قایدِ قرشیؐ بہ از بخاریؔ

۱- اگر تو (اے سیدزادے!) اپنی خودی سے بیگانہ نہ ہو جاتا تو تو برگساںؔ جیسے فلسفیوں کی پوجا کرنے والا نہ ہوتا۔ تو اپنی معرفت سے دور رہا جس کے باعث تو فلسفہ دانوں

کو اپنا رہنما سمجھتے ہوئے حق سے بھی اور اپنی اصل حیثیت سے بھی دور ہو گیا۔

۲۔ ہیگل کی سیپی موتیوں سے خالی ہے۔ اس کا طلسم سب محض خیالی ہے۔ گویا کیا برگساں اور کیا ہیگل، بڑے بڑے فلسفہ دانوں نے جو کچھ انسانیت کے لیے کیا ہے وہ بے فائدہ اور بیکار ہے۔ انہوں نے انسانوں کو حق کی طرف لانے اور ان کی بقا کا سامان کرنے کی بجائے مادیات ہی کی طرف متوجہ رکھا، لہٰذا ان کی تصانیف میں دلچسپی لینا اپنی حقیقت و حیثیت سے ہاتھ دھونا ہے۔

۳۔ زندگی کس طرح مضبوط اور استحکام والی بن سکتی ہے، اور خودی کو کس طرح لازمانی بنایا جا سکتا ہے؟ یہ ایسے مسائل ہیں جو انسانیت کے لیے توجہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ ان پر توجہ ضروری ہے۔

۴۔ انسان ایسی شے کی تلاش میں ہے جس سے اسے ثبات و بقا میسر آئے۔ اسے زندگی گذارنے کے حقیقی و عظیم انداز اور دستور العمل کی ضرورت ہے۔ اور یہ سب کچھ ان مذکورہ فلسفیوں کی تصانیف میں نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان کا مطالعہ کرنا اور ان کے افکار کو اپنا لینا دانشمندی نہیں ہے۔

۵۔ جس شے سے اس عالم کی تاریکی روشنی میں بدل سکتی ہے وہ مومن کی اذاں ہے جس سے آفاق گونج اٹھے۔ یہ خدا کی توحید و کبریائی کا اعلان ہے۔ ایسی روشنی پیدا کرنا ان فلسفیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

۶۔ میں (اقبال) اپنی اصل و نسل کے لحاظ سے سومناتی ہوں اور میرے آبا و اجداد بت پرست تھے، چونکہ سید زادے سے اس نظم میں خطاب کیا ہے، اس لیے اب علامہ اپنا اور اس کا موازنہ کر رہے ہیں۔

۷۔ تو سیدِ ہاشمی کی اولاد ہے اور میرا جسم برہموں کے گھرانے میں وجود پذیر ہوا۔

۸۔ فلسفہ میرے خمیر میں ہے اور میرے دل کی رگ رگ میں پوشیدہ یعنی سمایا ہوا ہے۔ چونکہ علامہ نے فلسفہ کا بہت مطالعہ کیا تھا، اس لیے ایسا کہا ہے لیکن وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔

۹۔ اقبال اگرچہ بے ہنر ہے لیکن وہ فلسفے کی رگ رگ سے باخبر ہے۔ یعنی تم مجھے بیشک بے ہنر ہی سمجھ لو لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ فلسفے پر مجھے پورا عبور ہے۔

۱۰۔ تیرے جنون/عشق کا شعلہ سوز و تپش سے خالی ہے۔ محض بیکار شے ہے۔ میں تجھے دل

کو روشن کرنے والا ایک نکتہ بتاتا ہوں تو اسے توجہ سے سن۔

۱۱- عقل کا انجام یہ ہے کہ وہ (صاحب عقل کو) خدا کے حضور سے محروم کر دیتی ہے جبکہ فلسفہ حقیقی زندگی سے دور کر دیتا ہے۔ عقل میں کھوئے ہوئے انسان ایمان و یقین کی دولت سے محروم رہتے ہیں اور فلسفیوں کی مختلف مسائل سے متعلق بحثیں زندگی کی حقیقتوں سے بہت دور اور بے جا قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۲- افکار/ خیالات کے بے آواز نغمے ذوقِ عمل کے لیے موت ہیں۔ فلسفیانہ افکار بظاہر دلچسپ ہوتے ہیں لیکن در حقیقت ان میں مگن رہنے والا انسان جہد و عمل کی طرف نہیں آتا اور یوں وہ اپنی بقا کا سامان نہ کرنے کے باعث محض چلتی پھرتی لاش بن کے رہ جاتا ہے۔

۱۳- (فلسفہ و خرد کے برعکس) دین زندگی گذارنے کا ایک عظیم دستور العمل ہے۔ دین حضور اکرم محمدؐ اور حضرت ابراہیمؑ کا راز ہے۔ گویا دین ان عظیم و گرامی قدر ہستیوں کی بتائی ہوئی راہ عمل ہے، جس کی برکت سے انسان حیاتِ جاوداں حاصل کر لیتا ہے کہ یہی حقیقی زندگی ہے۔ (اگلے دونوں اشعار خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین کے ہیں)

۱۴- خاقانی کے بقول تو حضور اکرمؐ کے ارشادات سے خود کو وابستہ کر لے اور یوں دوسرے سہاروں سے بچ جا، اے حضرت علیؓ کی اولاد ابو علی سینا جیسے حکیم و فلسفی (یعنی فلسفیوں) کی پیروی مت کر۔

۱۵- جب تو راستہ دیکھنے والی آنکھ سے محروم ہے تو اس صورت میں تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تو بو علی سینا کی بجائے حضور اکرمؐ کو اپنا رہنما بنا لے تا کہ تو صحیح معنوں میں ایک مردِ مومن کی زندگی بسر کر سکے۔

---

## زمین و آسماں

۱- ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں ۔ اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا
۲- ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ دگرگوں اے سالکِ رہ فکر نہ کر سود و زیاں کا
۳- شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا

۱- تو (اے مخاطب) جسے موسم بہار سمجھتا ہے، ممکن ہے دوسروں کی نظر میں وہ موسمِ خزاں

ہو۔ مراد یہ کہ اس دنیا میں کوئی عروج و مرتبہ سے شادکام ہے تو کوئی پستی و زوال کا شکار ہے۔ ایک حاکم ہے تو دوسرا اس کا محکوم ہے۔

۲- یہاں (اس دنیا میں) حالات میں ہر لحہ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، لہٰذا اے راستے پر چلنے والے مسافر تو نفع ونقصان کی فکر نہ کر، اس چکر میں نہ پڑ۔ قوتِ ارادی کے ساتھ بقا کی منزل کی طرف ہر طرح کی رکاوٹوں سے بے خوف وخطر بڑھتا چلا جا۔

۳- تو جسے اپنی دنیا کا فلک سمجھے ہوئے ہے، ممکن ہے وہ کسی دوسرے یا اور جہان کی زمین ہو۔ دوسرے لفظوں میں حالات کے ہر لحظہ بدلنے سے انسانی نقطہ نظر میں ایسی بڑی تبدیلی وقوع پذیر ہوسکتی ہے کہ آسمان گویا زمین کی صورت ہو جائے۔ غالباً یہ مراد ہے کہ صاحبِ جہد وعمل کے لیے بڑی سے بڑی مشکل بھی آسان ہو جاتی ہو یا ہوسکتی ہے۔

---

## مسلمان کا زوال

۱- اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات  جو فقر سے ہے میسر، تونگری سے نہیں
۲- اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور  قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
۳- سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے  زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
۴- اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا  قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

۱- گو یہ حقیقت ہے کہ دولت بھی دنیا میں یا دنیاوی ضرورتوں حاجتوں کو پوری کرتی ہے لیکن جو عظمت فقر سے ہاتھ آتی ہے وہ دنیاوی دولت سے نہیں آسکتی۔ گویا مال و زر سے ایسے عظیم کارنامے انجام نہیں دیے جاسکتے جو فقر و درویشی کی بدولت دیے جاسکتے ہیں۔

۲- اگر میری قوم کے جوان دلیر اور غیرت مند ہوں تو میری قلندری کسی طور بھی سکندری سے کم نہیں ہے۔ مراد یہی ہوسکتی ہے کہ میری قلندرانہ پیغام کی حامل شاعری پر قوم کے جوان توجہ دیں، اس پر عمل کریں تو وہ بہت بڑا مقام و مرتبہ حاصل کرسکتے ہیں۔

۳- بندۂ مومن کا زوال اس کی مفلسی و تنگ دستی کے باعث نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جسے تو بھی جانتا ہے اور وہ باعث یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایمان سے وابستگی نہیں رہی، اسی لیے وہ غیرت اور جوانمردی سے محروم ہیں۔

۴- اگر دنیا میں میرا (علامہ کا) جوہر آشکار/نمایاں ہوا ہے تو یہ سب قلندری ہی کی بدولت

ہوا ہے دولتمندی سے نہیں۔ یعنی مجھے جو بلند مقام نصیب ہوا ہے تو یہ اس لیے نہیں ہوا کہ میں دولت مند تھا، میں تو بے زری کا حامل انسان تھا، یہ سب (مقام بلند) میری درویش منشی کا نتیجہ ہے۔

---

# علم و عشق

(پہلا بند)

= علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن — عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین وظن
بندۂ تخمین وظن! کرمِ کتابی نہ بن — عشق سراپا حضور، علم سراپا حجاب

(دوسرا بند)

= عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات — علم مقامِ صفات، عشق تماشائے ذات
عشق سکون و ثبات، عشق حیات و ممات — علم ہے پیدا سوال عشق ہے پنہاں جواب

(تیسرا بند)

= عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں — عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں، عشق زمان و زمیں — عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب

(چوتھا بند)

= شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام — شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام
عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام — علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب

(پہلا بند)

= علم (علم فلسفہ وحکمت وغیرہ) نے مجھ سے عشق کے بارے میں یہ کہا کہ یہ (عشق) تو دیوانگی ہے، جبکہ عشق کا کہنا تھا کہ علم محض وہم وگمان ہے یعنی علم کی ہر بات حقیقت سے خالی ہے، لہذا اے وہم وگمان کے غلام! تو کتابی کیڑا بننے سے بچ۔ عشق تو سراپا جلوۂ حق ہے اوراس کے برعکس علم سراپا پردہ ہے، اس جلوے سے محروم ہے، اس لیے کہ فلسفہ وحکمت میں محو انسان حقیقتِ ایزدی وکائنات کو نہیں پا سکتا۔ (علم سے مراد اہل فلسفہ حکمت ہیں جو عشق کو دیوانگی کا نام دیتے ہیں اور عشق سے مراد اہل عشق ہیں جن کے نزدیک علم محض وہم وگمان ہے۔)

(دوسرا بند)

= اس کائنات کے معرکے میں جو حرارت وگرمی اور رونق ہے۔ وہ عشق ہی کی بدولت ہے۔ علم سے ذاتِ ایزدی کی صفتوں کے بارے میں صرف معلومات حاصل ہوسکتی ہیں جبکہ عشق کی برکت سے اس ذاتِ اقدس کا دیدار نصیب ہوجاتا ہے۔ زندگی میں اگر سکون وثبات ہے تو وہ عشق ہی کی بدولت ہے، کیونکہ زندگی اور موت بھی عشق ہی ہے۔ گویا انسان اپنی زندگی میں اگر تسکین واستحکام کا آرزومند ہے تو وہ اسے صرف عشق ہی کی بدولت میسر آسکتا ہے۔ یہاں زندگی کا مطلب ہے احکامِ ایزدی کی پیروی میں جو زندگی بسر کی جائے اور موت سے مراد راہِ حق میں جان قربان کرنا۔ علم ایک ایسا کھلا سوال ہے جس کے ذریعے منزل تک پہنچنا ممکن نہیں، اس کے برعکس عشق ایک پوشیدہ جواب یعنی ہر فطری طلب کے لیے سامان تسکین ہے۔

(تیسرا بند)

= کیا سلطنت / بادشاہی اور کیا فقر ودیں، یہ سب عشق ہی کے معجزے ہیں۔ تاجدار و سلاطین یا حکمران سب عشق کے ادنیٰ غلام ہیں۔ عشق ہی مکاں ہے اور عشق ہی مکیں ہے، عشق ہی زمان ہے اور عشق ہی زمین ہے۔ عشق پورے طور پر یقین ہے اور یقین کامیابی وبامرادی کے دروازے کی گویا کنجی ہے۔ گویا کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ عشق ہی کا نتیجہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ جب میں نے خود کو دیکھنا چاہا تو میں نے یہ زمین وآسمان وکائنات پیدا کردیے۔ مردِ مومن چونکہ جذبہ عشق سے سرشار ہوتا ہے اس لیے وہ یقینِ کامل کے ساتھ اپنی منزل (دیدارِ حق) کی طرف رواں رہتا اور آخر کامیاب ہوجاتا ہے۔

(چوتھا بند)

= محبت کی شرع میں منزل کا عیش حرام ہے، کہیں ٹھہر جانے کا لطف حاصل کرنا عشق و محبت میں حرام ہے، وہ (عشق) تو مسلسل حرکت میں اور رواں دواں رہنے کا نام ہے۔ اس کے لیے طوفان کا ہنگامہ حلال اور ساحل کی لذت حرام ہے۔ یعنی عشق ہنگاموں اور مصائب وآلام سے ٹکراتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہے۔ ساحل کا سکون اس کی شان کے خلاف ہے۔ عشق پر بجلی حلال ہے، جبکہ پیداوار کا حصول حرام ہے۔ علم کا سارا انحصار کتابوں پر ہے، صاحب علم بس کتابوں ہی میں کھویا رہتا ہے جبکہ عشق

گویا لوحِ محفوظ ہے جو الٰہی علوم کا سرچشمہ ہے۔ بجلی سے مراد وہی ہنگامے وغیرہ ہیں اور پیداوار سکون و آسایش کا استعارہ ہے۔

---

## اِجتہاد

۱۔ ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے — نہ کہیں لذتِ کردار نہ افکارِ عمیق

۲۔ حلقۂ شوق میں وہ جرأتِ اندیشہ کہاں — آہ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

۳۔ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں — ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

۴۔ ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب — کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

۱۔ ہندوستان میں یوں تو دینی علوم کی تعلیم بہت ہے لیکن دین کی حکمت کیا ہے؟ اس کے بارے میں یعنی شریعت کے نکتوں اور حقیقت سے متعلق کہاں سے اور کس وسیلے سے معلوم کیا جائے؟ بات یہ ہے کہ نہ تو ہمارے عالموں میں کردار و عمل کی کوئی لذت رہی ہے، وہ عمل سے بیگانہ ہیں اور نہ ان کے افکار ہی میں کوئی گہرائی ہے۔

۲۔ حلقہ شوق یعنی اہل تصوف میں وہ پہلی سی فکر و غور والی ہمت ہی نہیں رہی، جبکہ ایک وقت تھا جب یہی صوفیا حکمتوں کی وضاحت بڑے دھڑلے سے کیا کرتے تھے۔ افسوس کہ اب جب غلامی و محکومی کا ہم شکار ہیں تو ہمارے یہاں بے جا پیروی عام ہوگئی ہے اور تحقیق زوال کا شکار ہوگئی ہے۔ اب تحقیق کی طرف نہ توجہ ہے اور نہ اس کا جوہر ہی کسی میں نظر آتا ہے۔

۳۔ ہمارے علمائے دین کچھ اس حد تک توفیق سے محروم ہو چکے ہیں کہ وہ قرآن کریم کو تو بدلتے رہنے میں مصروف رہتے ہیں لیکن خود کو بدلنے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔ وہ اپنے مفاد کے مطابق قرآن کریم کے معنی نکالتے ہیں۔

۴۔ ان غلاموں (مذکورہ علما) کا یہ کہنا ہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن ایک نامکمل کتاب ہے۔ اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مومن کو غلامی کے طریقے نہیں سکھاتا۔ حالانکہ قرآن کریم مسلمانوں میں تسخیر کائنات اور حاکمی و فرماں روائی کے جذبے پیدا کرتا ہے۔

(دراصل یہ غلام چونکہ اپنی حالت بدلنے پر تیار نہیں ہیں، اس لیے وہ اس قسم کی بیہودہ تاویلیں پیش کرتے ہیں۔)

## شکر و شکایت

۱۔ میں بندۂ ناداں ہوں مگر شکر ہے تیرا — رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند
۲۔ اِک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو — لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند
۳۔ تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزاں میں — مرغانِ سحرخواں مری صحبت میں ہیں خورسند
۴۔ لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے — جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند

۱۔ اے خدائے قدوس! میں اگرچہ ایک ناسمجھ بندہ ہوں لیکن تیرا شکر ہے کہ نہاں خانۂ لاہوت (جہاں تیرے سوا کوئی نہیں ہے) سے وابستہ ہوں اور یہ سب مجھ پر تیرے فضل و کرم کے باعث ہے۔

۲۔ میں نے لاہور سے سرزمینِ بخارا و سمرقند تک کے لوگوں کے دلوں کو ایک نیا جوش و ولولہ دیا۔ یہ بھی تیرے فضل و کرم ہی کے باعث ہے کہ میری جوش و ولولہ کی حامل شاعری نے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کر دی ہے اور وہ ذلت کی غلامانہ زندگی کی بجائے باوقار آزاد زندگی کے لیے کوشش کرنے لگے ہیں۔

۳۔ یہ میرے سانس یعنی شاعری کی تاثیر ہے کہ جس سے موسم خزاں میں بھی، صبح کے وقت چہچہانے والے پرندے میری صحبت میں خوش ہیں یعنی قوم کے دردمند افراد میری شاعری کا مطالعہ ایک خاص جذبے کے تحت کرتے اور اس کا پورا پورا اثر لیتے ہیں۔

۴۔ لیکن اے مولا کریم! تو نے مجھے اس ملک میں پیدا کیا ہے جس کے عوام غلامی کی زندگی پر راضی ہیں۔ گویا علامہ اس امر کا شکوہ کر رہے ہیں کہ جہاں مولا کریم! تو نے مجھے بڑے حیات بخش جوہروں سے نوازا وہاں مذکورہ ملک میں مجھے پیدا کر کے میرے لیے ایک طرح سے دکھ کا سامان کیا ہے۔

---

## ذکر و فکر

۱۔ یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام — وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسما
۲۔ مقامِ ذکر کمالاتِ رومی و عطار — مقامِ فکر مقالاتِ بو علی سینا
۳۔ مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں — مقامِ ذکر ہے "سبحان ربی الاعلیٰ"

۱- (ذکر اور فکر) سب ایک ہی مسافر کی جستجو و تلاش کے مختلف مقام ہیں۔ اور ایسا مسافر وہ ہے جس کی شان میں ''علم الاسما'' کی آیت نازل ہوئی ہے۔ (لغت دیکھیے) اسی کی بدولت انسان اشرف المخلوقات ہوا۔

۲- ذکر کے مقام و مرتبہ کا عملی نمونہ رومیؔ اور عطارؔ کے کمالات ہیں یعنی ان دو عظیم ہستیوں نے ذکر میں درجہ کمال حاصل کیا۔ فکر کا مقام بوعلی سینا کے مقالات/تصنیفات ہیں۔ جو فکری بلندی کی حامل ہیں۔

۳- فکر کا مقام زمان و مکاں کی پیمائش کرنا ہے۔ یعنی ان کی حقیقت معلوم کرنے ہی میں مصروف رہنے میں اس کی بلندی ہے جبکہ ذکر کا کمال ''سبحان ربی الاعلیٰ'' ہے۔ یعنی انسان اپنے خالق کی پاکیزگی کا مکمل طور پر بیان بن جائے۔ گویا فکر مادیات کی تلاش میں محو رہنا ہے اور ذکر صرف اسی ذاتِ پاک سے خود کو وابستہ کرنا اور باقی ہر شے سے دور رہنا ہے۔

---

## ملائے حرم

۱- عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

۲- تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

۱- (علامہ طنزیہ لہجے میں کہتے ہیں) کہ (اے ملا!) اگر خدا تک تیری رسائی ہے تو اس میں تعجب و حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ہاں اتنا ہے کہ تیری نگاہوں سے آدمی کا مقام و مرتبہ پوشیدہ ہے، تو جو شخص انسان کے مقام و مرتبہ سے بے خبر ہے وہ خدا تک کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

۲- تیری نماز جلال اور جمال دونوں صفات سے محروم ہے اور تیری اذان میں میری صبح کا پیام نہیں ہے۔ یعنی تیری نماز میں کوئی ہیبت و دبدبہ ہے اور نہ شان و شکوہ جسے دیکھ کر لوگ عبادت/نماز کی طرف مائل ہوں۔ تیری اذان بھی روح سے خالی ہے۔ اگر یہی اذان کسی اہلِ دل کی زبان سے ادا ہو تو سننے والوں میں خدا سے وابستگی کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

---

## تقدیر

۱۔ نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت ہے خوار زمانے میں کبھی جوہرِ ذاتی

۲۔ شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں تقدیر نہیں تابعِ منطق نظر آتی

۳۔ ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو تاریخِ اُمم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی

۴۔ 'ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی بُراں صفتِ تیغِ دو پیکر نظر اس کی'

۱۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک نااہل انسان قوت وعظمت حاصل کر لیتا ہے اور کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ذاتی جوہر زمانے میں ذلت وخواری کا شکار ہوتا ہے۔ نالائق لوگ حکمران بن جاتے ہیں اور اہلیت وقابلیت والے ذلیل وخوار پھرتے ہیں۔ بقولِ حافظ شیرازی:

اسبِ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں
طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خرمی بینم

(اصیل عربی گھوڑا تو پالان کے نیچے زخمی ہو کے رہ گیا ہے جب کہ سونے کا بنا ہوا سارا طوق میں گدھے کی گردن میں دیکھ رہا ہوں۔)

محسن بھوپالی:

نیرنگیِ سیاستِ دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

۲۔ ممکن ہے تقدیر کے اس عمل میں کوئی منطق پوشیدہ ہو، لیکن بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر کسی دلیل کی تابع نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے وہی کرتی ہے۔

۳۔۴= البتہ ایک حقیقت ایسی ہے جس سے سب آگاہ ہیں اور جسے قوموں کی تاریخ ہم سے نہیں چھپاتی اور وہ حقیقت یہ ہے کہ قوموں کے عمل پر ہر لحہ تقدیر کی نظر رہتی ہے اور اس کی نظر دودھاری تلوار کی طرح کاٹ دار ہے۔ گویا تقدیر قوموں کے جہد وعمل کے مطابق ان سے سلوک کرتی ہے۔ جو قومیں جہد وعمل میں سرگرم رہتی ہیں، تقدیر انہیں ہی عظمت وسربلندی سے نوازتی ہے، جو قومیں اس صفت سے عاری ہیں وہ آخر ایک دن فنا ہو جاتی ہیں۔

---

## توحید

۱۔ زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی آج کیا ہے؟ فقط اِک مسئلہ علمِ کلام

۲- روشن اس ضو سے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو — خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام

۳- میں نے اے میرِ سپہ تیری سپہ دیکھی ہے — قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام

۴- آہ! اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ — وحدت افکار کی بے وحدتِ کردار ہے خام

۵- قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے — اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

۱- کبھی وہ وقت بھی تھا جب توحید دنیا میں ایک زندہ یعنی بہت بڑی قوت تھی، لیکن افسوس کہ آج یہ محض علم کلام کا مسئلہ بن کر رہ گئی ہے۔ گویا مسلمان زبانی کلام تو توحید کی بات کرتے ہیں لیکن عملاً اس سے بہت دور اور مختلف قسم کے بتوں (مال و دولت، حسب و نسب اور فرقہ بندی وغیرہ) کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔

۲- اگر توحید کی روشنی سے جہد و عمل کی تاریکی نہیں چھٹتی (دور نہیں ہوتی) تو پھر خود مسلمان اپنے بلند مقام و مرتبہ سے بے خبر رہے گا۔ اسی توحید پر عمل کی بنا پر ملتِ اسلامیہ کبھی دنیا کی عظیم ترین ملت تھی لیکن اب وہ اپنے اس مقصد سے بے خبر ہے کہ اسے کس لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ جب تک وہ اس سے آگاہ نہیں ہوتی، وہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔

۳- اے مسلمانوں کے رہنما میں نے تیرا لشکر دیکھا ہے۔ اس لشکر کی میان ''قل ھو اللہ'' کی تلوار سے خالی ہے۔ یعنی مسلمانوں میں وہ پہلے والا توحید پرستی کا جذبہ نہیں رہا۔

۴- افسوس کی بات ہے کہ اس راز سے نہ تو ملا ہی آگاہ ہے اور نہ عالم دین ہی، کہ افکار و خیالات کی وحدت، کردار و عمل کی وحدت کے بغیر بالکل بیکار ہے۔ یعنی افکار کی وحدت بظاہر ایک اچھی بات سہی لیکن جب تک اس کے ساتھ وحدتِ کردار و عمل نہ ہو وہ پختگی حاصل نہیں کر سکتی۔

۵- یہ جو دو رکعتیں پڑھانے والے امام ہیں وہ بیچارے اس حقیقت کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں کہ قوم کیا شے ہے اور قوموں کی امامت کیونکر کی جاتی ہے۔ گویا نام نہاد ملا محض سجدے کرانا جانتے ہیں لیکن ملت کو کس طرح ایک زندہ و قوی اور باعظمت ملت بنانا ہے، اس سے وہ بے خبر ہیں۔ وہ شوق و جذبہ عمل سے دور ہیں۔

---

## علم اور دین

۱- وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیمؑ — کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم

۲- زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک — دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم
۳- چمن میں تربیتِ غنچہ ہو نہیں سکتی — نہیں ہے قطرۂ شبنم اگر شریکِ نسیم
۴- وہ علم، کم بصری جس میں ہم کنار نہیں — تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

۱- جس علم کو خدا تعالیٰ نے دل اور نظر/بصیرت کا ندیم بنایا ہے، وہ علم خود ہی اپنے بتوں کی تباہی کے لیے حضرت ابراہیمؑ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کے تمام بت توڑ ڈالے تھے۔ اس حوالے سے یہ کہنا چاہا ہے کہ دلی جذبوں اور بصیرت کے حامل علم سے انسان کے اعمال وعقاید بھی پختہ ہیں اور وہ گمراہ کرنے والی تمام باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۲- زمانہ ایک ہے، زندگی بھی ایک ہے اور کائنات بھی ایک ہے۔ جب یہ صورتِ حال ہے تو پھر جدید اور قدیم کی بات کرنا بے بصیری کی دلیل ہے۔ انہیں تقسیم کیوں کیا جائے۔

۳- اگر شبنم کا قطرہ صبح کی ہوا کا ساتھ نہیں دیتا تو باغ میں کلی کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ شبنم غنچوں پر گرتی ہے۔ وہ اس وقت نہیں کھلتے جب تک نسیم نہ چلے۔ مطلب یہ کہ دین کو قوت وعظمت اسی علم کی بدولت حاصل ہوتی ہے جو دل ونظر سے بھی وابستہ ہو۔

۴- ایسا علم محض کم نظری یعنی جہالت ہے۔ جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی تجلیات اور صاحب خرد یا فلسفی کے مشاہدوں کی باہم وابستگی سے محروم ہے۔ دل ونظر والا علم سراپا دین ہے اور جہالت کی غلاظت سے پاک ہے۔

---

## ہندی مسلمان

۱- غدارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن — انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
۲- پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت — کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر
۳- آوازۂ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے — ”مسکیں دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر“

۱- برصغیر ہند کے مسلمانوں کو ہندو تو وطن کے غدار کہتے ہیں جبکہ انگریز انہیں (مسلمانوں کو) بھک منگے سمجھتے ہیں۔ اس دور میں مسلمان سیاسی اور اقتصادی طور پر ذلت وپستی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ علامہ نے اسی حوالے سے یہ بات کی ہے۔

۲- پنجاب کے ایک نام نہاد نبی (میرزا غلام احمد قادیانی) کی شریعت کے مطابق یہ پرانا مسلمان، کافر ہے۔ مرزائیوں کے اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے جو آدمی میرزا کو

نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

۳- اس صورتِ حال میں میرا مسکین دل اس کشمکش / الجھن میں الجھا ہوا ہے کہ خدا معلوم حق کی آواز اب اٹھتی بھی ہے یا نہیں، اور اگر اٹھتی ہے تو کب اور کدھر سے اٹھے گی۔

---

## آزادیِ شمشیر کے اعلان پر (لغت دیکھیے)

۱- سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے — کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگر دار

۲- اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں — پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار

۳- ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ — اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار

۴- قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن — یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرؓ کرار

۱- اے مسلمان! تجھے تلوار رکھنے کی اجازت تو مل گئی ہے لیکن کبھی تو نے سوچا بھی ہے کہ فولاد کی تیز کاٹ والی تلوار کیا چیز ہے؟

۲- اگر فولاد کی تلوار کو ایک مصرع سمجھ لیا جائے تو یہ اس شعر کا پہلا مصرع ہے جس میں توحید کے راز پوشیدہ ہیں۔

۳- مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ فکر ہے جس سے میرا مطلب ہے کہ اللہ تجھے فقر کی تلوار عطا فرمائے۔ گویا یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فولاد کی تلوار کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کی بھی تلوار سے نوازے یعنی ان میں یہ جذبے بھی پیدا ہو جائیں۔

۴- اگر فولاد کی تلوار کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کی تلوار بھی مسلمان کے قبضے میں آ جائے تو وہ یا خالدِ جانبازؓ بن جائے گا یا حیدر کرارؓ بن جائے گا۔ (لغت دیکھیے)

---

## جہاد

۱- فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے — دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر

۲- لیکن جنابِ شیخ کو معلوم کیا نہیں؟ — مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر

۳- تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں — ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر

۴- کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل — کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر

۵- تعلیم اس کو چاہیے ترکِ جہاد کی　　دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
۶- باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے　　یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
۷- ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے　　مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
۸- حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات　　اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر

۱- شیخ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دنیا میں تلوار اب بے اثر ہو چکی ہے اور یہ دور قلم کا دور ہے۔ قلم کے ذریعے اسلام کی اشاعت کی بات کی جائے۔ یہ اشارہ ہے میرزا غلام احمد قادیانی اور اس جیسے انگریز حکمرانوں کے پٹھوؤں کی طرف جن کے بقول آج جہاد کی ضرورت نہیں رہی۔

۲- لیکن کیا جناب شیخ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اب اس قسم کا وعظ مسجد میں بے فائدہ اور بے اثر ہے۔ (جو مردِ مومن ہیں وہ ایسی نصیحت کا ہرگز اثر نہیں لیں گے کیونکہ وہ جہاد کی اہمیت سے آگاہ ہیں۔) اس لیے کہ

۳- اب مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار اور بندوق کہاں رہی ہے، یعنی نہیں ہے۔ اور اگر ہو بھی تو ان کے دل موت یعنی شہادت کی لذت سے بے خبر ہیں۔ اللہ کی راہ میں جان دینے سے بڑھ کر کوئی طبعی موت عظمت و بقا کی حامل نہیں ہے، لیکن مادیات میں کھویا ہوا آج کا مسلمان اس عظمت و بقا سے ناواقف ہے۔

۴- جس مسلمان کا دل کسی کافر کی طبعی موت پر بھی کانپ اٹھتا ہو، اسے بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ تو مسلمان کی موت مر۔ یعنی وہ شہادت کے جذبے ہی سے محروم ہے تو وہ اس کے لیے کیونکر جہاد کی طرف آئے گا۔

۵- جہاد ترک کرنے کی تعلیم اسے دینی چاہیے جس کے خونیں پنجے سے دنیا کو خطرہ ہو۔ گویا دنیا کو اسی (مردِ مجاہد) سے خطرے ہو سکتے ہیں جو بے پناہ قوت اور جذبۂ شہادت سے سرشار ہو، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آج کا مسلمان دنیا کو ظالم و خونریز سمجھتے ہوئے اس سے خوفزدہ رہتا ہے۔

۶- یورپ باطل کی شان و شوکت اور دبدبہ کی حفاظت کی خاطر سرتاپا زرہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ اپنی قوت کے مظاہرے اور دوسری قوموں پر غلبے کی خاطر خود کو نت نئے ہتھیاروں سے مسلح کر رہا ہے۔ اصل میں تو اسے ترکِ جہاد کی تعلیم کی ضرورت ہے۔

۷-۸: انگریز حکمرانوں کی مدد کی خاطر ترکِ جہاد کا فتویٰ دینے والے شیخ (میرزا غلام احمد

قادیانی) سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر جنگ مشرق میں یا مشرق کے لیے بری ہے تو مغرب/ یورپ کے لیے بھی اتنی ہی بری ہے۔ پھر اس صورت میں، بشرطیکہ تم حق پرست ہو، کیا یہ بات مناسب ہے کہ صرف اسلام ہی کا محاسبہ کیا جائے اور یورپ والوں کو چھوٹ اور معافی دے دی جائے۔

---

## قوت اور دین

۱۔ اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں — سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک
۲۔ تاریخِ اُمم کا یہ پیام ازلی ہے — "صاحب نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک"
۳۔ اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے — عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
۴۔ لادیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر — ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

۱۔ دنیا میں اسکندر اور چنگیز جیسے جابروں اور ظالموں کے ہاتھوں انسان کا لباس سو مرتبہ تار تار ہوا ہے۔ ان ظالموں نے انسانوں کا قتل عام کر کے انسانیت دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔

۲۔ قوموں کی تاریخ شروع ہی سے یہ پیغام دے رہی ہے، یعنی ہمیں آگاہ کر رہی ہے کہ اہل نظر قوت کا نشہ بڑا خطرناک ہے۔ گویا جو کوئی کسی وجہ سے صاحبِ قوت و طاقت بن جاتا ہے۔ وہ پھر انسانیت اور اچھے اور برے میں فرق کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔

۳۔ اس قوت و طاقت کے تیز رو سیلاب کے آگے، جو دنیا میں ہر جگہ پھیل جاتا ہے، عقل و نظر، بصیرت اور علم و ہنر سب گویا خس و خاشاک ہیں جنہیں یہ سیلاب بہا لے جاتا ہے یعنی ان کی کوئی قدر و اہمیت نہیں رہتی۔

۴۔ قوت اگر لادینی فکر و خیال کی حامل ہو تو وہ زہرِ ہلاہل سے بڑھ کر خطرناک ہوتی ہے، لیکن اگر اس کا استعمال دین کی حفاظت کے لیے کیا جائے تو وہ ہر زہر کا تریاق بن جاتی ہے۔ یعنی تمام برائیوں اور خرابیوں کو مٹا دیتی ہے۔

---

## فقر و ملوکیت

۱۔ فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے — ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم

۲۔ اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے — تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون و کلیم

۳۔ اب ترا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور — کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے زر و سیم

۴۔ عشق و مستی نے کیا ضبطِ نفس مجھ پہ حرام — کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم

۱۔ فقر ہر قسم کے ساز و سامان ہتھیاروں وغیرہ سے بے نیاز ہو کر میدانِ جنگ میں آتا ہے۔ اگر سینے میں قلب سلیم ہو تو ہاتھ کی ضرب (ہاتھ کا وار) بڑی کاری ہوتی ہے۔ حقیقی درویشی باطل قوتوں کو مٹا دیتی ہے۔

۲۔ اس (فقر) کی بے خوفی اور بیقراری کے باعث، جو ہر لمحہ بڑھتی رہتی ہے، ہر دور میں فرعون اور حضرت موسیٰ کلیم کا قصہ دہرایا جاتا ہے۔ گویا جس طرح حضرت موسیٰ نے فرعون جیسی باطل قوت کو مٹا دیا تھا، فقر اسی طرح باطل قوتوں کو مٹانے کے درپے رہتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حق و باطل کے درمیان جنگ ہر دور میں جاری رہتی ہے۔

۳۔ اے غیرت مند فقر اب تیرا دورِ غلبہ پھر آنے والا ہے، کیونکہ مال و دولت کی ہوس یورپ کی روح کو کھا گئی ہے۔ وہ نیکی اور بدی سے بے پروا ہو گیا ہے۔ اس کی باطل قوت کو مٹا کر تو اقتدار کی باگ ڈور سنبھالے گا۔

۴۔ عشق اور مستی کے غلبے کے باعث مجھ میں دل کی بات ضبط کرنے کی گنجایش نہیں رہی، اس لیے کہ بادِ نسیم جس طرح اپنی لہروں سے کلی کو کھلا کر پھول بنا دیتی ہے، اسی طرح عشق و مستی کے جذبے نے میری زبان سے حق بات کہنے کا سامان کر دیا ہے۔

---

## اسلام

۱۔ روح اسلام کی ہے نورِ خودی نارِ خودی — زندگانی کے لیے نارِ خودی نور و حضور

۲۔ یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود — گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور

۳۔ لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر — دوسرا نام اسی دین کا ہے "فقرِ غیور"

۱۔ خودی کا نور اور خودی کی حرارت دونوں اسلام کی روح ہیں۔ خودی کی حرارت زندگی کو منور کرتی اور اس (زندگی) میں اس خالق کائنات کی موجودگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ جب انسان اپنی خودی سے آگاہ ہو جاتا ہے تو وہ ان کیفیات کا حامل بن جاتا ہے۔

۲۔ اگرچہ قدرت نے اس روح کو آنکھوں سے مخفی رکھا ہے، تاہم یہی ہر چیز کی قوت و دستور العمل اور مضبوطی ہے اور یہی اس کے ظاہر ہونے/ظہور کی اصل و بنیاد ہے۔

۳۔ بہرحال اگر یورپ کو ''اسلام'' کے لفظ سے کوئی چڑ ہے تو کوئی بات نہیں۔ اسلام کا دوسرا نام غیرت مند فقر ہی سہی۔ گویا اگر اہل یورپ یہ لفظ سن کر کسی تکلیف کا شکار ہوتے ہیں تو ہم اسلام کی بجائے اسے باغیرت درویشی ہی کہہ لیا کریں گے۔ لفظ بدلنے سے کیا فرق پڑے گا، اصل بات تو ایک ہی رہے گی۔

---

## حیاتِ ابدی

۱۔ زندگانی ہے صدف قطرۂ نیساں ہے خودی — وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے

۲۔ ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی — یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

۱۔ زندگی گویا ایک سیپی ہے اور خودی قطرۂ نیساں ہے۔ وہ سیپی جو قطرے کو اپنے اندر موتی نہ بنا سکے وہ کس کام کی، وہ بیکار ہے۔ گویا انسان کی زندگی کا مقصد خودی کی معرفت و تربیت ہی ہے کہ اسی سے اسے بقا/ حیاتِ دوام حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر انسان میں یہ جوہر نہیں ہے تو اس کی زندگی ایک بیکار زندگی ہے اور وہ محض ایک چلتی پھرتی لاش ہی رہ جاتا ہے۔

۲۔ اگر خودی خودنگر اور خودگر و خودگیر ہو تو ممکن ہے کہ تو طبعی موت کا بھی شکار نہ ہو سکے۔ طبعی یا جسمانی موت تو بہرحال ہو گی لیکن اگر تیری خودی ان صفات کی حامل ہو گی تو تجھے حیاتِ ابدی حاصل ہو جائے گی اور طبعی موت سے تیرا کچھ نہ بگڑ سکے گا۔

---

## سلطانی

۱۔ کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے — وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی

۲۔ خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی — یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی

۳۔ یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار — اسی مقام سے آدم ہے ظلِ سبحانی

۴۔ یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے — کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہاں بانی

۵۔ کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو     کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی
۶۔ مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود     خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی
۷۔ ہوا حریفِ مہ و آفتاب تو جس سے     رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی

(یہ اشعار علامہ نے سر راس مسعود کے دولت کدہ ''ریاض منزل'' بھوپال میں لکھے)

۱۔ جس فقر میں قرآن کی روح بے پردہ سمائی یا جلوہ گر ہو، اس کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اس کے ہزاروں مقام اور مرتبے ہیں۔

۲۔ جب خودی اپنی قاہری دیکھ لیتی ہے یعنی وہ سب پر غالب آ گئی اور وہ فاتح بن گئی ہے تو یہی وہ مقام ہے جسے عام طور پر سلطانی / فرماں روائی کا نام دیا جاتا ہے۔ گویا خودی کے اسی غلبے وغیرہ کا دوسرا نام سلطانی ہے۔

۳۔ یہی (سلطانی کا) مقام مومن کی قوتوں کے لیے پرکھ/کسوٹی کا حکم رکھتا ہے اور اسی مقام کے باعث آدمی ظلِ سبحانی ہے۔ اس کسوٹی پر پورا اترنے کے باعث وہ کائنات میں خدا کے نائب ہونے کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

۴۔ یہ غلبہ اور سلطانی جبر و قہر کی صورت نہیں ہے بلکہ یہ تو سراپا عشق و مستی کی ایک عملی صورت ہے، اس لیے کہ جبر و قہر سے جہاں بانی و فرمانروائی یا سلطانی ممکن نہیں ہے۔ زور و قوت وغیرہ کے بل پر انسانوں کو محکوم نہیں رکھا جا سکتا کہ یہ حقیقی سلطانی کے خلاف ہے۔

۵۔ تم (آج کے مسلمانوں) کو جو غلامی میں مبتلا کیا گیا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تم فقر کی حفاظت نہ کر سکے۔ گویا تم نے مادیات میں کھو کر اور جہد و عمل سے غافل رہ کر اپنی یہ عظیم دولت کھو دی جس کے نتیجے میں تم آج غلامی و محکومی کی ذلت آمیز زندگی گذار رہے ہو۔

۶۔ کبھی وہ دور تھا جب مسلمانوں کے مخلصانہ سجدوں کے باعث ان کے سجدوں کے داغ چاند کی طرح چمکتے تھے لیکن آج انگریز مکار و خبیث نے ان کے ایسے جذبے ختم کر کے انہیں اپنا غلام بنا لیا ہے۔

۷۔ جس اسلام کی بدولت تو کبھی چاند اور سورج کا حریف تھا، تیرا ظاہر و باطن روشن تھا، آج تیرے ستاروں میں وہ روشنی نہیں رہی۔ وہی بات کہ تجھ میں خدا پرستی کے سچے جذبے نہیں رہے۔

## صوفی سے

۱- تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا　　مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
۲- تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن　　غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
۳- عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہِ تری　　بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

۱- اے صوفی! تو کراموں کی دنیا میں محو و مست ہے جبکہ میری ساری توجہ حادثات کی دنیا کی طرف ہے۔ یعنی تو اس خیال میں رہتا ہے کہ تو کوئی نت نئے کرشمے دکھائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ تیرے مرید بن جائیں اور میں اس خیال میں رہتا ہوں کہ دنیائے حادثات کو کیونکر سنوارا جائے جس سے لوگ روحانیت کی طرف بھی متوجہ ہوں۔

۲- فکر و خیال کی دنیا جس میں تو (صوفی) کھویا رہتا ہے، اگرچہ عجیب و غریب ہے لیکن حیات و ممات کی دنیا (جو زندگی اور موت کی دنیا ہے) اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب ہے۔

۳- تو فکر و خیال اور کراموں کی دنیا سے باہر آ اور ممکنات کی دنیا کا رخ کر کہ یہ تجھے اپنی طرف بلا رہی ہے۔ اس صورت میں تعجب کی بات نہ ہوگی اگر تیری نگاہ اس دنیائے ممکنات کی کیفیت و حالت بدل دے۔ یعنی لوگ یورپ کی تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون سے متاثر ہو کر اس مادی دنیا میں نہ کھوئے رہیں بلکہ ان میں روحانی جذبے بھی پیدا ہوں اور یہ تیری توجہ سے ممکن ہو سکتا ہے۔

---

## افرنگ زدہ

(۱)

۱- ترا وجود سراپا تجلیِ افرنگ　　کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر
۲- مگر یہ پیکرِ خاکی خودی سے ہے خالی　　فقط نیام ہے تو زرنگار و بے شمشیر

۱- اے مغرب زدہ مسلمان تیرا سارا وجود یورپی تہذیب کی تجلی بن گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تیری عمارت اسی تہذیب کے معماروں نے بنائی ہے۔ گویا تو ہر لحاظ سے یورپی تہذیب و ثقافت کا شیدائی بنا ہوا ہے۔ تیری سوچ و فکر اور تیرا لباس وغیرہ سب اسی

تہذیب و ثقافت کی عکاسی کر رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جیسا معمار ہوگا، ویسی عمارت ہوگی۔ تجھے اسلام سے ذرا سی بھی وابستگی نہیں رہی۔

۲- اس تہذیب کا شیدائی تو بن گیا ہے لیکن تیرا وجود خودی سے بالکل خالی ہے۔ تو گویا سنہری نقش و نگار والی ایک نیام ہے جس میں تلوار نہیں ہے۔ اپنی نوجوان نسل کی خودی سے دوری اور یورپی تہذیب سے وابستگی کو اس نادر استعارے میں بیان کیا ہے۔

(۲)

۱- تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود — مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا

۲- وجود کیا ہے؟ فقط جوہرِ خودی کی نمود — کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

۱- اے مغرب زدہ نوجوان! تو یورپی علوم پڑھ کر خدا کے وجود ہی سے منکر ہو گیا ہے۔ تیری اس حالت و کیفیت کی بنا پر میرے نزدیک تیرا اپنا وجود ہی نہیں ہے۔ یعنی خودی سے دوری اور عدمِ معرفت کے باعث میرے نزدیک تو محض ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

۲- اس لیے کہ وجود صرف اسی صورت میں ثابت ہو سکتا ہے جب انسان کی خودی جہد و عمل سے ظہور پذیر ہو، تو تو اس (خودی ہی) سے محروم ہے، لہٰذا تو اپنی فکر کر کیونکہ تیرا جوہر ظہور یا نمود سے خالی ہے۔ تو نے اپنی خودی کی معرفت حاصل نہیں کی جس کے باعث تو اپنی زندگی کو صاحبِ بقا نہیں بنا سکا۔

---

## تصوف

۱- یہ حکمتِ ملکوتی یہ علمِ لاہوتی — حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

۲- یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور — تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

۳- یہ عقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار — شریکِ شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

۴- خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل — دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

۵- عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو میری — فروغِ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(یہ اشعار بھی ریاض منزل بھوپال میں لکھے گئے)

۱- اہلِ تصوف کی ملکوتی حکمت اور ان کا لاہوتی علم (ہو سکتا ہے بڑی شے ہوں) لیکن اگر

یہ ملتِ اسلامیہ کے مصائب و آلام دور کرنے کی اہلیت سے خالی ہیں تو یہ سب بیکار شے ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

۲- (اے صوفی!) تیرا یہ آدھی رات کے وقت ذکر اور مراقبے اور کیف و سرور اگر خودی کی حفاظت نہیں کر سکتے تو یہ سب بیکار قسم کے مشغلے ہیں۔

۳- یہ عقل جو چاند اور ستاروں کا شکار کھیلتی ہے، اگر یہ عشق کے پوشیدہ ولولوں میں شریک نہیں ہوتی، یا ہو سکتی، ان میں اضافہ نہیں کر سکتی، عشق کے جذبوں سے سرشار نہیں کر سکتی تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۴- اگر عقل (صاحبِ خرد) زبان سے لا الہٰ کہہ بھی دے تو اس سے کچھ حاصل نہیں، اس لیے کہ اگر دل و نگاہ ہی مسلمان نہیں ہے تو اس زبانی کلامی توحید کا قائل ہونا بے سود ہے۔ اس کے لیے تو بنیادی ضرورت یقین و ایمان اور عمل کی ہے۔ عملی صورت میں توحید پر ایمان ہونا لازمی ہے۔

۵- اگر میری شاعری بے ربط اور انتشار کی حامل ہے تو اس میں حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر صبح کی روشنی میں پھیلاؤ نہیں ہے تو وہ سراسر بیکار رہے۔ گویا علامہ نے اپنی شاعری کو قومی زندگی کی صبح کی روشنی کی مانند اہم اور مفید قرار دیا ہے۔

---

## ہندی اسلام

۱- ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت — وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

۲- وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو — آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خداداد

۳- اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل — جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

۴- مسکینی و محکومی و نومیدیِ جاوید — جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد

۵- ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت — ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

۱- ملت فقط فکر اور عقیدے کی وحدت و یکسانی ہی کی بدولت زندہ رہتی ہے، زندہ رہ سکتی ہے۔ ایسا الہام جو اس وحدت و یک جہتی کو فنا کر کے رکھ دے، وہ الہام نہیں کفر و لادینی ہے۔ اہلِ ملت کے لیے بالواسطہ اس بات کا درس ہے کہ مذکورہ وحدت پیدا کرو تا کہ تم بطور ایک ملت کے زندہ رہ سکو۔

۲۔ وحدت کی حفاظت زورِ بازو کے بغیر ممکن نہیں، اس کے تحفظ کا معاملہ عقل کے بس کی بات نہیں۔ گویا انتشار وافتراق پیدا کرنے والی قوتوں کو قوت وسختی ہی سے دبایا جانا چاہیے۔

۳۔ اے مردِ خدا (صوفی!) تجھ میں یہ قوت نہیں ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تو ترکِ دنیا کر کے کسی غار میں جا بیٹھ اور وہاں اللہ اللہ کا ورد کرتا رہ۔

۴۔ اسلام کے مطابق تو قوتِ بازو ضروری ہے۔ وہ (اسلام) تو فرماں روائی اور عظیم امیدوں کا پیغام ہے۔ تو جب یہ کچھ نہیں ہے تو پھر تو کوئی ایسا اسلام ایجاد کر جس کا تصوف مسکینی و بیچارگی، غلامی اور ہمیشہ ہمیشہ کی مایوسی کا درس دے۔ دوسرے لفظوں میں ہند کے صوفی کا تصوف اسی ڈھب کا ہے۔

۵۔ ملا کو جو ہند میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے، وہ اسی پر خوش اور یہ سمجھتا ہے کہ یہاں اسلام آزاد ہے۔ اس کی یہ سوچ کہ یہاں اسلام پر کوئی پابندی نہیں، اس کی نادانی کا پتا دیتی ہے۔ علمائے حق نے تو انگریزی دور میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ یہاں چند شرعی احکام کی اجازت کی بنا پر اسلام کو آزاد نہیں کہا جا سکتا، اس بنا پر یہ دارالحرب ہے۔ نام نہاد ملاؤں نے اس سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ اسی حوالے سے یہ کہا ہے۔

---

## غزل

۱۔ دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ — کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

۲۔ ترا بحر پر سکوں ہے، یہ سکوں ہے یا فسوں ہے — نہ نہنگ ہے نہ طوفاں نہ خرابیِ کنارہ

۳۔ تو ضمیرِ آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے — نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزۂ ستارہ

۴۔ ترے نیستاں میں ڈالا مرے نغمۂ سحر نے — مری خاکِ پے سپر میں جو نہاں تھا اک شرارہ

۵۔ نظر آئے گا اسی کو یہ جہانِ دوش وفردا — جسے آ گئی میسر مری شوخیِ نظارہ

۱۔ اے مخاطب! ایسا دل جو عشق کے جذبے سے سرشار نہ ہو، وہ محض ایک مردہ دل ہے۔ اسے تو پھر سے زندہ کر، کیونکہ قوموں کی پرانی بیماری کا علاج اس کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا مسلمان حقیقی زندگی کے جذبوں سے محروم ہونے کے باعث آج ذلت وپستی اور مصائب وآلام کا شکار ہیں، اس کا علاج یہی ہے کہ وہ قوت وہمت اور جہد وعمل سے کام لے کر اپنی بقا کا سامان کریں۔

۲- تیرا سمندر سکون و خاموشی کا حامل ہے، یہ سکوں ہے یا کوئی جادو کا اثر ہے۔ اس (سمندر) میں نہ تو کوئی مگر مچھ ہی ہے، نہ کوئی طوفان ہے اور نہ ساحل کا کوئی کٹاؤ ہے۔ اس استعارے میں یہ کہنا مقصود ہے کہ تیرے دل میں نہ تو کوئی ولولے اور جذبے ہیں اور نہ آزادی ہی کی کوئی لہر ہے جو تیری بیداری کا ثبوت بن سکے۔ تو تو جیسے سراپا مایوسی وافسردگی میں ڈوبا ہوا ہے۔

۳- تو ابھی آسمان کے ضمیر (چھپے ہوئے راز) سے آشنا نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ستارے کا ناز نخرا تجھے بیقرار نہیں کرتا۔ یعنی تو نے کائنات کے نظام پر توجہ نہیں کی اور اس کے قوانین کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، جبکہ فطرت برملا یہ اشارے کر رہی ہے کہ آزادی ہر کسی کا حق ہے، لہٰذا تو بھی بیدار ہو اور اپنی آزادی کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دے۔

۴- میرے صبح کے نغمے نے، میری بجھی ہوئی راکھ میں جو ایک چھپا ہوا شرارہ تھا اسے تیرے سرکنڈوں کے جنگل پر گرا دیا۔ مراد یہ کہ میری حیات افروز شاعری نے تیرے مردہ دل میں نئی اور تازہ روح پھونک دی، تا کہ تجھ میں عشق حقیقی کا جذبہ پیدا ہو اور تو سراپا سوز بن جائے۔

۵- یہ دوش و فردا کی دنیا اسی کو نظر آئے گی جس میں میری طرح نظارہ کرنے کا جوہر پیدا ہو گا۔ گویا جو کوئی میری اس شاعری کے حوالے سے میرے نقطہ نظر سے اس دنیا کی حقیقت پر غور و خوض کرے گا، اسی پر اس کائنات کا راز آشکار ہو سکے گا اور یوں وہ جہد و عمل سے اپنی بقا کا سامان کر سکے گا۔

---

## دنیا

۱- مجھ کو بھی نظر آتی ہے یہ بوقلمونی    وہ چاند یہ تارا ہے وہ پتھر یہ نگیں ہے

۲- دیتی ہے مری چشم بصیرت بھی یہ فتویٰ    وہ کوہ یہ دریا ہے وہ گردوں یہ زمیں ہے

۳- حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا    تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

۱- مجھے بھی دنیا میں قسم قسم کی اور رنگا رنگ اشیا نظر آ رہی ہیں، مثلاً وہ چاند ہے، یہ ستارہ ہے، وہ پتھر ہے اور یہ نگین ہے۔ کہیں فلاں شے ہے اور کہیں فلاں شے۔ گویا دنیا اور

اس کے مختلف نظارے درحقیقت خود انسان کے اپنے حواس کا کرشمہ ہیں ورنہ ان کا حقیقی وجود نہیں ہے۔

۲- میری چشم بصیرت کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ وہ پہاڑ ہے، یہ دریا ہے۔ وہ آسمان ہے اور یہ زمین ہے۔ پہلے شعر والی بات دوسرے انداز میں۔

۳- لیکن میں سچی اور حق بات کو، اپنی عادت کی بنا پر، چھپا کر نہیں رکھتا اور وہ بات یہ ہے کہ صرف تیرا وجود حقیقی ہے، باقی جو کچھ نظر آتا ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔

---

## نماز

۱- بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں ۔۔۔ اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہے لات و منات

۲- وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ۔۔۔ ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۱- اگرچہ آدمی کو وجود میں آئے ہزاروں برس ہو چلے ہیں، گویا وہ بوڑھا ہو گیا ہے، لیکن یہ لات و منات اسی طرح جواں ہیں اور زمانے میں بھیس بدل بدل کر آتے رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کو ورغلانے اور خدا سے دور رکھنے کے لیے ہر دور میں کچھ ایسے شیطان صفت انسان اور حالات پیدا ہو جاتے ہیں جو انسانوں کو اپنی مادی ضروریات پوری کرنے اور حصولِ رزق کی خاطر غیروں کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور یوں وہ اپنے حقیقی مالک و خالق اور رازق سے دور ہو جاتے ہیں۔

۲- وہ ایک سجدہ جو تجھے بہت بوجھل لگتا ہے، انسان کو غیروں یا باطل قوتوں کے آگے ہزاروں سجدے کرنے یا جھکنے سے نجات دلاتا ہے۔ یعنی جب تو پورے خلوص و عقیدت اور پختہ ایمان کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے حقیقی مالک سے وابستہ ہو جائے گا اور صرف اسی کے حضور سجدہ ریز ہو گا، تو تجھے کسی باطل قوت کے آگے جھکنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔

---

## وحی

۱- عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں ۔۔۔ راہ بر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات

۲۔ فکر بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تارِ حیات
۳۔ خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات
(یہ اشعار بھی ریاض منزل بھوپال میں لکھے گئے)

۱۔ عقل گویا جذبوں کی دولت سے محروم اور محض وہم وگمان کی حامل ہے۔ ایسی صورت میں اگر اسے رہنما بنا لیا جائے تو یہ زندگی کے معاملے یا کاروبار کو تلپٹ کر کے رکھ دے گی۔

۲۔ تیری سوچ اور فکر میں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی جبکہ تیرے عمل کے جذبے کی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں ہے۔ اس صورتِ حال میں بے حد مشکل ہے کہ تیری زندگی کی تاریک رات روشن ہو۔ گویا ضروری ہے کہ تیری قوتِ فکر نورِ حق سے منور ہو تا کہ تیری ہر بات حقیقت کی مظہر ہو اور دوسرے تیرے پیشِ نظر عظیم مقصد ہو جس کے حصول کے لیے تو جہد و عمل کے جذبے سے سرشار ہو تا کہ تو صاحب بقا بن جائے۔

۳۔ اگر زندگی خود ہی زندگی کے رازوں کی وضاحت کرنے والی نہ ہو تو اس وقت تک اچھے اور برے عمل کی گتھی کا سلجھنا ممکن نہیں۔ گویا انسانوں کے لیے اسی صورت میں حقیقی ہدایت ممکن ہو سکتی ہے جب وہ انسانی زندگی کے بھیس میں آئے۔ (حضور اکرمؐ کی صورت میں جن کی زندگی قرآن کریم کے مطابق اسوۂ حسنہ ہے) اور اچھے اور برے کی حقیقت عملی طور پر واضح کرے اور وحی کی یہی حقیقت ہے۔

---

## شکست

۱۔ مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست
۲۔ فقیہِ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دست بدست
۳۔ گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست

۱۔ آج کے دور کے صوفیوں میں وہ پہلی سی مجاہدانہ حرارت نہ رہی جس کی بنا پر وہ کبھی میدانِ حق کے مجاہد بنے رہتے تھے۔ آج انہوں نے شراب الست (لغت دیکھیے) کو اپنی بے عملی کا بہانہ رکھا ہے۔ یعنی وہ صرف خدا کی ہستی کے اس اقرار پر زبانی کلامی قائم ہیں لیکن ان میں راہِ حق میں ایثار و قربانی کے جذبے نہیں رہے، بس اللہ ھو اللہ ھو کرنے ہی میں مست رہتے ہیں۔

۲- علمائے دین بھی رہبانیت پر مجبور ہیں کیونکہ شریعت کے معرکے دست بدست جنگ ہیں۔ یعنی شریعت کے احکام واضح طور پر بتانے میں انہیں عیار و مکار حکمرانوں سے لڑائی مول لینے کا خطرہ محسوس ہوا۔ جوان (علما) کے بس کی بات نہ تھی، لہٰذا وہ ترکِ دنیا کر کے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔

۳- زندگی کی کشمکش میں ان دلیروں کا یوں بھاگ اٹھنا اگر یہ شکست نہیں ہے تو اسے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ انہیں تو اس کشمکش میں سب سے آگے رہنا چاہیے تھا، لیکن انہوں نے الٹا راستہ اختیار کر لیا اور یہ ایک افسوسناک امر ہے۔

---

## عقل و دل

۱- ہر خاکی و نوری پہ حکومت ہے خرد کی — باہر نہیں کچھ عقلِ خداداد کی زد سے

۲- عالم ہے غلام اس کے جلالِ ازلی کا — اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

۱- ہر مادی اور غیر مادی وجود پر عقل و خرد کی حکمرانی چل رہی ہے۔ اس خداداد عقل کی زد سے کوئی بھی شے باہر نہیں ہے، نہیں بچتی۔

۲- عقل کو ازل سے کچھ ایسی شان و شکوہ میسر ہے جس کی بنا پر سارا جہان اس کے آگے سربزیر ہے، جبکہ صرف ایک دل ہے جو عقل سے ہر لحظہ الجھتا رہتا ہے۔ جوش و ولولہ کے حامل دل کے آگے اس عقل کی کوئی حیثیت نہیں، وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

---

## مستیِ کردار

۱- صوفی کی طریقت میں فقط مستیِ احوال — ملا کی شریعت میں فقط مستیِ گفتار

۲- شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق — افکار میں سرمست! نہ خوابیدہ نہ بیدار

۳- وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو — ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار

۱- صوفی کا مسلک بس یہی ہے کہ وہ اپنے باطنی احوال ہی میں مست و محو رہتا ہے، جبکہ ملا کی شریعت منبر چڑھ کر فقط تقریر کرنے ہی میں مست رہنا ہے۔ یہ دونوں جہد و عمل کے جذبوں اور ولولوں سے دور اور محروم ہیں۔

۲۔ آج کے شعرا کے نغمے یعنی اشعار مردہ وافسردہ اور ذوق سے خالی ہیں۔ وہ بس اپنے بیکار قسم کے افکار و تخیلات ہی میں سرمست رہتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ وہ نہ تو سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور نہ بیدار۔ ان کے اشعار میں وہ کیفیت و جاذبیت ہی نہیں ہے جو قوم میں جوش وولولہ اور تڑپ پیدا کر سکے۔ مثلاً اس قسم کے اشعار:

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں
(غالب)

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا میری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے
(غالب)

تجھ کو چھو لوں تو میری جانِ تمنا مجھ کو
اپنے سارے ہی بدن سے تیری خوشبو آئے

۳۔ افسوس کہ آج اس دور میں مجھے کوئی مردِ مجاہد نظر نہیں آ رہا جس کے رگ وپے میں فقط مستی کردار ہو۔ یعنی ایسا مجاہد جو سراپا جہد وعمل ہو آج مفقود ہے۔ بھلا محض گفتار و احوال کی مستی سے قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

---

# قبر

۱۔ مرقد کا شبستاں بھی اسے راس نہ آیا — آرام قلندر کو تہِ خاک نہیں ہے
۲۔ خاموشیِ افلاک تو ہے قبر میں لیکن — بے قیدی و پہنائیِ افلاک نہیں ہے

۱۔ خدا مست درویش کو مرنے کے بعد بھی قبر کی خواب گاہ راس نہ آئی۔ یعنی مرنے کے بعد بھی اسے آرام وسکوں میسر نہ آیا۔

۲۔ اگرچہ قبر میں آسمانوں کی سی خاموشی تو ہے لیکن وہاں (قبر میں) آسمانوں کی سی وسعت وکشادگی اور آزادی نہیں ہے۔ گویا وہ درویش ایسی زندگی کا خواہش مند ہوتا ہے جس میں خاموشی تو ہو لیکن ساتھ ساتھ ایسی وسعت بھی ہو کہ وہ حسب خواہش آزادی سے جس طرف جانا چاہے، جا سکے۔

## قلندر کی پہچان

۱- کہتا ہے زمانے سے یہ درویشِ جوانمرد ... جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا
۲- ہنگامے ہیں میرے تری طاقت سے زیادہ ... بچتا ہوا بنگاہِ قلندر سے گذر جا
۳- میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہونگا ... چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا
۴- توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیرا؟ ... ہے تجھ میں مکر جانے کی جرأت تو مکر جا
۵- مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر ... ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

۱- جوانمرد و خدا مست قلندر زمانے سے یہ کہتا ہے کہ تو جو دنیا کو اپنے پیچھے لگائے رکھنے کی خصلت رکھتا ہے، جدھر بندۂ حق جاتا ہے تو بھی ادھر چل۔ گویا قلندر/ بندۂ حق زمانے کو اپنے پیچھے چلنے کا حکم دیتا ہے۔

۲- میرے (بندۂ حق کے) ہنگامے تیری (زمانے کی) طاقت سے کہیں بڑھ کر ہیں، لہٰذا تو مجھ قلندر کی قیام گاہ سے بچتا ہوا گذر جا۔ ورنہ تجھے میرے حکم کے مطابق چلنا پڑے گا۔

۳- اگر تو (اے زمانے) چڑھتا ہوا دریا ہے تو اتر جا، کیونکہ میں کسی کشتی و ملاح کا محتاج نہیں ہونگا، میں ان سے بے نیاز ہوں، اس صورت میں تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ مجھے اپنے جوش و خروش سے ڈرانے کی بجائے تو پایاب ہو جا، اتر جا۔ غالب نے یہ مضمون یوں باندھا ہے:

کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں
احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا

۴- کیا میرے نعرۂ تکبیر نے تیرا جادو نہیں توڑا؟ اگر تجھ میں یہ جرأت ہے کہ تو اس حقیقت سے انکار کر سکے تو پھر مکر جا (لیکن تو مکر نہیں سکے گا۔)

۵- قلندر سورج اور چاند ستاروں کا محاسب ہے۔ وہ زمانے کی سواری نہیں بلکہ اس کا سوار ہے۔ گویا قلندر زمانے کو اپنے حسب خواہش چلاتا ہے، اس کے پیچھے نہیں چلتا۔

---

## فلسفہ

۱- افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں ... پوشیدہ نہیں مردِ قلندر کی نظر سے
۲- معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی ... مدت ہوئی گذرا تھا اسی راہ گذر سے

۳۔ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا — غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے؟

۴۔ پیدا ہے فقط حلقۂ اربابِ جنوں میں — وہ عقل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شرر سے

۵۔ جس معنیِ پیچیدہ کی تصدیق کرے دل — قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گہر سے

۶۔ یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار — جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے

۱۔ جوانوں کے خیالات خواہ چھپے ہوئے ہوں خواہ ظاہر ہوں، دونوں صورتوں میں مردِ قلندر کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتے۔ مردِ قلندر بہت صاحبِ بصیرت ہوتا ہے، وہ جوانوں کے چہرے مہرے ہی سے ان کے خیالات کا اندازہ لگالیتا ہے۔

۲۔ اے مسلم نوجوان! میں بھی تیرے حالات سے پوری طرح آگاہ ہوں کیونکہ مدت ہوئی میں بھی اس راستے سے گذرا تھا۔ یعنی میں بھی کبھی جوان رہا ہوں اور ان حالات وخیالات سے دوچار رہا ہوں۔

۳۔ میں اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں تجھے یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ دانا آدمی الفاظ کے ہیر پھیر یا لفظی بحثوں میں نہیں الجھتے، کیونکہ ان کا اصل مقصد تو معنی وحقیقت سے آگاہی ہونی چاہیے جس طرح غوطہ خور کو سیپی سے نہیں موتی سے کام ہوتا ہے۔

۴۔ ایسی عقل صرف عاشقانِ حق ہی کے حلقے میں نمایاں ہے، مل سکتی ہے، جو چنگاری دیکھ کر شعلے کا پتا لگالے اور چمک سے آگ کا اندازہ کرلے۔ حضرت موسیٰ نے ایک موقع پر سفر کے دوران آگ چمکتی دیکھی، وہ اسے دیکھنے گئے اور یوں انہیں پیغمبری مل گئی۔ شاید اس طرف اشارہ ہو۔

۵۔ جس الجھے ہوئے معنی ومطلب کی تصدیق دل کرے، وہ چمکدار موتی سے بڑھ کر قیمتی ہوتا ہے۔ اصل معیار عقل کی تصدیق کی بجائے دل کی تصدیق ہے اور اسی تصدیق سے اعلیٰ اور گھٹیا معنی ومطلب کا پتا چل سکتا ہے۔

۶۔ جو فلسفہ خونِ جگر سے نہ لکھا گیا ہو وہ یا تو مردہ ہے یا پھر نزع کی حالت میں ہے۔ یعنی ایسا فلسفہ جس کی تصدیق انسان کا دل اور اس کی روح نہ کرے وہ مذکورہ قسم کا فلسفہ ہے۔

---

## مردانِ خدا

۱۔ وہی ہے بندۂ حُر جس کی ضرب ہے کاری — نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری

۲- ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش قلندری و قباپوشی و کلہ داری
۳- زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے انہی کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری
۴- وجود انہی کا طوافِ بتاں سے ہے آزاد یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری

۱- حقیقی مردِ آزاد، خدا کا مقبول انسان وہی ہے جس کا وار کاری ہو، جس مقصد کے لیے وہ وار کرے اسے پورا کر دے۔ اس کے برعکس وہ انسان بندۂ حر نہیں کہلا سکتا جس کی پوری جنگ فریب و مکاری کی حامل ہو۔

۲- اگر چہ قلندری و درویشی اور سلطانی الگ الگ صفتیں ہیں لیکن یہ صفات آزاد مردوں کی فطرت میں روزِ ازل سے ایک ساتھ ہیں۔ وہ سلطانی میں بھی قلندر و درویش رہتے ہیں۔

۳- اللہ کے انہی مقبول بندوں (احرار) کی خاک میں وہ چنگاری پوشیدہ ہوتی ہے جسے زمانہ اٹھا کر سورج بنا دیتا ہے۔ ان کے قلب و روح سے عشقِ حق کی نکلنے والی چنگاری مدتوں ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ بنی رہتی ہے۔

۴- ایسے ہی مردانِ حر غیر اللہ یا باطل قوتوں کا طواف نہیں کرتے، صرف خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے وابستہ رہتے ہیں، جبکہ اے خدا! تیرے آج کے مومن و کافر سبھی باطل قوتوں وغیرہ کے پجاری بنے ہوئے ہیں، تجھ سے وابستہ نہیں رہے۔

---

## کافر و مومن

۱- کل ساحلِ دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے تو ڈھونڈ رہا ہے سمِ افرنگ کا تریاق؟
۲- اک نکتہ مرے پاس ہے شمشیر کی مانند برندہ و صیقل زدہ و روشن و براق
۳- کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

۱- کل جب میں دریا کے کنارے پر چل رہا تھا، خضر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو یورپی تہذیب و ثقافت کے زہر کے تریاق کی تلاش میں ہے؟

۲- میں تجھے ایک گہری بات بتاتا ہوں جو تلوار کی مانند کاٹ دار، صیقل زدہ اور روشن اور بجلی کی طرح روشن ہے۔

۳- وہ بات یہ ہے کہ کافر کی پہچان یہ ہے کہ وہ خود کو دنیا میں گم کر دیتا ہے جبکہ مومن کی

پہچان یہ ہے کہ آفاق اس میں گم ہیں یعنی کافر گویا اپنے مفادات کے چکر میں مادی دنیا سے خود کو وابستہ کرتا ہے لیکن ایک حقیقی مومن اپنے جوش و ولولہ عشق اور جہد و عمل سے اس کائنات کو تسخیر کر لیتا ہے۔

---

## مہدیِ برحق

۱۔ سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس — خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار

۲۔ پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں — نے جدت گفتار ہے نے جدتِ کردار

۳۔ ہیں اہل سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ — شاعر اسی فلاسِ تخیل میں گرفتار

۴۔ دنیا کو ہے اس مہدیِ برحق کی ضرورت — ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

۱۔ مشرق کی وہ قومیں ہوں جو اپنی پرانی حالت پر ٹکی بیٹھی ہیں یا مغرب کی اقوام جو ترقی کی طرف بڑھ رہی ہیں، دونوں ہی اپنے اپنے بنائے ہوئے خیالات کے قید خانوں میں محبوس ہیں۔ گویا اہل مشرق کی کاہلی و بے حسی اور اہل مغرب کی مادی ترقی پسندی دونوں بیکار سی اور ناقابل توجہ باتیں ہیں۔

۲۔ خواہ وہ گرجے کے پادری ہوں یا مسلم مذہبی رہنما ہوں، دونوں کی حالت کچھ ایسی ہے کہ ان میں نہ تو گفتار کا کوئی نیا پن ہے اور نہ ان کے عمل ہی ایسے ہیں جن میں معمولی سی جدت نظر آئے۔ ان کی باتیں اور ان کے عمل پرانی ڈگر پر ہی قائم ہیں اور حقیقت کو سمجھنے سمجھانے کی اہلیت سے محروم ہیں۔

۳۔ سیاستدان ہیں تو وہ بھی اسی قسم کے ہیر پھیر میں الجھے ہوئے ہیں جو کبھی پرانے دور میں ایسے لوگوں کا وطیرہ رہا ہے۔ شاعروں کو دیکھو تو ان کے خیالات/تخیلات بھی افلاس یا پستی اور گھٹیا پن کا شکار ہیں، جیسے وہ عظیم و اہم خیالات پیش کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ بھلا ایسے اشعار بھی کوئی لائق توجہ ہو سکتے ہیں:

ناتواں ہوں کفن بھی ہو ہلکا
ڈال دو سایہ اپنے آنچل کا

۴۔ آج اس دور کے لوگوں کو ایسے مہدی برحق کی اشد ضرورت ہے جس کی ایک نگاہ سے ان لوگوں کے خیالات و افکار میں ایک زلزلہ سا پیدا ہو جائے یعنی ان میں عظیم انقلاب آ جائے۔

## مومن (دنیا میں)

۱- ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۲- افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

۳- جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

## (جنت میں)

۴- کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن حوروں کو شکایت ہے کہ کم آمیز ہے مومن

(یہ اشعار بھی شیش محل بھوپال میں لکھے گئے)

۱- ایک سچا مومن اگر دوست احباب کی محفل میں ہو تو وہ ریشم کی طرح نرم ہوتا ہے۔ اس کا رویہ بڑا پیار محبت اور خلوص و ہمدردی کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے لیکن یہی مومن جب حق اور باطل کی جنگ میں ہو تو وہ فولاد بن جاتا ہے۔ اس میں ایسی قوت و طاقت ہوتی ہے کہ باطل قوت کو فنا کر دیتا ہے۔ علامہ کا یہ شعر ایک قرآنی آیت کا ترجمہ ہے جس میں ارشاد ہے ''وہ کافروں پر زور آور اور آپس میں نرم دل ہیں'' ایک اور آیت میں ارشاد ہے: ''وہ مسلمانوں پر نرم دل اور کافروں پر زبردست ہیں۔''

۲- مومن آسمانوں سے مقابلہ کی کھینچا تانی میں مصروف رہتا ہے۔ اگرچہ وہ خاک سے تخلیق ہوا ہے لیکن خاک سے آزاد ہے۔ گویا وہ ہر طرح کے مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتا اور پست ہمتی سے دور رہتا ہے۔

۳- اس کی نظریں چڑیا اور کبوتر جیسے کمزور شکاروں پر نہیں پڑتیں بلکہ وہ تو جبرئیل و اسرافیل کو شکار کرتا ہے۔ اس کے مقاصد اور ارادے بے حد عظیم ہوتے ہیں اور وہ اپنے عظیم جہد و عمل کی بنا پر کائنات کو تسخیر کرتا ہوا فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

(یہ تو رہی اس کی دنیاوی زندگی، اب جنت میں اس کی کیفیت ملاحظہ ہو)

۴- اسے دیکھ کر فرشتے یہ کہنے پر گویا مجبور ہو جاتے ہیں کہ مومن کی شخصیت تو بڑی دل کش و زیبا ہے، جبکہ حوروں کو یہ شکایت ہے کہ مومن ان سے میل ملاپ نہیں رکھتا۔ چونکہ اس کا مقصود محبوب حقیقی ہے اس لیے وہ ہر چیز سے بے نیاز رہتا اور اس کی توجہ محبوب ہی کی طرف رہتی ہے۔

## محمد علی باب

۱- تھی خوب حضورِ علما باؔب کی تقریر — بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعراب سمٰوات
۲- اس کی غلطی پر علما تھے متبسم — بولا تمھیں معلوم نہیں میرے مقامات
۳- اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد — محبوب تھے اعراب میں قرآن کے آیات

۱- محمد علی باب (لغت دیکھیے) نے علما کی محفل میں کیا خوب بات کہی (آخری شعر والی) وہ بیچارہ قرآن پڑھتے وقت سمٰوات کا غلط تلفظ کر رہا تھا، اس لفظ کی زیر زبر وغیرہ کو بدل کر پڑھ رہا تھا۔ لفظِ خوب میں گویا طنز ہے۔

۲- علما اس کی اس غلطی پر باہم مسکرا رہے تھے۔ ان کو مسکراتے دیکھ کر باب بولا کہ تم کو میرے روحانی مقام و مرتبہ کا علم نہیں ہے۔ (اسی لیے تم مسکرا رہے ہو)

۳- میں یہ واضح کر دوں کہ قرآنی آیات اب تک اعراب کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ اب قدرت نے میری امامت کے صدقے انہیں ان زنجیروں سے نجات دلا دی ہے۔

---

## تقدیر

(ابلیس و یزداں)

### ابلیس

۱- اے خدائے "کن فکاں" مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر — آہ! وہ زندانیِ نزدیک و دور و دیر و زود
۲- حرفِ استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا — ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

۱- اے خالق کائنات مجھے آدم سے کوئی دشمنی نہ تھی جس کی وجہ سے میں سجدے سے منکر ہوا۔ افسوس کہ وہ آدم اب زمان و مکاں کی قید میں گرفتار ہے۔ بھلا ایسے قیدی سے میں دشمنی کیوں کرتا، اس دشمنی سے مجھے کیا ملتا۔

۲- اصل بات یہ ہے کہ تیرے حضور میرے لیے غرور و تکبر سے بات کرنا ممکن نہ تھا، وہ تو تیری مشیت میں نہ تھا کہ میں یہ سجدہ کروں۔

## یزداں

۱۔ کب کھلا تجھ پہ یہ راز؟ انکار سے پہلے کہ بعد؟

۱۔ اچھا، تو اے ابلیس تو ذرا یہ بتا کہ میری مشیت کا راز تجھ پر انکار سے پہلے یا بعد میں کھلا، کب کھلا؟

## ابلیس

= بعد! اے تیری تجلی سے کمالاتِ وجود

= (خدا کے اس سوال پر ابلیس بتاتا ہے) اے ذاتِ اقدس ہستی کے تمام کمالات تیری ہی تجلی کا کرشمہ ہیں، یہ راز مجھ پر انکار کے بعد کھلا۔

## یزداں

(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

۱۔ پستیِ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے  کہتا ہے "تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود"

۲۔ دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام  ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دود

(ماخوذ از محی الدین ابن عربی)

۱۔ دیکھو یہ کہہ رہا ہے کہ میری (خدا کی) مشیت میں میرا سجدہ نہ تھا۔ اس کی اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی پست فطرتی نے اُسے اس قسم کی دلیل بجھائی ہے۔

۲۔ یہ اپنی آزادی کو مجبوری کا نام دے رہا ہے۔ کیسا ظالم ہے کہ اپنے شعلہ سوزاں کو خود ہی دھواں کہہ رہا ہے۔ شعلہ سوزاں استعارہ ہے آزادی کا اور دھواں مجبوری کا۔

---

## اے روحِ محمدؐ!

۱۔ شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر  اب تُو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

۲۔ وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں  پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے

۳۔ ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد  اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے

۴- اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ! آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

۱- ملتِ اسلامیہ کا نظام انتشار و افتراق کا شکار ہو چکا ہے۔ حضور اکرمؐ اب آپؐ ہی فرمایئے کہ اس صورتِ حال میں آپؐ کا مسلمان کدھر جائے یعنی مسلمان اب کس کا دامن تھامیں۔ (حضور اکرمؐ کی روحِ پاک سے خطاب ہے)

۲- عرب کا سمندر طوفان، جوش اور ہنگامے کی لذت سے محروم ہو چکا ہے۔ اب جو طوفان مجھ (میرے دل) میں پوشیدہ ہے، وہ کس سمندر کا رخ کرے۔ عربوں کی بے حسی اور بے تنظیمی کی طرف اشارہ ہے۔

۳- عرب کے پہاڑوں اور بیابانوں میں بیٹھے ہوئے حدی خوان اگرچہ ان کے قافلے نہیں رہے، سواریاں بھی غایب ہیں اور سامان سفر بھی ان کے پاس نہیں رہا، اس صورت حال میں وہ کہاں جائیں۔ گویا ان میں نہ تو تنظیم رہی ہے اور نہ ہی ان کے پاس زندگی کا ایسا سروسامان نظر آتا ہے جس سے دوسری قومیں مالا مال ہیں۔ آخر وہ کیا کریں، کدھر جائیں۔

۴- اے حضور پاکؐ کی روحِ پاک تو ہی یہ راز آشکار کر کہ قرآنی آیات (قرآن کریم) کا محافظ اس انتشار کی حالت میں کس طرف کا رخ کرے، کس کے پاس جائے۔

---

## مدنیتِ اسلام

۱- بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے — یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں

۲- طلوع ہے صفتِ آفتاب اس کا غروب — یگانہ اور مثالِ زمانہ گوناگوں

۳- نہ اس میں عصرِ رواں کی حیا سے بیزاری — نہ اس میں عہدِ کہن کے فسانہ و افسوں

۴- حقایقِ ابدی پر اساس ہے اس کی — یہ زندگی ہے، نہیں ہے طلسمِ افلاطوں

۵- عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال — عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوزِ دروں

۱- میں تجھے بتاؤں کہ مسلمان کی حقیقی زندگی کیا ہے، یا کیسی ہونی چاہیے۔ اس زندگی میں عقل و خرد بھی اپنے کمال پر ہوتی ہے اور عشق بھی پورے عروج پر ہوتا ہے۔ گویا مسلمان کی زندگی میں یہ دونوں اپنے اوجِ کمال کی صورت میں باہم اور پہلو بہ پہلو ہوتے ہیں۔

۲۔ اس کا غروب بھی سورج کے طلوع کی مانند یعنی روشن ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ (مسلمان) ایک جگہ غروب ہو کر دوسری جگہ طلوع ہو جاتا ہے۔ گویا اس کا طلوع و غروب برابر ہے۔ وہ منفرد یعنی اپنی مثال آپ ہے اور زمانے کی طرح اس کے کئی رنگ یا انداز ہیں یعنی وہ موقع و محل کے مطابق پیغام حق کی اشاعت میں لگ جاتا ہے۔

۳۔ وہ موجودہ زمانے کی حیا سے بیزار نہیں ہوتا۔ آج کی تہذیب و ثقافت کے برعکس جس میں حیا نہیں رہی، وہ حیا دار ہے اور اس میں پرانے زمانے کے سے افسانوں اور قصے کہانیوں یعنی اوہام اور جھاڑ منتر جیسی باتیں نہیں ہیں۔ وہ ان سے دور ہے۔

۴۔ اس کی تہذیب و تمدن کی بنیاد ہمیشہ برقرار رہنے والی حقیقتوں پر ہے۔ مسلمان کی یہ زندگی ایک حقیقت ہے، افلاطون کے سے فکر و خیال کا طلسم نہیں ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۵۔ اس کے عناصر میں حضرت جبرئیلؑ کا سا ذوقِ جمال ہوتا ہے، نیز یہ زندگی عجم کے حسنِ فکر و حسنِ اخلاق اور نفاست پسندی اور عرب کی سی گرم جوشی و حرارتِ عشق سے سرشار ہوتی ہے۔ ذوق جمال سے مراد پاکیزگی اور لطافت کا جذبہ و شوق ہے۔

---

## امامت

۱۔ تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے — حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
۲۔ ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
۳۔ موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست — زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
۴۔ دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے — فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
۵۔ فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اس کی — جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

۱۔ اے مخاطب! تو نے امامت/رہنمائی کی حقیقت کے بارے میں مجھ سے پوچھا ہے۔ خدا کرے کہ جس طرح مجھ پر قدرت نے کائنات کے راز آشکار کر دیے ہیں، اسی طرح وہ تجھے بھی ان سے آشنا کر دے کہ اسی صورت میں میرا جواب تجھ پر واضح ہو سکے گا۔

۲۔ تیرے دور کا سچا اور حقیقی امام وہی ہے جو تجھے آج کے دور کے حالات سے بیزار کر دے۔ یعنی تجھ میں ایسا سچا جذبۂ عشق پیدا کر دے جس کی بنا پر تو کائنات کی تسخیر بھی کر

سکے اور ایسے حالات کو بھی بدل ڈالے۔

۳۔ وہ تجھے موت کے آئینے میں محبوب حقیقی کا چہرہ دکھا کر تیرے لیے زندگی مزید دشوار کر دے۔ مراد یہ کہ ایسا امام ایک سچا امام / رہبر ہے جو تجھ میں راہِ حق میں شہادت کا جذبہ پیدا کر کے دیدارِ محبوب حقیقی کے یقین سے تجھے سرشار کر دے۔

۴۔ وہ تجھ میں اس نقصان کا احساس پیدا کر دے جس سے تو صدیوں سے دوچار ہے، اور یوں تیرے لہو میں جوش جذبہ پیدا کر کے اس نقصان کی تلافی کے لائق تجھے بنا دے۔ تجھے فقر کی سان پر چڑھا کر تجھے تلوار بنا دے یعنی تجھ میں فقر و درویشی پیدا کر کے تجھے ایسی قوت و طاقت کا حامل بنا دے کہ تو باطل قوتوں کی تباہی کا سامان بہ آسانی کر سکے۔

۵۔ جو شخص مسلمانوں کو بادشاہوں یا حکمرانوں کی پرستش اور پوجا کرنے والا بنا دے، اس کی امامت درحقیقت امت مسلمہ کے لیے سراسر فتنہ و مصیبت اور ایک طرح سے آزمائش ہے۔

---

## فقر و راہبی

۱۔ کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی — تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
۲۔ سکوں پرستی راہب سے فقر ہے بیزار — فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی
۳۔ پسند روح و بدن کی ہے وانمود اس کو — کہ ہے نہایتِ مومن خودی کی عریانی
۴۔ وجود صیرفیِ کائنات ہے اس کا — اسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی
۵۔ اسی سے پوچھ کہ پیشِ نگاہ ہے جو کچھ — جہاں ہے یا کہ فقط رنگ و بو کی طغیانی
۶۔ یہ فقر مردِ مسلماں نے کھو دیا جب سے — رہی نہ حالتِ سلمانی و سلیمانی

۱۔ تو جو درویش و فقر اور رہبانی کو ایک ہی سمجھتا ہے تو اس لحاظ سے تیری مسلمانی شاید کچھ اور ہی چیز ہے۔ اسلام ترکِ دنیا کے خلاف ہے۔ اسے رہبانی ہی کی طرح سمجھنا گویا حقیقی اسلام سے دوری ہے۔

۲۔ راہب کی سی آرام طلبی سے فقر کو کوئی دلچسپی نہیں وہ اس سے بیزار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فقیر کی کشتی ہمیشہ طوفانوں ہی میں رہتی ہے۔ سچا درویش آرام طلبی کو برا سمجھتا ہے اور وہ مسلسل حرکت و گردش میں رہتا اور باطل قوتوں سے ٹکرا کر مصائب و آلام ہی

میں رہنا اچھا سمجھتا ہے۔

۳۔ سچے درویش کو اپنے جسم و روح کو آزمایشوں کے میدان میں آشکار کرنا پسند ہے، اس لیے کہ مومن کی عمل پسندی کا کمال یہی ہے کہ اس کی خودی بے نقاب ہو جائے اور دوسرے اس سے متاثر ہو کر یہی راہ اختیار کرنا پسند کریں یا اس کی کوشش کریں۔

۴۔ درویشِ حقیقی کا وجود اس کائنات کے کھرے کھوٹے کو پرکھنے جانچنے کی کسوٹی ہوتا ہے، اس لیے کہ وہی اس بات سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے کہ کونسی چیز کو بقا حاصل ہے اور کون سی چیز فنا ہو جانے والی ہے۔ گویا وہ نیکی اور بدی اور حق اور باطل کے بارے میں بتاتا ہے کہ نیکی اور حق کو بقا حاصل ہے، اسے اختیار کرو اور باطل اور بدی سے بچو اور ان کو مٹانے کا سامان کرو۔

۵۔ تو درویش ہی سے پوچھ کہ یہ جو کچھ اس کائنات میں نظر آ رہا ہے، آیا یہ کائنات ہے یا محض رنگ و بو کی طغیانی ہے۔ اس حقیقتِ حال کی اسے ہی خبر ہے کہ یہ کائنات اور اس کی ہر شے کا حقیقی وجود نہیں ہے، وجودِ مطلق صرف ذاتِ باری ہے اور اسی کی رضا پر عمل پیرا ہو کر خود کو اشرف المخلوقات ثابت کرنا ہے۔

۶۔ جب سے مسلمانوں نے اس سچی درویشی کو بھلا دیا یا کھو دیا ہے، ان میں نہ تو حضرت سلمانؓ فارسی جیسا تقویٰ رہا ہے اور نہ حضرت سلیمانؑ جیسا جاہ و جلال اور عدل و انصاف رہا ہے۔ وہ اس نورانی نظر سے بھی محروم ہو چکے ہیں جو حقیقت تک پہنچنے کی خوبی کی حامل ہوتی ہے۔

---

# غزل

| | |
|---|---|
| ۱۔ تیری متاعِ حیات علم و ہنر کا سرور | میری متاعِ حیات ایک دلِ ناصبور |
| ۲۔ معجزۂ اہلِ فکر فلسفہ پیچ پیچ | معجزۂ اہلِ ذکر موسیٰ و فرعون و طور |
| ۳۔ مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلماں تجھے | تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النشور |
| ۴۔ ایک زمانے سے ہے چاک گریباں مرا | تو ہے ابھی ہوش میں! میرے جنوں کا قصور |
| ۵۔ فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے | حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور |
| ۶۔ خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم | عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور |

۱- تیری زندگی کا سرمایہ تیرا علم و ہنر میں مست و محو رہنا ہے جبکہ میری زندگی کی دولت و متاع ایک بے صبر دل ہے۔ گویا تو صرف علم ہی میں مست ہے لیکن عشق کے نزدیک بھی نہیں پھٹکا اور اس کے برعکس میں عشق حقیقی کے جذبے سے سرشار ہوں۔

۲- اہلِ عقل و خرد کی کرامت بہت الجھے ہوئے فلسفے کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے جس سے حقیقت تک رسائی ممکن نہیں ہے، اس کے برعکس اہلِ ذکر یعنی عشق حق سے سرشار حضرات کی کرامت حضرت موسیٰؑ، فرعون اور طور کی صورت میں ہے۔ حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر آگ کی تلاش میں پہنچے، وہ دراصل نورِ ایزدی تھا اور اس کے بعد وہ پیغمبر بن گئے اور فرعون جیسے ظالم و جابر حکمران کی تباہی کا باعث بن گئے۔

۳- (اے آج کے مسلمان) میں نے جو تجھے مسلمان کہا ہے تو یہ محض مصلحت کی خاطر تھا ورنہ تیرے عملوں اور تیری سوچ بچار میں تو اسلام کی کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی۔ ورنہ پہلے مسلمانوں کے سانس بھی، جذبۂ عشق کے باعث، قیامت کی گرمی رکھتے تھے، جس سے تو محروم ہے۔

۴- میرا گریبان تو ایک مدت ہوئی پھٹ کر تار تار ہو گیا ہے، جو عشق میں مستی کی علامت ہے لیکن تو ہے کہ ابھی تک ہوش میں ہے، اس جذبے سے خالی ہے۔ تو کیا یہ میرے جنون یا عشق کا قصور ہے۔ یہ تو تیری اپنی خامی ہے۔ یہاں جنوں سے مراد ملت کا غم بھی ہو سکتا ہے جس کے باعث شاعر آہ و فریاد کر رہا ہے لیکن آج کا مسلمان اس آہ و فریاد کا اثر ہی نہیں لے رہا۔ ظاہر ہے اس معاملے میں شاعر بے قصور ہے۔

۵- اگر تجھے فیضِ نظر حاصل کرنے کی خواہش ہے تو بولنے میں جلدی کا مظاہرہ نہ کر، خاموش رہ۔ اس لیے کہ اہلِ نظر یا مردانِ حق کے سامنے الٹی سیدھی باتیں کہنا اچھی بات نہیں ہے۔

۶- وہ قوم جس کا عشق بیباک اور نڈر ہو اور فقر غیرت مند ہو وہ دنیا میں کبھی اور کسی صورت بھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتی۔ قوم کی عظمت و بقا کے لیے گویا یہ دو صفات بنیادی ضرورتیں ہیں۔

---

## تسلیم و رضا

۱- ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا

۲۔ ظلمت کدۂ خاک پہ شاکر نہیں رہتا ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشو ونما کا
۳۔ فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا
۴۔ جرأت ہے نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

۱۔ اگر توجہ اور غور سے دیکھا جائے تو یہ الجھا ہوا نکتہ ہر شاخ سے نمایاں نظر آتا ہے کہ پودوں کو بھی فضا کی وسعت کا احساس ہے۔ گویا یہی احساس ہے جس کے باعث وہ ہر طرف پھیلتے نظر آتے ہیں۔

۲۔ اب دانے یا بیج کو دیکھو تو اس میں بھی ہر لحہ اپنی نشو ونما کا شوق جنون کی حد تک ہے جس کے باعث وہ مٹی کے تاریک گھر میں رہنا گوارا نہیں کرتا۔ بیج کو زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ نشو ونما پا کر پودے یا درخت کی صورت میں باہر آتا ہے۔

۳۔ تو ان پودوں وغیرہ پر توجہ کر کے سبق حاصل کر اور یوں فطرت وقدرت کے جو تقاضے ہیں ان کی راہ عمل بند نہ کر، یہ تقاضے پورے ہونے دے۔ تسلیم و رضا کا وہ مطلب نہیں ہے جو تو سمجھتا ہے۔ مطلب یہ کہ نشو ونما کے فطری تقاضے یہی ہیں کہ جہد وعمل سے کام لیا جائے نہ یہ کہ تو اپنے آرام سے بیٹھ رہنے کو تسلیم ورضا کا نام دے۔

۴۔ اے مردِ خدا! اگر تجھ میں نشو ونما کی ہمت وجرأت ہے تو یہ فضا تنگ نہیں۔ آگے بڑھ، جہد وعمل سے کام لے اور اپنے لیے وسعت کا سامان کر، اللہ کا ملک تنگ نہیں ہے۔ جہد وعمل اور جوش وجذبہ سے بھر پور کام لے، پھر اس کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ۔ ایک پنجابی صوفی کے بقول:

مالی دا کم پانی پاناں بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پھُل لانا لاوے یا نہ لاوے

---

## نکتۂ توحید

۱۔ بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
۲۔ وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لا الہٰ میں ہے طریقِ شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے
۳۔ سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے تو حرب وضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے
۴۔ جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا تو حرب وضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے

۵- مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

۱- توحید کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے۔ یہ ایسا نکتہ ہے جسے بیان کرنا مشکل نہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ تیرے دماغ میں بت خانہ ہی سمایا ہوا ہے۔ یعنی تو مادی مفادات کے حصول ہی میں لگا رہتا ہے، کہ یہ بھی ایک طرح سے بت ہیں، پھر بھلا تو توحید کے نکتے کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔

۲- لا الٰہ الا اللہ (کلمہء توحید) میں شوق کی جو رمز چھپی ہوئی ہے، وہ اس لائق تو ہے کہ اسے واضح کر دیا جائے لیکن اگر شیخ کا انداز اس سلسلے میں فقیہوں کا سا ہو تو اس رمز کو کیونکر سمجھا جا سکے گا۔ توحید ہی پر ایمان کی بدولت انسان افضل مخلوقات بنا ہے۔ اسے کائنات کی ہر شے میں اسی ذات کا جلوہ نظر آتا ہے لیکن فقیہوں کا طرز فکر توحید کی رمز کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

۳- حق اور باطل کی جنگ میں جو سرور و لطف ہے، وہ تو اس جنگ میں شامل ہونے والا ہی اٹھا سکتا ہے لیکن تو تو جنگ اور روار کرنے کی حالت ہی سے بیگانہ ہے، غلامانہ ذہن کا مالک ہے تو کیونکر اس سرور و لذت سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

۴- اس دنیا میں ایک مردِ حُر یا مردِ حق کے کیسے کیسے مشاہدے ہیں۔ وہ جو کچھ اس دنیا میں دیکھتا اور تجربے کرتا ہے، ان کو تیرے سامنے بیان بھی کیا جائے تو تو بالکل نہ سمجھ سکے گا، اس لیے کہ تیری تو نگاہ ہی غلامی پر متوجہ ہے۔ تو غلامی ہی میں خوش رہتا ہے۔ اس صورت میں تو ایک مردِ آزاد/ مردِ مومن کے مشاہدوں کو نہیں سمجھ سکتا۔

۵- درویشی کا مقام و مرتبہ سلطانی و بادشاہ سے کس قدر بلند ہے (بے حد بلند ہے) اسے ایسا شخص ہرگز نہیں سمجھ سکتا جس کا طرزِ زندگی ہی بھکاریوں کا سا ہو۔

---

## الہام اور آزادی

۱- ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز
۲- اس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی ہو جاتی ہے خاکِ چمنستاں شرر آمیز
۳- شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغانِ سحر خیز
۴- اس مردِ خود آگاہ و خدا مست کی صحبت دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز

۵۔ محکوم کے الہام سے اللہ بچائے غارت گر اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز

۱۔ جس آزاد بندے کو اللہ تعالیٰ الہام سے نوازے، اس کی نگاہ دوسروں کے فکر وعمل کی قوت کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہے یعنی ان کے فکر اور عمل میں نیا جوش وولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۔ اس بندۂ آزاد کے سانس کی حرارت میں کچھ ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ اس سے چمن کی خاک بھی گویا شعلے اگلنے لگتی ہے۔ گویا جو انسان سکون وراحت ہی کے چکر میں رہتے ہیں، ان میں بھی عشق حقیقی کا سوز و جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جہد وعمل کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اسی آزاد بندے کی بدولت بلبل بھی شاہین کے سے طور طریقے اختیار کر لیتی ہے، نیز صبح کے وقت چہچہانے والے پرندوں کے طور طریقوں میں ایک عظیم تبدیلی آ جاتی ہے۔

۴۔ اپنی حقیقت سے آگاہ اور عشقِ خدا میں سرشار اس مردِ آزاد کی صحبت میں بیٹھنے والے بھکاریوں کو بھی جمشید اور خسرو پرویز جیسے عظیم بادشاہوں کی سی شان وشوکت میسر آ جاتی ہے۔

۵۔ لیکن اس کے برعکس ایک غلام کا الہام کچھ ایسا ہے کہ اللہ ہی اس سے بچائے۔ وہ تو چنگیز جیسے غارت گر کی صورت میں قوموں کو تباہ کرنے والا ہوتا ہے۔ یعنی ان کے ایمان کی دولت کو لوٹتا اور خود انہیں تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔

---

## جان وتن

۱۔ عقل مدت سے ہے اس پیچاک میں الجھی ہوئی روح کس جوہر سے، خاکِ تیرہ کس جوہر سے ہے

۲۔ میری مشکل؟ مستی وشور وسرور ودرد وداغ تیری مشکل؟ مے سے ہے ساغر کہ مے ساغر سے ہے

۳۔ ارتباطِ حرف ومعنی؟ اختلاطِ جان وتن؟ جس طرح اخگر قبا پوش اپنی خاکستر سے ہے

۱۔ انسانی عقل ایک طویل مدت سے اس الجھن کی شکار ہے کہ روح کا جوہر (اصل) کیا ہے اور سیاہ مٹی (جسم انسانی) پہلے کس طرح ظہور پذیر ہوئی؟

۲۔ میری مشکل کیا ہے؟ میری مشکل یہ ہے کہ انسان میں مستی وشور اور سرور اور درد وداغ جیسی جو مختلف روحانی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں، ان کا سرچشمہ یا ان کی اصلیت کیا ہے۔

اس کے برعکس اے مخاطب! تیری سوچ اسی مسئلے میں الجھی ہوئی ہے کہ جام کی اصل و حقیقت شراب سے ہے یا شراب کی اصل جام سے ہے۔ یعنی تو سراسر مادی الجھنوں میں الجھا ہوا ہے اور اپنی دماغی قوت ان کے حل پر صرف کر رہا ہے۔ گویا تو اس سوچ میں گرفتار ہے کہ مادہ کی بنیاد روح ہے یا روح کی بنیاد مادہ ہے۔

۳- لفظ اور معنی میں باہمی ربط کیا چیز ہے؟ اور جان اور جسم میں باہمی میل جوڑ کیا چیز ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ان کا ربط اور میل جوڑ بالکل اسی طرح ہے جس طرح شرارہ اپنی راکھ کا لباس پہن لیتا ہے۔ گویا شرارہ کو آگ سے الگ کر دیا جائے تو اس کا اوپر کا حصہ آہستہ آہستہ راکھ بنتا چلا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ آگ اور راکھ کی اصل ایک ہی ہے۔ بعینہٖ روح اور مادے کو ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں سمجھنا چاہیے۔

---

## لاہور اور کراچی

۱- نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور ۔۔۔ موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر

۲- ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ ۔۔۔ قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

۳- آہ! اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں ۔۔۔ حرفِ ''لاتدع مع اللہ الٰہاً آخر''

(اس نظم کے پس منظر کے لیے لغت ملاحظہ ہو)

۱- ایک صاحبِ غیرت مسلمان کی نظر صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے، یعنی جو کچھ بھی وہ مانگتا ہے صرف اسی ذاتِ اقدس سے مانگتا ہے۔ وہ موت سے نہیں ڈرتا، اس لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس مادی جہان سے اس روحانی دنیا کا سفر ہے جس کے لیے مومن ہر وقت تیار رہتا ہے۔

۲- تو ان شہیدوں کا خون بہا انگریز کی حکومت سے نہ مانگ، ایسے شہید جن کا خون اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے حرم سے بھی بڑھ کر ہے۔ انہوں نے حضور اکرم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو قتل کر کے پھانسی کی سزا پائی اور یوں شہادت کا عظیم درجہ حاصل کر لیا۔

۳- افسوس اے مردِ مسلمان کیا تجھے قرآنِ کریم کا یہ ارشاد یاد نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم نہ پکار، گویا جب اللہ کے سوا اور کوئی حاکم و معبود پکارے جانے کے لائق نہیں

ہے تو ان شہیدوں کا خون بہا کیوں اور کس لیے مانگا جائے، وہ تو شہادت جیسی عظیم دولت سے مالا مال ہوئے ہیں۔

---

## نبوت

۱- میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ — مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
۲- ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر — فاش ہے مجھ پہ ضمیرِ فلکِ نیلی فام
۳- عصرِ حاضر کی شبِ تار میں دیکھی میں نے — یہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
۴- وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش — جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

۱-۔ نہ تو میں کوئی صاحب معرفت ہوں، نہ کوئی جدت پسند ہوں اور نہ کوئی محدث و فقیہ ہوں، اسی لیے مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ نبوت کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اس سے تو مذکورہ حضرات ہی آگاہ ہیں۔

۲- ہاں اتنا ضرور ہے کہ میری تمام تر توجہ عالمِ اسلام پر ہے اور مجھ پر اس نیلے آسمان کا ضمیر (جو کچھ اس کے ضمیر میں ہے) ظاہر ہے۔ عالم اسلام کے حالات سے میں پوری طرح باخبر ہوں۔

۳-۴: موجودہ دور میں، جو گویا ایک تاریک رات کی مانند ہے، میں نے چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن یہ حقیقت دیکھی ہے کہ ایسی نبوت جو قوت اور عظمت و شوکت کے پیام کی حامل نہیں ہے، وہ گویا مسلمانوں کے لیے بھنگ کی پتی ہے، جسے پینے سے آدمی پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور اس کے اعضا بے حس ہو جاتے ہیں۔

---

## آدم

۱- طلسم بود و عدم جس کا نام ہے آدم — خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن
۲- زمانہ صبحِ ازل سے رہا ہے محو سفر — مگر یہ اس کی تگ و دو سے ہو سکا نہ کہن
۳- اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں — وجودِ حضرتِ انساں نہ روح ہے نہ بدن

۱- یہ ہستی اور نیستی کا طلسم جسے انسان کہا جاتا ہے، خدا کا ایک ایسا راز ہے جسے بیان کرنا

ممکن نہیں ہے، یا زبان اسے بیان کرنے پر قدرت نہیں رکھتی۔

۲- زمانہ اگرچہ صبح ازل ہی سے (کائنات کی تخلیق کے آغاز ہی سے) گرم سفر ہے لیکن اس کی بھاگ دوڑ انسان کو پرانا اور فرسودہ نہیں بنا سکی۔ گویا انسان ہر لحظہ اپنے خیالات وافکار میں نت نئی جدت پیدا کرتا رہتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شروع سے آج تک ویسے کا ویسا ہی جدید و تازہ یا نیا ہے۔

۳- اگر تو میری اس بات سے الجھن میں نہ پڑ جائے تو میں واضح طور پر یہ بیان کر دوں کہ انسان کا وجود نہ روح ہے اور نہ بدن۔ گویا یہ کچھ اور ہی شے ہے۔

---

## مکہ اور جنیوا

۱- اس دَور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام ۔۔۔ پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم
۲- تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود ۔۔۔ اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم
۳- مکے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام ۔۔۔ جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم

۱- (پس منظر کے لیے لغت ملاحظہ ہو) گو آج کے دور میں قوموں کے درمیان عام میل جول کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے لیکن انسان کی وحدت (سب انسان ایک ہیں) نگاہوں سے چھپی ہی رہی ہے۔ گویا جمعیت اقوام کے بانی یہ نکتہ نہ پا سکے کہ اصل مقصد انسان میں اتفاق و وحدت پیدا کرنا ہے مختلف قوموں کو باہم ملانا نہیں۔

۲- اہل یورپ کی اس جمعیتِ اقوام کا مقصد دراصل یہ ہے کہ دوسری قوموں میں تفرقہ ڈالا جائے اور انہیں ایک دوسری سے الگ الگ کر دیا جائے تاکہ وہ اس طرح دوسری قوموں کو اپنا غلام بنائے رکھیں یا بنا لیں جبکہ اسلام کا مقصود صرف یہ ہے کہ پوری دنیا کے انسانوں کو باہم متفق و متحد رکھا جائے، وہ ایک ملت بن جائیں، جو بلاشبہ ایک عظیم مقصد ہے۔

۳- مکہ معظمہ نے جنیوا کی سرزمین کو یہ پیغام دیا کہ تم نے جو جمعیتِ اقوام بنائی ہے، یہ اصل مقصد نہیں، اصل مقصود تو تمام انسانوں میں باہمی میل جول اور برادرانہ جذبے پیدا کر کے انہیں ایک ملت کی صورت دینا ہے۔

---

## اے پیرِ حرم

۱- اے پیرِ حرم رسم و رہِ خانقہی چھوڑ — مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
۲- اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت — دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
۳- تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے — مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
۴- دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی — دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا
۵- کہہ جاتا ہوں میں زورِ جنوں میں ترے اسرار — مجھ کو بھی صلہ دے مری آشفتہ سری کا

۱- اے مسلمانوں کے مذہبی رہنما تو خانقاہی طور طریقے چھوڑ اور صبح کے وقت میری زبان سے جو نوا نکل رہی ہے، اس کا مقصد سمجھ۔ صوفیوں وغیرہ سے خطاب ہے کہ وہ ترکِ دنیا کے طور طریقے چھوڑیں اور علامہ کے شعری افکار میں بیان کردہ حقیقتوں پر غور و فکر کریں۔

۲- جن نوجوانوں کی رہنمائی سے اللہ نے تجھے نوازا ہے، اللہ انہیں سلامت رکھے، تو انہیں خود شکنی اور خود نگری کا درس دے۔ یعنی آپ صوفیا حضرات ایسا درس دے کر انہیں شریعت کی لائیں، وہ اپنا عظیم مقصدِ زندگی سمجھیں اور یوں اپنی عظیم ذمہ داریاں نبھانے کی طرف آئیں۔

۳- یورپ کی تہذیب و ثقافت سے متاثر ہونے کے باعث وہ عیاری اور مکاری کی طرف راغب ہیں، ان کے مزاج میں نزاکت سما گئی ہے، جبکہ انہیں بے حد درجہ جوش و جذبہ اور محنت و جفاکشی کا حامل ہونا چاہیے۔ آپ حضرات ان جوانوں کو ان جذبوں کی طرف لائیں۔

۴- دو صدیوں کی غلامی نے ان کا دل توڑ دیا ہے۔ آپ حضرات ان کی اس پریشانی کا کوئی چارہ سوچیے یعنی کیجیے۔ یہ نوجوان اعلیٰ مقاصد اور استقلال سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان کا علاج ضروری ہے۔

۵- میں تیرے (غالباً خدا کے) عشق کے جوش میں تیرے اسرار ظاہر کر چھوڑتا ہوں۔ تو مجھے بھی اس عشقِ کامل کا کچھ صلہ عطا فرما۔

# مہدی

۱- قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف  یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغِ چمن کو
۲- مجذوبِ فرنگی نے باندازِ فرنگی  مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
۳- اے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار  نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
۴- ہو زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں  یا چاک کریں مردکِ ناداں کے کفن کو

۱- قوموں کی زندگی کا دارومدار ان کے تخیل یعنی نصب العین پر ہے۔ یہ ذوق چمن کے پرندوں کو ادب سکھاتا ہے۔ گویا جیسا بھی کسی قوم کا نصب العین ہوگا (اچھا، گھٹیا) ویسے ہی سانچے میں اس کی زندگی ڈھل جائے گی۔

۲- یورپ کے مجذوب/ دیوانے (یعنی نیٹشے) نے یورپ کے انداز کے مطابق مہدی کا تخیل پیدا کر کے اس سے اپنے وطن (جرمنی) کی زندگی میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ گویا یہ مہدی ہی کا تخیل تھا جو یورپ کے علوم وفنون کے سانچے میں ڈھل کر ''فوق البشر'' کی صورت اختیار کر گیا۔

۳- تو (اے مخاطب) جو مہدی کے تخیل سے بیزار نظر آتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ یہ تخیل تو ملت کے لیے اسی حیثیت کا مالک ہے جو ختن کے لیے مشک والے ہرنوں کی ہے، تو اپنی اس بیزاری سے ختن کو مذکورہ ہرنوں سے کیوں محروم کر رہا ہے۔ ایسا نہ کر۔

۴- اگر کوئی زندہ آدمی کفن پہن لے تو کیا اسے مردہ سمجھا جائے، یا ایسے ناداں آدمی کے کفن کو تار تار کر دیا جائے۔ یعنی محض تخیل یا نصب العین سامنے رکھ کر سست الوجودی اور کاہلی اختیار کر لی جائے، تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اصل مقصد تو مسلسل جہد وعمل جاری رکھنا ہے، جو زندگی کی علامت ہے، اور جب تک زندگی برقرار ہے جہد وعمل ترک کرنا ایسے ہی ہوگا جیسے تو محض ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔

---

# مردِ مسلماں

۱- ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن  گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
۲- قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت  یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

۳- ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
۴- یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
۵- قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان
۶- جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
۷- فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز آہنگ میں یکتا صفتِ سورہ رحمٰن
۸- بنتے ہیں مری کارگہِ فکر میں انجم لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

۱- مومن کی شخصیت ایسی ہے کہ اس کی شان اور آن میں ہر لمحہ نیا پن پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اس کی گفتار اور کردار یعنی باتوں اور عمل کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہوتا ہے۔

۲- جب یہ چار عناصر قہاری اور غفاری نیز قدوسی و جبروت کسی انسان میں پیدا ہو جائیں تو وہ ایک حقیقی مسلمان بن جاتا ہے۔ (لغت بھی دیکھیے)

۳- بندۂ مومن/مسلمان کی تخلیق اگرچہ خاک سے ہوتی ہے لیکن وہ اپنے حسنِ عمل اور جدوجہد سے جبرئیل امین کا ہمسایہ بن جاتا ہے۔ وہ جغرافیائی حدود یعنی وطنیت کا قائل نہیں ہے۔ بخارا اور بدخشاں جغرافیائی حدود و وطنیت کا استعارہ ہیں۔ بہرحال وہ اپنے وطن کی خدمت مخلصانہ انداز میں کرتا رہتا ہے۔

۴- اس بھید سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہے کہ مومن اگرچہ قرآن کا قاری (پڑھنے والا) دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں وہ قرآن کریم کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی ہر بات اور ہر پیغام پر عمل کرتا ہے۔

۵- اس کے ارادے قدرت کے مقاصد کی کسوٹی ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ قدرت جس امر کا تقاضا کرتی ہے یا جو کچھ چاہتی ہے، وہ اسے عمل کی صورت دے دیتا ہے۔ وہ دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی خدا کی ترازو ہوتا ہے یعنی وہ دنیا میں بھی نیکی اور بدی میں تفریق کرتا، نیکی کو بدی سے الگ کرتا ہے اور قیامت کے روز بھی وہی نیک و بد کا معیار ٹھہرے گا۔

۶- وہ ایک ایسی شبنم ہے جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک پڑ جاتی ہے، گویا جہاں نرم رویے کی ضرورت ہوتی ہے وہاں وہ مذکورہ شبنم کی صورت ہوتا ہے اور جہاں باطل قوتوں سے ٹکرانے کا موقع آجائے وہاں وہ گویا ایسا طوفان ہوتا ہے جس سے دریاؤں کے دل بھی کانپ کانپ اٹھتے ہیں۔ علامہ نے ایک قرآنی آیت کا ترجمہ درج ذیل شعر میں بھی کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۷- مسلمان کے شب و روز یعنی زندگی میں فطرت کے نغموں کا بڑا سرور پایا جاتا ہے۔ اس کے ان نغموں کے سروں میں وہی ہم آہنگی ہے جو قرآن کریم کی سورۂ رحمٰن کی خاص خصوصیت ہے۔ (لغت دیکھیے)

۸- میرے فکر و خیال کے کارخانے میں ستارے بن رہے ہیں، اے مخاطب تو ان میں سے اپنے مقصد کا ستارہ چن لے۔ یہ کہنا چاہا ہے کہ میری شاعری میں جو حقیقتیں اور معرفتیں ہیں وہ گویا ستاروں کی مانند روشن ہیں۔ تو بھی اپنی اہلیت و قابلیت کے مطابق ان سے استفادہ کر کے اپنی تقدیر کو سنوار لے۔

---

# پنجابی مسلمان

۱- مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد

۲- تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد

۳- تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

(یہ جو خصوصیات یہاں بیان کی گئی ہیں بڑی عجیب و غریب اور پنجاب کے بیشتر مسلمانوں کی ہیں)

۱- مذہب کے معاملے میں پنجابی مسلمان کی طبیعت بڑی جدت پسند واقع ہوئی ہے۔ اگر وہ کسی جگہ رکتا ہے تو فوراً آگے نکل جاتا ہے۔ گویا اگر کوئی شخص مذہب کے نام پر کوئی نئی چیز پیش کرتا ہے تو یہ مسلمان جلد اس کی طرف دوڑتا ہے، لیکن پھر اس نئے عقیدے کو زیادہ دیر تک نہیں اپناتا، اسے جلد چھوڑ دیتا ہے۔

۲- اگر کبھی تحقیق یا چھان بین کا موقع آ جائے تو اس میں اسے کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی لیکن اگر کوئی شخص پیری مریدی کا کھیل شروع کر دے تو یہ اس میں جلد مات کھا جاتا ہے یعنی بڑی جلدی اس شخص کا معتقد و مرید بن جاتا ہے۔ خواہ وہ نام نہاد صوفی سراپا عیاری و مکاری کا نمونہ ہو۔

۳- اگر کوئی شکاری تاویل کا پھندا لگا دے تو یہ مسلمان بڑی تیزی سے اس کی طرف لپکتا

ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کوئی پرندہ دانہ دیکھتے ہی شاخ سے زمین پر اتر آتا اور یوں جال میں پھنس جاتا ہے۔ گویا اس میں تحقیق اور غور کا مادہ نہیں ہے اسی لیے وہ اس قسم کی گھٹیا باتوں کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

---

## آزادی

۱۔ ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے — حریتِ افکار کی نعمت ہے خداداد

۲۔ چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس — چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد

۳۔ قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر — چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

۴۔ ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا — اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

۱۔ انگریز حکمرانوں کے دور میں آزادیِ فکر مسلمانوں میں کچھ عجیب انداز میں اور اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کسی میں جرأت نہیں ہے کہ کوئی انہیں اس آزادی سے روک ٹوک سکے۔ ان کے مطابق آزادیِ فکر خدا کی عطا کردہ نعمت ہے۔ (اگلے شعروں میں اس نام نہاد آزادیِ فکر کی عکاسی ہے۔)

۲۔ یہ مسلمان اگر چاہے تو کعبہ کو پارسیوں کا آتشکدہ (ان کی عبادت گاہ) بنا دے اور اگر چاہے تو اسے یورپ کے بنے ہوئے بتوں سے بھر دے یعنی یورپی تہذیب وعلوم کا مرقع بنا دے، چونکہ اسے روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں ہے اس لیے وہ اپنی تاویل کے چکر میں پھنس کر یہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

۳۔ یہ اس کی آزادیِ فکر ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ اگر چاہے تو قرآنِ کریم کو تاویل کا کھلونا بنا کر ایک نئی شریعت ایجاد کرلے۔

۴۔ مختصر یہ کہ اس آزادیِ فکر کی بنا پر ہندوستان کی سرزمین میں ایک عجیب وغریب تماشا دیکھنے میں آرہا ہے۔ گویا مسلمان تو آزاد ہے لیکن اسلام قید میں ہے۔

---

## اشاعتِ اسلام فرنگستان میں

۱۔ ضمیر اس مدنیت کا دیں سے ہے خالی — فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام

۲۔ بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں قبولِ دینِ مسیحی سے برہمن کا مقام
۳۔ اگر قبول کرے دینِ مصطفیؐ انگریز سیاہ روز مسلماں رہے گا پھر بھی غلام

۱۔ یورپی تہذیب و تمدن کا نظام دین کی روح سے خالی ہے۔ اہل یورپ نے بھائی چارے کا جو سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ وہ خاندان اور برادری کے حوالے سے ہے، عمومی نہیں ہے۔

۲۔ اگر کوئی برہمن/ ہندو، حضرت عیسیٰؑ مسیح کا دین قبول کر لے تو انگریز کی نگاہوں میں اس کا مقام و مرتبہ ہرگز بلند نہ ہوگا۔ وہ اس امر کو کوئی اہمیت نہ دے گا، اس لیے کہ وہ خود مذہب سے پوری طرح وابستہ نہیں ہے، پھر بھلا کسی اور کا دینِ مسیحی قبول کرنے سے کیا فرق پڑے گا۔

۳۔ اور اگر یورپ میں کوئی تبلیغ کرنے والا مسلمان انگریزوں کو دین مصطفیؐ اسلام کا حلقہ بگوش بنا دے تو بدنصیب مسلمان اسی طرح بدنصیب رہے گا، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انگریز مسلمانوں کا ہم مذہب بن بھی جائے تو بھی اپنے مذکورہ رویے کی بنا پر ان کا ہم قوم نہیں بنے گا۔

---

## لا و اِلّا

۱۔ فضائے نور میں کرتا نہ شاخ و برگ و بر پیدا سفر خاکِ شبستاں سے نہ کر سکتا اگر دانہ
۲۔ نہادِ زندگی میں ابتدا لا انتہا اِلّا پیامِ موت ہے جب لا ہوا اِلّا سے بیگانہ
۳۔ وہ ملت روح جس کی لا سے آگے بڑھ نہیں سکتی یقیں جانو ہوا لب ریز اس ملت کا پیمانہ

۱۔ اگر دانہ/ بیج زمین کی تاریکی سے اٹھ کر باہر نورانی فضا میں نہ آتا تو اس میں سے کبھی شاخیں اور پھل پھول پیدا نہ ہوتے۔ دانہ پہلے زمین میں گم ہو جاتا ہے، یہ گویا اس کے لیے ''اِلّا'' کی منزل ہے اور جب وہ اگ کر درخت وغیرہ بن جاتا ہے تو یہ گویا اس کے لیے ''لا'' کی منزل ہے۔

۲۔ اس لحاظ سے گویا زندگی کی اصل فطرت کی ابتدا تو ''لا'' سے ہوتی ہے جبکہ اس کی انتہا یا آخری منزل اِلّا ہے۔ جب کسی شے کو ''لا'' کی منزل ہی میں موت کا پیغام آ گیا، یعنی وہ اسی میں الجھی رہی تو اس کا ''اِلّا'' سے آشنا ہونا ممکن نہیں رہتا۔

۳۔ اسی طرح وہ ملت جس کی روح ''لا'' کی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتی تو اس کی اس کیفیت سے یہ بالکل واضح ہے کہ اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ ایسی ملت/قوم اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔

---

## امرائے عرب سے

۱۔ کرے یہ کافرِ ہندی بھی جرأتِ گفتار — اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی

۲۔ یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو — وصالِ مصطفویؐ، افتراقِ بولہبی

۳۔ نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا — محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی

(یہ اشعار شیش محل بھوپال میں لکھے گئے)

۱۔ اگر سرزمینِ عرب کے امرا اسے بے ادبی خیال نہ کریں تو ہندوستان کا یہ کافر (لغت دیکھیے) ان کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کرنا چاہتا ہے۔

۲۔ آپ حضرات (امرائے عرب) یہ بتائیں کہ دنیا میں سب سے پہلے یہ گہری بات کس ملت کو سکھائی گئی کہ حضور اکرم کا پیغام باہمی اتحاد و اتفاق پر مبنی ہے جبکہ ابولہب جیسے اسلام دشمن ظالموں نے انسانوں میں انتشار اور تفرقہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی۔

۳۔ واضح رہے کہ دنیائے عرب کا وجود صرف حضور اکرم محمدؐ عربیؐ کی ذاتِ پاک کی برکت سے قائم ہے اور حضور اکرمؐ ہی کی ذاتِ گرامی پر اس دنیا کا انحصار ہے۔ عرب جغرافیائی حدود پر جو ناز کر رہے ہیں، وہ سراسر بیجا اور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ یاد رکھیں کہ ان حدود کے حوالے سے دنیائے عرب کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا۔

---

## احکامِ الٰہی

۱۔ پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام؟ — یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خرد مند

۲۔ اِک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر — ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند

۳۔ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات — مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

۱۔ (مجھ سے یہ جو سوال کیا گیا ہے کہ) ہمیں تقدیر کا پابند رہنا چاہیے یا خدائی احکام کی

پابندی اختیار کرتے ہوئے ان پر چلنا چاہیے تو اے صاحبِ عقل وخرد یہ مسئلہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے، اس کا جواب آسان ہے اور وہ یہ کہ

۲- تقدیر تو ایک پل میں سو مرتبہ بدل جاتی ہے، چنانچہ اسی وجہ سے، اس کی پابندی اختیار کرنے والا ابھی غمگین ہوگا اور ابھی خوش وخرم ہوگا۔ یعنی جب مراد پوری ہوتی نظر آئے گی تو بے حد خوش ہوگا، جب صورتِ حال اس کے برعکس ہوگی تو غموں میں ڈوب جائے گا۔

۳- تقدیر کے پابند تو صرف جمادات اور نباتات ہیں لیکن جو مومن ہے وہ صرف احکامِ الٰہی پر کاربند رہتا ہے۔ ان کا جو بھی نتیجہ ہو وہ اسے صدقِ دل سے قبول کرتا ہے، یعنی ناخوشگوار حالات پر بھی چیں بہ جبیں نہیں ہوتا بلکہ انہیں خدا کی رضا سمجھتے ہوئے ''سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے'' کا عملی نمونہ بن جاتا ہے۔

---

## مَوت

۱- لحد میں بھی یہی غیب وحضور رہتا ہے      اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے

۲- مہ وستارہ مثالِ شرارہ یک دو نفس      مئے خودی کا ابد تک سرور رہتا ہے

۳- فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا      ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

۱- اگر کسی انسان کا دل زندہ اور خودی پختہ ومضبوط ہو تو وہ موت سے بھی فنا نہیں ہوتا اور زندگی کی طرح موت کے بعد بھی اس کا دل بیقراری کا شکار رہتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے کبھی تو اس محبوبِ حقیقی سے دوری پیش آجاتی ہے اور کبھی وہ اس کے دیدار سے فیضیاب ہو جاتا ہے۔

۲- چاند اور ستاروں کی زندگی تو چنگاری کی مانند ایک دو پل کی ہوتی ہے، رات طلوع ہوئے صبح غروب، لیکن اس کے برعکس خودی کی شراب کا نشہ ہمیشہ ہمیشہ یا ابد تک برقرار رہتا ہے۔

۳- سو اگر تیری خودی میں پختگی ہو تو موت کا فرشتہ بے شک تیرے جسم کو چھو لے، یعنی تیری جسمانی موت واقع ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ وہ (فرشتہ) تیرے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے یعنی پختگی خودی کی بدولت تجھے حیاتِ جاوید حاصل ہو جاتی ہے۔

---

# قم باذن اللہ

۱۔ جہاں اگرچہ دگرگوں ہے قم باذن اللہ وہی زمیں وہی گردوں ہے قم باذن اللہ

۲۔ کیا نوائے ''اناالحق'' کو آتشیں جس نے تری رگوں میں وہی خوں ہے قم باذن اللہ

۳۔ غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا فرنگیوں کا یہ افسوں ہے قم باذن اللہ

۱۔ اگرچہ دنیا کے حالات بدل گئے ہیں، پہلے جیسے نہیں رہے، ناخوشگوار ہو گئے ہیں، تاہم تو خدا کے حکم سے اٹھ اور سرگرمِ عمل ہو جا۔ گو حالات ویسے نہیں رہے لیکن زمین اور آسمان تو وہی ہیں جو پہلے تھے، لہٰذا تو اللہ کے حکم سے اٹھ اور اپنے جہد و عمل اور جوش جذبہ سے ان حالات کو خوشگوار و سازگار بنا لے۔

۲۔ جس گرم خون نے ''اناالحق'' کے نعرے میں آگ کی سی تپش و حرارت پیدا کر دی تھی، تیری رگوں میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہے، تو خدا کے حکم سے اٹھ اور جہد و عمل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے۔ مسلسل جہد و عمل میں لگا رہ۔

۳۔ اگر تیرے عقل و شعور میں کوئی انتشار اور بے ربطی ہے تو تو اس پر غم نہ کر، کیونکہ یہ تو دراصل یورپ والوں کے جادو کا اثر ہے، اسی لیے اس بے ربطی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ اثر ختم ہو جائے گا۔ بس تو اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو اور جہد و عمل میں ڈٹ جا۔

---

# تعلیم و تربت

مقصود (یعنی زندگی کا اصل مقصد کیا ہے)

## (سپوزا)

۱۔ نظر حیات پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند حیات کیا ہے؟ حضور و سرور و نور و وجود

۱۔ (اس شعر میں سپوزا کا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔) ایک صاحبِ عقل و خرد کی نظر ہمیشہ زندگی پر رہتی ہے۔ زندگی کیا ہے؟ زندگی یہ ہے کہ انسان اس محبوبِ حقیقی کی حضوری سے فیضیاب ہو، جس سے اسے ایک خاص سرور حاصل ہو اور اس کا باطن منور ہو۔

## (فلاطوں)

= نگاہ موت پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند حیات ہے شبِ تاریک میں شرر کی نمود

= (یہ افلاطون کا نظریہ ہے) ایک صاحبِ عقل و خرد کی نگاہیں موت پر رہتی ہیں، اس لیے کہ زندگی گویا ایسی چنگاری ہے جو تاریک رات میں ذرا سی دیر کے لیے چمکتی اور ختم ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان کو چاہیے کہ وہ موت کو پیشِ نظر رکھے کیونکہ زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

= حیات و موت نہیں التفات کے لائق فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

= (یہ تین اشعار ریاض منزل، دولت کدہ سر راس مسعود، بھوپال میں لکھے گئے) تیسرے شعر میں علامہ کا اپنا نظریہ ہے) حیات اور موت دونوں اس لائق نہیں ہیں کہ ان پر توجہ دی جائے۔ اصل بات تو خودی کا اصل مقصد صرف اور صرف خودی ہے، اس کی پختگی کی طرف توجہ کرنی چاہیے، زندگی اور موت کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

---

# زمانۂ حاضر کا انسان

۱- 'عشق ناپید و خرد می گزدش صورتِ مار' عقل کو تابعِ فرمانِ نظر کر نہ سکا
۲- ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
۳- اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
۴- جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

۱- آج کے دور کے انسان کا دل جذبۂ عشقِ حق سے تو خالی ہے لیکن عقل اسے سانپ کی طرح ڈس رہی ہے۔ وہ (انسان) عقل کو اپنی نظروں کا تابع فرمان نہیں بنا سکا۔ گویا عقل پر توجہ کے باعث وہ مصیبتوں سے دوچار ہے، اگر عقل کو مطیع کر لیتا تو وہ یوں اسے تنگ نہ کرتی، نہ مصیبتیں پیدا کرتی۔

۲- وہ یوں تو ستاروں کے راستوں کی تلاش میں لگا رہتا ہے لیکن اپنے فکر و خیال کی دنیا میں وہ سفر نہ کر سکا۔ گویا ستاروں پر ہی اس کی توجہ رہی لیکن اپنی حقیقت اور مقصودِ زندگی سے آگاہی پر توجہ نہ دی۔

۳- وہ اپنی دانش و حکمت کے الجھاؤ/ پیچ و خم میں کچھ اس حد تک الجھ کے رہ گیا کہ وہ نفع اور نقصان کا فیصلہ نہ کر سکا، یعنی زندگی گذارنے کے لیے کونسا انداز بہتر اور کونسا برا ہے، اس طرف وہ آیا ہی نہیں۔

۴۔ اس نے سورج کی شعاعوں پر تو گرفت حاصل کر لی لیکن زندگی کی تاریک رات کو صبح کی روشنی میں نہ بدل سکا۔ وہ سورج کی شعاعوں سے مختلف کام لینے میں مصروف ہو گیا لیکن زندگی میں کوئی عظیم انقلاب پیدا نہ کر سکا۔

---

## اقوامِ مشرق

۱۔ نظر آتے نہیں بے پردہ حقایق ان کو　　آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
۲۔ زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر　　یہ فرنگی مدنیت کو جو ہے خود لبِ گور

۱۔ جن قوموں کی آنکھیں غلامی اور آقاؤں / حکمرانوں کی پیروی کرنے کے باعث اندھی ہو گئیں، انہیں ظاہر اور نمایاں حقیقتیں بھی نظر نہیں آ سکتیں۔ مشرقی قومیں جو آج زوال و ذلت کا شکار ہیں تو اس کی وجہ یہی محکومی و تقلید ہے۔

۲۔ یہ یورپی تہذیب جو خود اس وقت قبر کے کنارے کھڑی ہے، تباہی کے دہانے کھڑی ہے، بھلا ایران اور عرب یعنی مشرقی اقوام کو کیونکر زندہ کر سکتی ہے؟ ان میں عشق کے وہ جذبے اور ولولے پیدا نہیں کر سکتی جن سے وہ اپنے عظیم ماضی کو زندہ کر سکیں۔

---

## آگاہی

۱۔ نظر سپہر پہ رکھتا ہے جو ستارہ شناس　　نہیں ہے اپنی خودی کے مقام سے آگاہ
۲۔ خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا　　وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ
۳۔ وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محرم　　وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ

۱۔ جس ستارہ شناس یا ماہرِ فلکیات کی نظر آسمان پر ہی رہتی ہے وہ اپنی خودی کے مقام و مرتبہ سے آگاہ نہیں ہے، یعنی آگاہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جس کسی نے خودی کی اس حقیقت کو جان لیا کہ اس کا مقام آسمانوں سے بھی زیادہ بلند ہے، وہی انسان صبح اور شام کی سلطنت سے آگاہ ہے۔ یعنی وہی اس کائنات کی حقیقت سے واقف ہو سکتا ہے۔

۳۔ مذکورہ شخص ہی اس حقیقت سے واقف ہو سکتا ہے کہ نظر کے لیے اچھی چیز کون سی ہے اور

بری چیز کون سی ہے اور وہی یہ جان سکتا ہے کہ دل کے لیے حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔

## مصلحینِ مشرق

۱۔ میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے ‏ کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی
۲۔ نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب و دامن میں ‏ پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

۱۔ (مشرق سے خطاب ہے) اے مشرق! میں تیرے ان سامری جیسے جادوگر شراب پلانے والوں سے مایوس ہوں۔ اس لیے کہ وہ تیری محفل میں جو پیالے لے کر آئے وہ شراب سے خالی تھے۔ گویا وہ ان جذبوں سے خالی تھے جو قوموں کی زندگی میں ایک تازہ روح پھونک سکتے۔ پھر وہ مصلح کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۲۔ ان بادلوں کے جیب و دامن میں نئی بجلی کیونکر ہو سکتی ہے جن کی آستین پرانی بجلیوں سے بھی خالی ہے۔ یہ لوگ پرانے علوم اور حقیقتوں سے بھی پورے طور پر ناواقف ہیں، ایسی صورت میں ان سے جدید علوم اور معارف کی توقع کرنا بیکار ہے۔

## مغربی تہذیب

۱۔ فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب ‏ کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
۲۔ رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید ‏ ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

۱۔ یورپ کی تہذیب و ثقافت دل اور نظر دونوں کے لیے سراسر بگاڑ پیدا کرنے والی ہے، اس لیے کہ اس تہذیب کی روح پاک دامن نہ رہ سکی اور اپنی پاکیزگی سے ہاتھ دھو بیٹھی، پاکیزگی سے محروم ہوگئی۔

۲۔ اگر روح میں پاکیزگی ہی نہ رہے تو نہ تو ضمیر و باطن ہی پاک رہ سکتا ہے، نہ خیالات بلندی کے حامل ہو سکتے ہیں اور نہ ذوقِ لطیف ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ گویا جب ان تینوں صفات سے کوئی تہذیب خالی ہوگئی تو اس کے نتیجے میں نہ تو لوگوں کے اخلاق اچھے ہو سکتے ہیں، نہ وہ بلند نگاہ بن سکتے ہیں اور نہ ان کے ذوق/مذاق میں کوئی لطافت پیدا ہو سکتی ہے۔

## اَسرارِ پیدا

۱۔ اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی — ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد
۲۔ ناچیز جہانِ مہ و پرویں ترے آگے — وہ عالم مجبور ہے تو عالم آزاد
۳۔ موجوں کی تپش کیا ہے؟ فقط ذوقِ طلب ہے — پنہاں جو صدف میں ہے وہ دَولت ہے خداداد
۴۔ شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا — پُردَم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

۱۔ جس قوم کے جوانوں کی خودی فولاد کی طرح مضبوط ہو اسے کسی تلوار وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ گویا ایسی خوش نصیب قوم ساز و سامان کے بغیر ہی اپنے مقاصد حاصل کر لیتی ہے۔

۲۔ اے مخاطب! یہ چاند اور ستاروں کی دنیا تیرے سامنے کوئی حقیقت و حیثیت نہیں رکھتی، اس لیے کہ مذکورہ دنیا پورے طور پر ایک مجبور دنیا ہے جبکہ تو ایک آزاد دنیا ہے۔ وہ دنیا علم و نظر اور ارادے سے محروم ہے جبکہ تو خدا کی طرف سے، ان صفات سے نوازا گیا ہے۔

۳۔ موجوں میں جو تڑپ ہے وہ کیا ہے؟ وہ فقط ذوقِ طلب ہے، جبکہ سیپی میں جو کچھ چھپا ہوا ہے (موتی) وہ خدا کی دین ہے۔ گویا موجیں موتیوں کی دولت سے جو مالا مال ہیں تو یہ ذوق طلب کے باعث ہے۔ جب یہ جذبہ انسان میں پیدا ہو جائے تو خدا بھی اسے اپنی رحمتوں سے محروم نہیں رکھتا۔

۴۔ شاہین اپنی پرواز سے کبھی تھک کر نہیں گرتا۔ اگر تو ان تھک بن جائے تو تجھے گرنے کا کوئی خطرہ نہ ہو گا۔ جس طرح شاہین/شہباز مسلسل پرواز کرتا رہتا اور ایک عظیم پرندہ ہے، اسی طرح اگر تو بھی مسلسل جہد و عمل کی طرف راغب ہو جائے تو تیری زندگی عظمت و بلند مرتبہ اور بقا کی حامل ہو جائے گی اور تجھے فنا کا خطرہ نہ رہے گا۔

---

## سلطان ٹیپو کی وصیت

۱۔ تو رہ نوردِ شوق ہے؟ منزل نہ کر قبول — لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
۲۔ اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز — ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

۳- کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں محفل گداز! گرمیِ محفل نہ کر قبول
۴- صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
۵- باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

(علامہ نے ٹیپو کی سیرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طرف سے ان خیالات کا اظہار کیا ہے)

۱- کیا تو عشق کے راستے کا مسافر ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر منزل قبول نہ کر، یعنی کہیں ٹھہرنا رکنا پسند نہ کر بلکہ مسلسل چلتا رہ، اور اگر اس سفر میں لیلیٰ بھی تیری ہمنشین ہو تو تو کجاوہ قبول نہ کر۔ گویا عشقِ حقیقی کے جذبے سے سرشار انسان دنیاوی نعمتوں اور دولتوں وغیرہ سے بے نیاز ہو کر اپنے اس جذبے میں مگن رہتا ہے۔

۲- اے پانی کی ندی! تو بڑھ کر تند اور تیز دریا بن جا۔ اگر تجھے ساحل عطا ہو تو اسے قبول نہ کر۔ نئے استعارے میں وہی بات کہ عشق حقیقی کا تقاضا ہے کہ اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا جائے۔

۳- تو دنیا کے بت خانے میں گم ہو کے نہ رہ جا۔ اے محفل گداز! محفل کی گرمی پسند نہ کر۔ یعنی تو دنیاوی نعمتوں، آسایشوں اور عیش وطرب سے دل نہ لگا۔ ان سے بے نیاز ہو جا اور ایسے سامانوں کو ختم کر دے۔ تیرا مقصد (عشق حقیقی کے جذبے سے سرشار) بہت بلند ہے، اس لیے دنیاوی دولتوں نعمتوں سے دور رہ۔

۴- جب دنیا وجود میں آئی تو اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے مجھ سے یہ کہا یا مجھے یہ نصیحت کی کہ ایسا دل قبول نہ کر جو عقل کا غلام ہو۔ گویا عقل انسان کو نفع وضرر کے چکر میں ڈال کر اسے اس کے بلند مقصد سے دور رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ عشق کا تقاضا ہے کہ عقل کو اپنے راستے کا روڑا نہ بننے دے۔

۵- باطل، خدا کی بجائے کسی دوسری ہستی سے دل لگاتا ہے جبکہ حق لاشریک ہے، لہٰذا تو حق کے ساتھ باطل کو شریک کرنا پسند نہ کر۔ گویا عشقِ حقیقی تو آزمایش کے وقت حق ہی کی راہ پر گام زن رہتا ہے خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو جبکہ باطل ایسے موقع پر اپنی آرام طلبی وغیرہ کے باعث مختلف بہانے گھڑ لیتا ہے اور اگر معبودِ حقیقی کے سوا اسے کسی اور کے آگے بھی جھکنا پڑے تو وہ ایسا کر گذرتا ہے۔ تو چونکہ حق کا کوئی شریک نہیں ہے اس لیے باطل کو حق کے ساتھ شریک نہ کرنا ضروری ہے۔

# غزل

۱- نہ میں اعجمی نہ ہندی نہ عراقی و حجازی — کہ خودی سے میں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی

۲- تو مری نظر میں کافر میں تری نظر میں کافر — ترا دیں نفس شماری مرا دیں نفس گدازی

۳- تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت — کہ موافقِ تدرواں نہیں دینِ شہبازی

۴- ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا — کہ سکھا سکے خرد کو رہ و رسمِ کارسازی

۵- نہ جدا رہے نوا گر تب و تابِ زندگی سے — کہ ہلاکئی امم ہے یہ طریقِ نے نوازی

۱- میں نہ تو ایرانی ہوں اور نہ ہندوستانی اور نہ عراقی و حجازی ہوں، اس لیے کہ میں نے خودی سے یہ سیکھا ہے کہ ہر دو جہاں سے بے نیاز ہو جاؤں۔ خودی کی بدولت میں اس قسم کے امتیازات اور نسبتوں (برادری، نسب و خاندان، جغرافیائی حدود) سے بچ کر انسانیت کے بلند مقام پر فائز ہوں۔

۲- میں تجھے کافر سمجھتا ہوں اور تیری نظر میں میں کافر ہوں، کیوں؟ اس لیے کہ تیرا دین و مذہب یعنی زندگی کا مقصد فقط سانس گننا ہے (کتنے سال زندگی پائی) جبکہ میرا دین اور مقصدِ زندگی سانس کو عشقِ حق کی حرارت سے پگھلانا ہے۔ یعنی رضائے الٰہی کے کاموں کے لیے وقف رہنا اور ہر طرح کے مصائب و آلام سے بے خوف ہو کر خلقِ خدا کی خدمت کرنا ہی حقیقی زندگی ہے۔ پہلے مصرع سے ملتا جلتا یہ شعر ملاحظہ ہوں:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے
غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

۳- تو جب خود بدل گیا تو اچھا ہوا کہ تیری شریعت بھی بدل گئی، اس لیے کہ دینِ شہبازی تدروں کے موافقِ حال نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام شہبازی کا دین ہے یعنی جو انسانوں میں عشقِ حقیقی کے لیے ہمت و جانبازی اور دشوار پسندی کے جذبے پیدا کرتا ہے لیکن اے آج کے مسلمان تو ان جذبوں سے خالی ہو کر گویا تدرو بن گیا ہے، اسلامی شریعت تیرے موافقِ حال نہیں رہی۔ تو نے خود کو بدل کر اپنی شریعت بھی بدل لی ہے تو یہ اچھا ہی ہے، اس لیے کہ دوسری صورت میں (شریعت اسلامی نہ

بدلنے سے) اس پر حرف آتا۔

۴- تیرے جنگلوں بیابانوں میں مجھے وہ جنوں کہیں نظر نہ آیا جو عقل کو بگڑے کام سنوارنے کا عمل سکھا سکتا یعنی تجھ میں وہ جذبہ عشق نہیں رہا جس کی بدولت تو اپنے اعلیٰ مقاصد پورے کرنے اور بگڑے کام سنوارنے کے لائق ہو جاتا۔

۵- نغمہ الاپنے والے کو زندگی کی بے قراری و اضطراب سے الگ نہ رہنا چاہیے، اس لیے کہ اس قسم کی نے نوازی قوموں کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ نغمہ گر استعارہ ہے شاعر کا اور نے نوازی شاعری کا۔ مطلب یہ کہ محض وقتی تفریحِ طبع کے لیے کی جانے والی شاعری قوم کے حق میں کسی صورت بھی اچھی نہیں۔ شاعر کے لیے ضروری ہے کہ اس کی نظر زندگی کے حقایق پر رہے تاکہ وہ قوم کی بیداری و عظمت کا سامان اپنی شاعری سے کر سکے۔

---

## بیداری

۱- جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار — شمشیر کی مانند ہے برندہ و براق

۲- اس کی نگہِ شوق پہ ہوتی ہے نمودار — ہر ذرہ میں پوشیدہ ہے جو قوتِ اشراق

۳- اس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو — تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق

۴- تجھ میں ابھی پیدا نہیں ساحل کی طلب بھی — وہ پاکیِ فطرت سے ہوا محرمِ اعماق

۱- جس مردِ حق کی خودی بیدار ہو گئی وہ تلوار کی سی کاٹ اور بجلی کی سی چمک والا بن جاتا ہے۔ یعنی اپنی معرفت حاصل کرنے والا مردِ مومن باطل قوتوں کو مٹا کے رکھ دیتا ہے جس طرح تلوار کاٹ ڈالتی اور برق گر کر تباہی پھیلا دیتی ہے۔

۲- ہر ہر ذرے میں طلوع ہونے اور ابھرنے کی جو قوت پوشیدہ ہوتی ہے وہ مردِ حق کی نگاہِ شوق پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ گویا اس پر کائنات کے تمام راز ظاہر ہو جاتے ہیں۔

۳- اے مخاطب! تجھے اس مردِ حق سے کوئی نسبت نہیں ہے، اس لیے کہ تو کائنات کا تابع ہے جبکہ مردِ حق کائنات پر حکمرانی کرتا ہے۔ اسے مسخر کر کے اپنے حسب خواہش اس سے کام لیتا ہے، اس لیے کہ وہ اپنی معرفت سے آگاہ ہو جاتا ہے، اپنی پوشیدہ صلاحیتوں اور قوتوں سے واقف ہوتا ہے، لیکن آج کے مسلمان تو دنیاوی و مادی مفادات کا شکار اور ان اوصاف سے محروم ہو چکا ہے۔ تو بھی مردِ حق بننے کی جدوجہد

کر اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر۔

۴- اے آج کے مسلمان! تجھ میں تو ابھی ساحل کی خواہش بھی پیدا نہیں ہوئی جبکہ مردِ حق اپنی فطرت کی پاکیزگی کے باعث کائنات کی گہرائیوں سے بھی آگاہ ہو گیا ہے۔ گویا مردِ حق نے زندگی کے حقایق و مقاصد کی اہمیت سے آگاہ ہو کر مسلسل جہد و عمل سے بلند مقام و مرتبہ حاصل کر لیا اور صاحبِ بقا بن گیا ہے جبکہ تو ابھی تک اس قسم کی خواہش کے نزدیک بھی نہیں پھٹکا۔

---

## خودی کی تربیت

۱- خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف — کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز

۲- یہی ہے سرِ کلیمی ہر اک زمانے میں — ہوائے دشت و شعیب و شبانیِ شب ورز

۱- انسان میں جو خاک سے تخلیق ہوا ہے، سب کچھ جلا ڈالنے والی آگ اسی صورت میں پیدا ہونا ممکن ہے جب وہ اپنی خودی کی پرورش و تربیت کی طرف توجہ دے۔ گویا انسان جب اپنی معرفت سے پوری طرح آگاہ ہو کر اپنی خودی کو مضبوط کر لیتا ہے تو اس میں ایسی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی بدولت وہ باطل قوتوں کو فنا کر سکتا ہے اور زندگی کا حقیقی مقصد بھی یہی ہے۔

۲- ہر دور میں سرِ کلیمی ایک ہی رہا ہے اور وہ یہ کہ بیابان کی فضا ہو، حضرت شعیبؑ جیسی بزرگ ہستی تعلیم و تربیت فرمائے اور آدمی دن رات گلہ بانی کا فریضہ ادا کرتا رہے۔ (لغت دیکھیے) مطلب یہ کہ جفاکشی اور مسلسل جہد و عمل اور خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہنے ہی سے عظمت و بقا حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے لیے کسی مردِ حق کی تربیت سے بھی استفادہ کرنا ضروری ہے۔ یہ ایسی بنیادی باتیں ہیں جو ہمیشہ سے چلی آ رہی ہیں اور ہمیشہ یونہی برقرار رہیں گی۔

---

## آزادیِ فکر

۱- آزادیِ افکار سے ہے ان کی تباہی — رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ

۲- ہو فکر اگر خام تو آزادیِ افکار . انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

۱- جن انسانوں میں سوچ بچار اور دور اندیشی کا سلیقہ نہ ہو، افکار کی آزادی ان کے لیے تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔

۲- اگر فکر کی قوت خامی کی حامل ہو تو آزادیِ افکار ایک ایسا طریقہ بن جاتا ہے جس سے انسان گویا حیوان بن جاتا ہے یعنی جب کوئی انسان شعور سے عاری ہو، ناسمجھ ہو تو اگر اسے ایسی آزادی مل جائے تو وہ اپنی اس ناسمجھی کی بنا پر ایسی ایسی الٹی سیدھی باتیں کرے گا جو خود اس کی تذلیل و تحقیر کا باعث بنیں گی کیونکہ اسے برے بھلے کی تمیز نہ ہوگی اور اسی وجہ سے وہ دوسروں کی نظروں سے گویا ایک حیوان ہوگا۔

---

## خودی کی زندگی

۱- خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہِ فقیر

۲- خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب خودی ہو زندہ تو کہسار پرنیان و حریر

۳- نہنگِ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد نہنگِ مردہ کو موجِ سراب بھی زنجیر

۱- اگر خودی زندہ و بیدار ہو تو فقر و درویشی بھی شہنشاہی کے برابر ہے۔ ایک درویش کی شان اور اس کا شکوہ و دبدبہ کسی صورت میں بھی سنجر اور طغرل جیسے عظیم بادشاہوں سے کم نہیں ہوتا۔

۲- اگر خودی زندہ و بیدار ہو تو ایک بے حد وسیع سمندر سے بھی بہ آسانی پا پیادہ گذر جا سکتا ہے۔ اور خودی زندہ ہو تو پہاڑ بھی ریشم کی طرح ایک بے حد وسیع نرم اور ملایم بن جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر دریائے نیل (مصر) سے پا پیادہ بخیر و عافیت گذر گئے جبکہ ان کا تعاقب کرنے والا فرعون اور اس کا لشکر وہیں غرق ہو گیا۔ خودی زندہ ہو تو صاحبِ خودی کے لیے بڑی سے بڑی رکاوٹیں بھی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں رکھتیں۔ اس کا جوش و ولولہ اسے آگے ہی بڑھاتا رہے گا۔

۳- ایک زندہ مگرمچھ اپنے سمندر میں آزاد ہے، وہ سمندر میں جس طرف بھی چاہے دوڑ بھاگ سکتا ہے، اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ، رکاوٹ نہیں رہتی۔ اس کے برعکس ایک مردہ مگرمچھ کے لیے سراب کی لہر بھی زنجیر ہوتی ہے حالانکہ وہ لہر محض نظر کا دھوکا

ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں پختہ خودی کے حامل کے لیے حقیقی لہروں کی بھی کوئی حقیقت وحیثیت نہیں ہے لیکن جو کوئی خودی کی زندگی سے محروم ہو اس کے لیے سراب کو پار کرنا بھی انتہائی دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

---

## حکومت

۱۔ ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن — شیخ و ملا کو بری لگتی ہے درویش کی بات

۲۔ قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار — بحث میں آتا ہے جب فلسفۂ ذات وصفات

۳۔ گرچہ اس دَیرِ کہن کا ہے یہ دستورِ قدیم — کہ نہیں میکدہ و ساقی و مینا کو ثبات

۴۔ قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی ملت کا — انگبیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات

(یہ اشعار بھی بھوپال ہی میں لکھے گئے ہیں)

۱۔ مرید تو سچی بات بھی گوارا کر لیتے ہیں یعنی سن لیتے ہیں لیکن شیخ و ملا کو ایک درویش کی بات بری لگتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ عام لوگ اسے برا نہیں سمجھتے، بس شیخ و ملا (نام نہاد عالموں اور صوفیوں) ہی کو یہ ناگوار گذرتی ہیں۔

۲۔ جب ذات وصفات کے بارے میں موشگافیاں شروع ہو جاتی ہیں تو قوم کا سرمایۂ عمل اس کے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ قوم کی قوت عمل اسی وقت تک برقرار رہتی ہے جب اس کے سامنے وہی مسائل ہوں جو اس کے حصولِ مقاصد کے لیے اسے سرگرم عمل رکھیں اس کے برعکس بیجا و بے سود الجھنیں پیدا کرنے والی بحثیں قوم میں افسردگی کا باعث بنتی ہیں اور وہ عظیم کارنامے انجام دینے کے لائق نہیں رہتی۔

۳۔۴: اگرچہ اس دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آرہا ہے کہ میکدہ اور ساقی اور شراب کی صراحی ہمیشہ قائم رہنے والی چیزیں نہیں ہیں، دنیا کی ہر چیز آنی وفانی ہے، تاہم بلند مرتبگی کے شراب خانے سے شراب لینے کا حق اسی قوم کو ہے جس کے جوانوں کے نزدیک زندگی کا زہر بھی شہد ہے۔ یعنی ان میں ایسے سچے جذبے ہوں کہ وہ اپنے عظیم مقاصد کے حصول کی راہ میں آنے والی بڑی سی بڑی مصیبتوں کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے راہ عمل پر گامزن رہیں۔

---

## ہندی مکتب

۱۔ اقبال! یہاں نام نہ لے علم خودی کا — موزوں نہیں مکتب کے لیے ایسے مقالات
۲۔ بہتر ہے کہ بیچارے مموّلوں کی نظر سے — پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات
۳۔ آزاد کی اِک آن ہے محکوم کا اک سال — کس درجہ گراں سیر ہیں محکوم کے اوقات
۴۔ آزاد کا ہر لحظہ پیامِ اَبدیت — محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات
۵۔ آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منوّر — محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات
۶۔ محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا — ہے بندۂ آزاد خود اِک زندہ کرامات
۷۔ محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی — موسیقی و صورت گری و علمِ نباتات

۱۔ اے اقبال! تو اس دور کی درس گاہوں میں علمِ خودی کا نام نہ لے، اس لیے کہ یہاں کی درس گاہوں کے لیے ایسی باتیں موزوں نہیں ہیں۔ (علامہ نے اس نظم میں آزاد قوم اور غلام قوم کی حالت کی عکاسی کی ہے)

۲۔ بہتر یہی ہے کہ بیچارے مموّلوں کی نظر سے باز کے احوال و مقامات پوشیدہ رہیں۔ مموّلے استعارہ ہیں تعلیم پانے والے نوجوانوں کے لیے۔ یعنی انہیں غلط تعلیم دے کر دلیری و جانبازی کے ولولوں سے محروم کیا جارہا ہے۔ بقول اکبرالٰہ آبادی:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

۳۔ آزاد کی زندگی کا ایک پل غلام کی زندگی کے ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غلام کے اوقات کس حد تک سست رفتار ہیں۔ گویا آزاد انسان کے لیے' اس کے عظیم کارناموں کے باعث' اس کا وقت بے حد قیمتی اور بیش بہا ہوتا ہے، چنانچہ وہ ایک پل میں جو کچھ کرگزرتا ہے، غلام اسے ایک سال میں بھی نہیں کرسکتا، ورنہ وقت کا پیمانہ تو ایک ہی ہے، وہ نہیں بدلتا۔

۴۔ آزاد کا ہر پل اس کے لیے بقا کا پیغام ہوتا ہے جبکہ غلام کا ہر پل اچانک کی موت ہوتا ہے۔ آزاد ایسے کارنامے انجام دینے میں مصروف رہتا ہے جو اس کی بقا کا باعث بنیں، اس کے برعکس غلام کی زندگی ایک ذلت کی زندگی ہوتی ہے اور وہ ہر لمحہ حاکموں کی خوشنودی کے حصول میں لگا رہتا ہے۔ یوں وہ اپنے طبعی جوہر سے محروم ہوکر ہر

آن ایسے دکھ درد کا شکار ہوتا ہے جو نا گہانی موت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۵۔ آزاد کی سوچ بچار یا فکر و عقل حقیقت کے نور سے روشن ہوتی ہے، اس کے برعکس غلام کی عقل و فکر بیہودہ باتوں ہی میں الجھی رہتی ہے۔ گویا آزاد کی نظر ہمیشہ حقیقتوں پر ہوتی ہے، وہ اپنا قیمتی وقت بیہودہ باتوں میں ضائع نہیں کرتا، اس کے برعکس غلام کی زندگی ہی بے مقصدیت اور لغویات میں گذرتی ہے۔

۶۔ غلام انسان کو پیروں کی کرامتوں کا دیوانہ پن رہتا ہے، وہ انہی کے پیچھے پھرتا رہتا ہے، جبکہ آزاد انسان اس دنیا میں خود ایک زندہ خدائی کرامت ہے۔

۷۔ غلام کے حق میں وہی تعلیم و تربیت اچھی ہے جو آج کے نوجوانوں کو موسیقی (گانا بجانا) مصوری اور علم نباتات کی صورت میں دی جا رہی ہے۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو نوجوانوں کو زندگی کی حقیقی روح سے دور رکھنے والی ہیں۔

---

## تربیت

۱۔ زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ
۲۔ علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے — ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
۳۔ اہلِ دانش عام ہیں کمیاب ہیں اہلِ نظر — کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ
۴۔ شیخ مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں — کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

۱۔ زندگی کے رنگ ڈھنگ، طور طریقے کچھ اور شے ہیں جبکہ علم کا انداز کچھ اور ہے۔ زندگی (حقیقی زندگی) کے لیے ضروری ہے کہ جگر میں سوز و تپش پیدا کی جائے، علم کا سوز صرف دماغ تک ہی رہتا ہے۔ دماغ کا سوز زندگی کی عظمت و سربلندی کا باعث نہیں بن سکتا، اس کے لیے دل و جگر کی تپش و حرارت بنیادی شرط ہے۔

۲۔ بے شک اس سے دولت کا حصول بھی ممکن ہے، اقتدار بھی حاصل ہو سکتا ہے اور اس میں کتاب خوانوں کے لیے ایک خاص لذت بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس سے یا محض علم سے انسان اپنی حقیقت و معرفت سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔

۳۔ علم والے یا اہل علم تو ہر جگہ مل جاتے ہیں لیکن اہلِ نظر کی تعداد خاصی کم ہے۔ پھر اس میں حیرانی کیوں ہے کہ تیرا پیالہ (شرابِ فیض سے) خالی رہ گیا ہے۔ تجھے کوئی اہلِ

نظر و بصیرت نہیں مل سکا جو تجھے زندگی گذارنے کے صحیح آداب کی تربیت دیتا۔

۴- آج کل کی درس گاہوں کے استادوں کے طور طریقے کچھ ایسے ہیں کہ ان سے دل روشن ہونے کی توقع نہیں ہوسکتی۔ اس کی مثال تو کچھ اسی طرح ہے کہ دیا سلائی سے بجلی کا چراغ روشن نہیں کیا جاسکتا۔ بجلی کے چراغ (بلب) روشن کرنے کے لیے تو بجلی کی رو (کرنٹ) درکار ہے۔ اسی کا بندوبست ہونا چاہیے۔ گویا طرزِ تعلیم میں دل روشن کرنے کا سامان بھی کیا جانا چاہیے۔

---

## خوب وزشت (اچھا اور برا)

۱- ستارگانِ فضاہائے نیلگوں کی طرح    تخیلات بھی ہیں تابعِ طلوع وغروب
۲- جہاں خودی کا بھی ہے صاحبِ فراز و نشیب    یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب
۳- نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو وہ جمیل    جو ہو نشیب میں پیدا قبیح و نامحبوب

۱- جس طرح ستارے آسمان کی نیلی فضاؤں میں طلوع ہوتے اور غروب ہوتے ہیں، کچھ اسی طرح انسانی افکار و خیالات میں بھی طلوع اور غروب کا نظام ہے۔ یعنی خیالات پیدا ہوتے ہیں اور ایک عرصہ تک مقبول رہنے کے بعد انہیں بھلا دیا جاتا ہے، جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔

۲- خودی کے جہان میں بھی کچھ ایسی ہی بلندی و پستی ہے جیسی اس مادی دنیا میں ہے۔ خودی کے جہان میں بھی بری چیزیں اچھی اور پسندیدہ چیزوں سے برسرِ پیکار رہتی ہیں۔

۳- جس شے کا ظہور خودی کی بلندی سے ہو، وہی درحقیقت حسین و جمیل ہوتی ہے، لیکن جو خودی کی پستی میں وجود پذیر ہوگی وہ بری بھی اور ناپسندیدہ بھی ہوگی۔ گویا خودی کو بلندی تک پہنچانا ضروری ہے تاکہ اس میں، صحیح معنوں میں، دلکشی و جاذبیت پیدا ہو۔

---

## مرگِ خودی

۱- خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے نور    خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلائے جذام
۲- خودی کی موت سے روحِ عرب ہے بے تب و تاب    بدن عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام

۳- خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر — قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام
۴- خودی کی موت سے پیرِ حرم ہوا مجبور — کہ بیچ کھائے مسلماں کا جامۂ احرام

۱- یورپ والوں کی خودی مرجانے کے باعث ان کے دلوں/ باطن میں بالکل روشنی نہیں رہی، جبکہ اہل مشرق کی خودی مرجانے سے سرزمین مشرق گویا کوڑھ کی بیماری کا شکار ہو کے رہ گئی ہے۔

۲- خودی کی موت کے باعث اہل عرب کی روح میں وہ حرارت و تپش نہیں رہی، جبکہ خودی کے مرجانے سے اہل عراق اور اہل ایران کے جسم رگوں اور ہڈیوں سے خالی ہو گئے ہیں۔ گویا وہ روحانی جذبوں اور اپنی معرفت و حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث محض چلتی پھرتی لاشیں رہ گئے ہیں یا وہ محض مٹی کے مادھو ہیں۔

۳- ٹوٹے ہوئے بال و پر والے اہل ہند کی خودی مرجانے سے ان پر قفس/ پنجرہ حلال اور آشیانہ حرام ہو گیا ہے یعنی ان میں ایسے جذبے نہیں رہے کہ وہ اپنا پیدائشی حق حاصل کر سکیں، لہٰذا انہوں نے غلامی ہی قبول کر لینے میں اپنی عاقبت سمجھی ہے۔

۴- خودی کے مرجانے سے اسلام کا مذہبی پیشوا اس بات پر مجبور ہو گیا کہ مسلمانوں کا لباسِ احرام بیچ کھائے۔ یعنی علامہ کے دور میں یہ پیشوا حج کا ٹیکس لیتے اور اپنی دولت مندی کا سامان کرتے تھے، یہ گویا لباس احرام بیچ کھانے کے مترادف تھا۔ ایسی صورت میں وہ مذہبی پیشوا کیونکر ہو سکتے ہیں۔

---

## مہمانِ عزیز

۱- پُر ہے افکار سے ان مدرسہ والوں کا ضمیر — خوب و ناخوب کی اس دور میں ہے کس کو تمیز
۲- چاہیے خانۂ دل کی کوئی منزل خالی — شاید آ جائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

۱- آج کے تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم نوجوان طلبا کے دل و دماغ افکار سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن آج جو صورتِ حال نظر آتی ہے، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اور برے یا نیک و بد میں کوئی فرق نہیں کر رہا ہے۔ سب اپنے اپنے مادی مفادات کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں اور تعلیم بھی اسی خاطر حاصل کی جا رہی ہے۔

۲- بات یہ ہے یا میرا مشورہ یہ ہے کہ دل کا کوئی نہ کوئی حصہ خالی رکھ لینا چاہیے، شاید کسی

وقت کہیں سے کوئی عزیز مہمان آ جائے۔ گویا تم (طلبا) اس تعلیم کے ساتھ ساتھ ایسے جذبے اور فکر بھی پیدا کرو جن سے تمہارے دل و دماغ میں نیکی و صلاحیت کی روشنی پیدا ہو اور یوں تم میں حقیقی روح کی بیداری کا سامان ہو سکے۔

---

## عصرِ حاضر

۱- پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی ... اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام

۲- مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر ... چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام

۳- مردہ لادینی افکار سے افرنگ میں عشق ... عقل بے ربطیِ افکار سے مشرق میں غلام

۱- آج اس دور میں کچھ ایسی صورتِ حال ہے کہ ٹھوس اور مضبوط خیالات کی تلاش کی بھی جائے تو وہ کہیں نظر نہیں آتے، اس لیے کہ آج ہوا ہی کچھ ایسی چل رہی ہے، یعنی حالات کچھ اس قسم کے ہیں اور فضا کچھ ایسی ہے کہ ان سے خیالات میں پختگی نہیں آ سکتی۔

۲- آج کے تعلیمی اداروں (سکول، کالج یونیورسٹی) میں اگرچہ کچھ ایسا طرزِ تعلیم ہے کہ اس سے عقل میں تو آزادی پیدا ہو جاتی ہے، لیکن اس (طرزِ تعلیم) سے نوجوانوں کے خیالات میں کسی طرح بھی اور کوئی بھی ربط و نظام/تنظیم پیدا نہیں ہوتا۔

۳- اہلِ یورپ چونکہ آج لادینی سوچ کے حامل بن چکے ہیں، اس لیے ان کا عشق مردہ ہو چکا ہے۔ ادھر مشرق میں خیالات کی بے ربطی کے باعث عقل غلام ہو کے رہ گئی ہے۔ اہلِ یورپ عشق کے جذبوں سے خالی ہو گئے ہیں، تاہم وہاں عقل تو برقرار ہے، لیکن یہاں مشرق میں عقل غلامی کی موت مر گئی ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں، یورپ و مشرق، حقیقی زندگی کی بنیادی ضرورت عقل اور عشق دونوں سے خالی ہیں (یورپ عشق سے، مشرق عقل سے) لہٰذا کہیں بھی حقیقی زندگی گذارنے کی کوئی بات نہیں رہی۔

---

## طالب علم

۱- خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے ... کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

۲- تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو ... کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

۱- اے حصولِ تعلیم میں مصروف نوجوان! خدا کرے کہ تو کسی طوفان سے آشنا ہو جائے، اس لیے کہ تیرے سمندر کی لہروں (یعنی تجھ) میں کوئی بیقراری و بے تابی نہیں رہی۔ مطلب یہ کہ تو ایک تو عشقِ حقیقی کے جذبہ سے خالی ہے اور دوسرے تجھ میں کسی بلند مقصد کی خواہش بھی نظر نہیں آتی جس کے حصول کے لیے تو جوش و ولولہ کے ساتھ جہد وعمل میں لگ جاتا۔ خدا کرے تجھ میں یہ خوبیاں پیدا ہوں۔

۲- تیری ساری توجہ کتاب خوانی پر ہے، اس سے تجھے ذرا بھی فرصت نہیں ہے، اس لیے کہ تو کتابیں تو پڑھتا رہتا ہے لیکن صاحب کتاب نہیں ہے۔ یعنی تیری ساری توجہ غیروں کے علوم وفنون کی کتب پڑھنے پر ہے لیکن الہامی کتاب (قرآن کریم) سے تو فیض حاصل نہیں کر رہا، حالانکہ اس فیض کی بدولت تو اپنی عظمت و سربلندی کا سامان کر سکتا تھا۔

---

## امتحان

۱- کہا پہاڑ کی ندی نے سنگریزے سے    فتادگی و سر افگندگی تری معراج<br>
۲- ترا یہ حال کہ پامال و دردمند ہے تو    میری یہ شان کہ دریا بھی ہے مرا محتاج<br>
۳- جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا    کسے خبر کہ تو ہے سنگِ خارہ یا کہ زجاج

۱- پہاڑ کی ندی نے کنکر سے کہا کہ تیرے لیے ایک ہی جگہ پڑے رہنے اور سر جھکائے رہنے میں زندگی کا کمال ہے۔ اس استعارے سے مراد یہ ہے کہ ست الوجودی اور آرام وسکون میں پڑے رہنے سے انسان حقیقی زندگی سے محروم ہو کر محض ایک چلتی پھرتی لاش رہ جاتا ہے۔

۲- تیری (کنکر کی) حالت تو یہ ہے کہ تو ہر کسی کے پاؤں میں روندا جا رہا ہے اور دکھ درد میں بھی مبتلا رہتا ہے، تیرے برعکس میری شان یہ ہے کہ دریا بھی میرا محتاج ہوتا ہے۔ ندی پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی اور اپنا راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھتی چلی جاتی اور اسی کا پانی دریاؤں میں پڑتا ہے جس سے ان کا وجود برقرار رہتا ہے۔

۳- تو (کنکر) نے دنیا میں کسی سے ٹکر نہیں لی، لہٰذا کسی کو کیا معلوم کہ تو سنگِ خارا ہے یا محض ایک کانچ ہے۔ مطلب یہ کہ زندگی صحیح معنوں میں مصائب و آلام اور مشکلات سے ٹکراتے ہوئے ہر لمحہ آگے بڑھتے چلے جانے کا نام ہے۔ اگر کسی میں یہ جذبہ و ولولہ نہیں ہے تو وہ حقیقی زندگی سے محروم ہے، جس سے عظمت و سربلندی کا سامان ہوتا ہے۔

---

## مدرسہ

۱- عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے ‏ قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش
۲- دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا ‏ زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش
۳- اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا ‏ جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش
۴- فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا ‏ جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش
۵- مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو ‏ خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش

۱- اے مدرسے (کالج، یونیورسٹی) کے نوجوان مسلمان! آج کا دور تیرے لیے موت کا فرشتہ ہے جس نے تجھے فکرِ معاش کے چکر میں ڈال کر تیری روح قبض کر لی ہے۔ گویا انگریزی نظام حکومت اور طرزِ تعلیم کے نتیجے میں تجھے ہر وقت روزی کے حصول کی فکر لگی رہتی ہے اور تو روحانی جذبوں سے محروم ہو کر رہ گیا ہے۔ تجھ میں حصولِ آزادی کا بھی جذبہ نہیں رہا۔

۲- مقابلے کی کھینچا تانی سے تیرا دل کانپ کانپ اٹھتا ہے۔ جب زندگی تکالیف برداشت کرنے کی لذت سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ زندگی نہیں رہتی وہ ایک طرح سے موت بن جاتی ہے۔ وہی بات کہ آدمی محض چلتی پھرتی لاش رہ جاتا ہے۔

۳- موجودہ طرزِ تعلیم نے تجھے اس جنون (جذبۂ عشق) سے محروم کر دیا ہے جس کا عقل سے یہ کہنا تھا کہ تو بہانے نہ بنا۔ گویا یہ طرزِ تعلیم اور نصاب تجھے اسلام سے بیگانہ کر رہا ہے اور تو جہد و عمل اور راہِ حق میں جہاد کرنے کے عظیم جذبوں سے دور ہو گیا ہے، خالی ہو گیا ہے۔

۴- قدرت کے فیض سے تو تو شاہین کی نظر والا تھا، لیکن بدقسمتی سے (خبیث و مکار انگریز کی) غلامی نے تجھ میں چمگادڑ کی نظر رکھ دی ہے۔ تو ایک عظیم قوم کا فرد تھا لیکن اس غلامی کے باعث تو حق بیں نگاہوں سے محروم ہو گیا ہے۔ اس کا حل یہی ہے کہ تو عیار اور دشمنِ اسلام حاکم کی فریب کاریوں سے بچے اور اپنی حق بیں نظر پھر حاصل کر لے۔

۵- تعلیمی اداروں نے (طرزِ تعلیم نے) جو راز تیری آنکھوں سے چھپا رکھے ہیں وہ پہاڑ اور جنگل کی تنہائی و خلوت میں نمایاں اور واضح نظر آ رہے ہیں۔ گویا اس طرزِ تعلیم کے باعث تو جن حقیقتوں سے بیگانہ ہے وہ خلوت نشین مردانِ حق کی صحبت کے فیض سے

تجھے حاصل ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا اے آج کے مسلمان نوجوان! تو ایسے مردانِ حق اور صاحبِ دل بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کر کے خود میں باطل قوتوں سے ٹکرا جانے اور انہیں فنا کرنے کی قوت حاصل کر۔

---

## حکیم نطشہ

۱۔ حریفِ نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم — نگاہ چاہیے اسرارِ لا الٰہ کے لیے
۲۔ خدنگِ سینۂ گردوں ہے اس کا فکرِ بلند — کمند اس کا تخیل ہے مہر و مہ کے لیے
۳۔ اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی اس کی — ترس رہی ہے مگر لذتِ گنہ کے لیے

۱۔ فلسفی و دانشمند نطشہ توحید کا نکتہ نہ سمجھ سکا۔ اس لیے کہ لا الٰہ (توحید) کے راز سمجھنے کے لیے خاص بصیرت و نظر کی ضرورت ہے۔ گویا وہ، اپنے نقطۂ نظر کی بنا پر، خدا کی توحید کو تسلیم کرنے سے بیگانہ رہا۔ اگر اسے کسی مردِ حق کی صحبت میسر آجاتی تو اس کے نتیجے میں اس کے افکار بدل جاتے اور وہ توحید کا قائل ہو جاتا۔

۲۔ اس کی بلند خیالی آسمان کے سینے کے لیے گویا ایک تیر ہے اور اس کی بلند پروازِ فکر (تخیل) چاند اور ستاروں کے لیے گویا کمند ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کی اس بلند پروازیِ فکر سے پورا آسمان پناہ مانگتا ہے۔ یعنی یہ فکر بہت بلند ہے۔

۳۔ اگرچہ اس کی دنیا سے بے تعلقی (تارکِ دنیا ہونے کا عمل) اپنی فطرت میں پاکیزہ ہے لیکن پھر بھی وہ گناہ کی لذت سے ترس رہی ہے (''راہبی ترس رہی ہے'' سے مراد ہے وہ خود ترس رہا ہے) گویا فطرت کی پاکیزگی کے باوجود اس کا فلسفہ گناہ کی خواہش پر قابو پانے کی اہلیت نہیں رکھتا، جس کے نتیجے میں لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کی خوبی پیدا کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

---

## اساتذہ

۱۔ مقصد ہو اگر تربیتِ لعلِ بدخشاں — بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو
۲۔ دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار — کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو

۳- کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت — وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

۱- اگر لعلِ بدخشاں کی تربیت مقصود ہو تو بھٹکے ہوئے سورج کی روشنی ایسا کرنے سے قاصر ہے۔ لعل بدخشاں، شاگرد اور سورج استعارہ ہے استاد کا۔ گویا جب خود استاد حقیقی جذبوں اور اسلام دوستی سے محروم ہوں تو وہ اپنے طلبہ کی کیا تربیت کریں گے، یعنی نہیں کر سکتے۔

۲- یہ دنیا روایات کے جال میں پھنسی ہوئی ہے، چنانچہ تعلیمی اداروں اور ان کے استادوں کی دوڑ دھوپ سب بیکار اور بے مقصد ہے۔ گویا استاد تحقیق و جستجو اور اجتہاد (تلاشِ حق) کے جذبے سے محروم اور لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں، بھلا اس صورت میں وہ اپنے طلبہ کی حقیقی تربیت کیونکر کر سکتے ہیں۔

۳- جو لوگ اپنے زمانے کی رہنمائی کا فرض انجام دینے کے لائق تھے، وہ پرانے دماغ والے آج اپنے ہی زمانے کے پیرو بنے ہوئے ہیں، یعنی جو لوگ کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو کر دنیا کی رہنمائی کی صلاحیت و اہلیت رکھتے تھے آج وہ خود لکیر کے فقیر ہو کر مختلف اوہام کا شکار ہیں۔ وہ بھلا قوم کو صراطِ مستقیم کی طرف کیونکر لا سکتے ہیں۔

---

# غزل

۱- ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سراغ — اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

۲- میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو — نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ

۳- فروغ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے — تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ ''مازاغ''

۴- وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس — چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایاغ

۵- کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا — صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

۱- وہی انسان اپنی منزلِ مقصود کا سراغ پا سکتا ہے جو تاریک رات میں چیتے کی آنکھ کو اپنے راستے کا چراغ بنائے۔ چیتے کی آنکھ اندھیری رات میں روشن ہوتی ہے جو دور سے چراغ معلوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان مشکلوں اور مصیبتوں اور رکاوٹوں سے بے پروا ہو کر اپنی منزلِ مقصود (عظمت و بقا کی منزل) تک مسلسل چلتا رہے۔ یہ مصیبتیں وغیرہ اس کے جذبے اور ولولے مضبوط کرتی چلی جائیں۔

۲- فرصت کے اوقات صرف غلاموں کو میسر آتے ہیں کیونکہ ان کا کوئی عظیم مقصد نہیں ہوتا اور وہ بے عمل زندگی گذارنے ہی میں خوش رہتے ہیں جبکہ ایک مردِ آزاد، مردِ حق کو اس دنیا میں ذرا بھی فراغت نہیں ملتی، اس لیے کہ وہ راہِ حق میں مسلسل گامزن رہتا ہے، اس کی منزلِ مقصود محبوبِ حقیقی تک رسائی ہے اور اس کی رضا پوری کرنا ہے۔

۳- اے مسلم نوجوان! اہل یورپ کی مادی ترقی اور سربلندی تیری آنکھوں کو چندھیا رہی ہے اور تو سوچے سمجھے بنا ان کا پیرو بن کر مادی ترقی کے چکر میں پڑا ہے۔ خدا کرے حضور اکرمؐ تیری نظر کے نگہبان ہوں (نیز لغت دیکھیے) اس لیے کہ حضورؐ ہی کا وجود مقدس ہے اور خدا نے ہمیشہ آپ کی مقدس نگاہ کی حفاظت فرمائی ہے۔

۴- عیش و عشرت کی ایسی محفل، جس میں شراب کے جام ستاروں کی طرح چمک رہے ہوں، وہ زیادہ دیر کی مہمان نہیں ہوتی۔ عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی اور جذبۂ عشق حقیقی سے محروم قوم بہت جلد اپنا اقتدار و عروج کھو کر اپنے وجود کو فنا کر لیتی ہے۔

۵- اے مسلم نوجوان! اس کتاب خوانی کے باعث تیرا ذوق اتنا بگڑ چکا ہے کہ تجھے بادِ صبا سے بھی پھول کی خوشبو کا سراغ نہیں مل سکتا۔ صبح ہوا چلتی ہے تو پھول کھل جاتے ہیں اور ان کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ کتاب خوانی نے قدرت کے حسین مناظر کو دیکھنے اور ان سے لطف اندوز ہونے نیز انہی مناظر سے خدا کے وجود کے قائل ہونے کا ذوق ہی چھین لیا ہے۔

---

## دین و تعلیم

۱- مجھ کو معلوم ہیں پیرانِ حرم کے انداز — ہو نہ اخلاص تو دعویٰ نظر لاف و گزاف

۲- اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم — ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

۳- اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے — قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

۴- فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے — کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

۱- میں مسلم مذہبی پیشواؤں کے طور طریقوں سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ وہ اخلاص سے محروم ہیں، اس لیے ان کا صاحبِ نظر ہونے کا دعویٰ سراسر لاف و گزاف ہے۔ یعنی یہ لوگ صرف کتابی علم تک محدود ہیں، لیکن عمل سے دور ہیں، جو دین کی ایک

بنیادی شرط ہے۔

۲۔ اور اہل یورپ کا جو طرزِ تعلیم ہے وہ درحقیقت دین اور حسن اخلاق کو مٹانے کی ایک سازش ہے۔ یعنی وہ (اہل یورپ) ان دونوں باتوں کو پورے طور پر مٹانے کے درپے ہیں۔

۳۔ جو قوم اپنی خودی سے انصاف نہ کر سکی، یعنی اس کی خوبیاں ظاہر کرنے میں ناکام رہی، غلامی اور مظلومی اس کا مقدر بن جایا کرتی ہے، گویا وہ دوسری قوموں کی غلام بن کر ان کے ظلم وستم برداشت کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

۴۔ افراد سے اگر غلطیاں سرزد ہوں تو قدرت ان سے چشم پوشی کر ہی لیتی ہے، انہیں معاف کر دیتی ہے، اس کے برعکس اگر کوئی قوم گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے تو قدرت اسے ہرگز معاف نہیں کرتی۔ یہاں قوم سے مراد اس کے بیشتر افراد ہیں، یعنی اس بڑی تعداد کے گناہ انفرادی نہیں رہتے بلکہ قومی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔

---

## جاوید سے

### (۱)

۱۔ غارت گرِ دیں ہے یہ زمانہ ۔۔۔ ہے اس کی نہاد کافرانہ
۲۔ دربارِ شہنشہی سے خوشتر ۔۔۔ مردانِ خدا کا آستانہ
۳۔ لیکن یہ دورِ ساحری ہے ۔۔۔ انداز ہیں سب کے جادوانہ
۴۔ سرچشمۂ زندگی ہوا خشک ۔۔۔ باقی ہے کہاں مئے شبانہ
۵۔ خالی ان سے ہوا دبستان ۔۔۔ تھی جن کی نگاہ تازیانہ
۶۔ جس گھر کا مگر چراغ ہے تو ۔۔۔ ہے اس کا مذاق عارفانہ
۷۔ جوہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف ۔۔۔ تعلیم ہو گو فرنگیانہ
۸۔ شاخِ گل پر چہک ولیکن ۔۔۔ کر اپنی خودی میں آشیانہ
۹۔ وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا ۔۔۔ ہر قطرہ ہے بحرِ بیکرانہ
۱۰۔ دہقاں اگر نہ ہو تن آساں ۔۔۔ ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ

۱۱- ''غافل منشیں نہ وقتِ بازی ست          وقتِ ہنر است و کار سازی ست''

۱- (ان تین نظموں کے مخاطب اگر چہ علامہ کے فرزند جاوید ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمام مسلم نوجوانوں سے بھی خطاب ہے۔) آج کا دور یا یہ زمانہ دین کی تباہی کا سامان کرنے میں لگا ہوا ہے، اس لیے کہ اس کی فطرت ہی کافروں کی سی ہے۔

۲- شاہی درباروں کی نسبت اللہ والوں کا آستانہ کہیں بہتر ہے۔ یعنی ان کی صحبت میں ہدایت کی جو دولت میسر آ سکتی ہے، اس کا شاہی درباروں سے ملنا ناممکن ہے، بیشک ان درباروں میں دنیاوی دولت بہت ہوتی ہے۔ گویا حقیقی زندگی گذارنے کے لیے دنیاوی دولت کی نہیں ہدایت کی ضرورت ہے۔

۳- لیکن کیا کیا جائے کہ یہ دَور ہی جادوگری کا دَور ہے، یعنی عیاری و مکاری اور نظر کے دھوکے کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ سبھی لوگ یا طبقے اسی انداز کے جادو میں گرفتار ہیں۔

۴- زندگی کا سرچشمہ خشک ہو گیا، اب مے شبانہ کہاں باقی رہ گئی ہے۔ یعنی علم و معرفت کے جن وسائل و ذرائع سے انسانوں کے دل و دماغ روشن ہوتے تھے، وہ اب کہیں نظر نہیں آ رہے اور حقیقت کی جو شراب کبھی پی جاتی تھی وہ بھی نہیں رہی۔ حقیقت و معرفت کی طرف اب کوئی بھی نہیں آ رہا۔

۵- ایسی بزرگ شخصیات جن کی نگاہیں جو نوجوانوں کو ادب سکھانے میں ایک طرح سے کوڑے/ بید کا کام کرتی تھیں، درس گاہیں/ تعلیمی ادارے ان (شخصیات) سے خالی ہو چکی ہیں۔ درس گاہوں میں ادب و تربیت کی طرف توجہ نہیں رہی۔

۶- لیکن جس گھرانے کا تو چشم و چراغ ہے، اس کا ذوق شروع ہی سے عارفانہ ہے۔ ہمارا خاندان معرفت میں امتیازی حیثیت کا مالک تھا، لہٰذا تو اس خصوصیت کو پیشِ نظر رکھ۔

۷- اگر فطرت و سرشت میں توحید رچی بسی ہو تو ہر چند تعلیم یا طرزِ تعلیم یورپی انداز کا ہو، اس کا کوئی خوف نہیں ہے۔ جب ساری توجہ توحید کی طرف ہوگی تو ایسی تعلیم کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

۸- تو بے شک پھول کی شاخ پر چہچہا لیکن آشیانہ اپنی خودی میں بنا۔ مطلب یہ کہ جو بھی علم تو حاصل کرنا چاہتا ہے، کر اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ یاد رکھ کہ تیری بنیادی ضرورت اپنی خودی پر توجہ دینا ہے کہ اسی سے تو اپنے خاندان کی امتیازی حیثیت برقرار رکھ سکے گا۔

۹- آدمی ایک ایسا سمندر ہے، جس کا ہر قطرہ ایک لامحدود سمندر ہے۔ گویا انسان بہت سی اہلیتوں، قوتوں اور ممکنات کا مالک ہے، اگر وہ اپنی خودی کو عمل میں لائے، بروئے کار لائے تو وہ بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

۱۰- اگر کسان آرام طلب اور کاہل نہ ہو، یعنی مسلسل اور لگاتار محنت و مشقت کرتا رہے تو اس کی یہ محنت و مشقت ایک دانے سے لاکھوں دانے بنا سکتی ہے۔ اپنی فصل اور اس کے حاصل پر صحیح توجہ دے تو پیداوار میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔ انسان اگر جہد و عمل اور محنت و مشقت کو اپنا لے تو وہ اپنی زندگی کو بہت عظیم بنا سکتا ہے۔

۱۱- (جاوید بیٹے!) تو غافل مت بیٹھ، یہ کھیل کود کا وقت نہیں ہے، یہ تو ہنر اور کام کرنے کا وقت ہے۔ گویا انسان کا ہر ہر لمحہ بڑا قیمتی ہے، ایک لمحے کو بھی ضائع کرنا ٹھیک نہیں، علم و ہنر سیکھا جانا اور کچھ کر کے دکھانا ضروری ہے، اس لیے کہ ایک لمحے کی غفلت بھی انسان کا سو سالہ راستہ دور کر دیتی ہے۔ بقولِ ملک قمی:

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شُد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

(میں نے چاہا کہ میں اپنے پاؤں سے کانٹا نکال لوں، اتنے میں محمل نظروں سے دور ہو گئی، میں ایک لحظہ غافل ہوا تھا میرا سو سالہ راستہ دور ہو گیا)

## (۲)

۱- سینے میں اگر نہ ہو دلِ گرم — رہ جاتی ہے زندگی میں خامی
۲- نخچیر اگر ہو زیرک و چست — آتی نہیں کام کہنہ دامی
۳- ہے آبِ حیات اسی جہاں میں — شرط اس کے لیے ہے تشنہ کامی
۴- غیرت ہے طریقتِ حقیقی — غیرت سے ہے فقر کی تمامی
۵- اے جانِ پدر نہیں ہے ممکن — شاہیں سے تدرو کی غلامی
۶- نایاب نہیں متاعِ گفتار — صد انوریؔ و ہزار جامیؔ
۷- ہے میری بساط کیا جہاں میں — بس ایک فغانِ زیرِ بامی
۸- اک صدقِ مقال ہے کہ جس سے — میں چشمِ جہاں میں ہوں گرامی
۹- اللہ کی دین ہے جسے دے — میراث نہیں بلند نامی

۱۰۔ اپنے نورِ نظر سے کیا خوب فرماتے ہیں حضرتِ نظامیؔ

۱۱۔ ''جائے کہ بزرگ بایدت بود فرزندیِ من نداردت سود''

۱۔ اگر سینے میں عشقِ حقیقی کے سوز و جذبہ سے سرشار دل نہ ہو تو زندگی خام ہو کے رہ جاتی ہے، بے مقصد و بیکار بن جاتی ہے۔ اس کی پختگی اسی عشق کی بدولت ممکن ہے۔

۲۔ اگر شکار دانا اور چست ہو تو تجربہ کار شکاری بھی اسے اپنے دام میں نہیں پھنسا سکتے۔ استعارہ ہے غالباً اس بات کا کہ انسان اپنی معرفت و خودی سے آگاہ اور عشق حقیقی سے سرشار ہو تو بڑی بڑی باطل قوتیں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

۳۔ آبِ حیات اسی دنیا میں موجود ہے، لیکن اس کے لیے حقیقی پیاس لازمی ہے۔ روایت کے مطابق حضرت خضر، سکندر کو لے کر آبِ حیات کی تلاش میں نکلے جس غار میں چشمہ تھا، سکندر اس تک نہ پہنچ سکا، خضر نے وہاں پہنچ کر پانی پی لیا اور حیاتِ جاوید پا لی۔ اس حوالے سے یہ کہنا مقصود ہے کہ حیاتِ جاوید وہی پا سکتا ہے جو اس کے لیے مسلسل جہد و عمل میں مصروف رہے، اور بڑے بڑے کارنامے انجام دے۔

۴۔ غیرت ایک حقیقی راستہ ہے، اسی طریقت کی بدولت فقیری و درویشی اپنے درجہ کمال کو پہنچتی ہے۔

۵۔ اے پیارے بیٹے (جاوید) یہ ممکن نہیں ہے کہ شہباز چکور کا غلام بن جائے۔ گویا شہباز جیسا عظیم پرندہ کسی معمولی اور کمزور پرندے کی غلامی قبول کر لے، ایسا ممکن نہیں کیونکہ یہ اس کی غیرت کو کبھی گوارا نہ ہوگا۔

۶۔ شاعری کوئی ایسی دولت نہیں ہے جو کہیں بھی نہ ملتی ہو، یعنی یہ تو عام ہے، انوریؔ اور جامیؔ جیسے عظیم و مشہور شاعر تو دنیا کی ہر زبان میں موجود ہیں۔

۷۔ اس دنیا میں میری حیثیت ہی کیا ہے، بس یہی کہ میں چھت کے نیچے کھڑا فریاد کرتا رہتا ہوں یا کر رہا ہوں، جو کسی نے سنی، کسی نے نہ سنی۔ یہی مراد ہو سکتی ہے کہ میں نے پرسوز جذبوں کی حامل شاعری کی جس پر کسی نے توجہ دی، کسی نے نہیں۔

۸۔ تاہم یہ میری راست گفتاری اور حق گوئی ہی ہے جس کی بدولت دنیا میں مجھے عزت و توقیر نصیب ہوئی۔ گویا اگر باعظمت و مرتبہ زندگی گذارنی ہے تو ضروری ہے کہ راست و حق گوئی پورے طور پر اختیار کی جائے۔

۹۔ شہرت و ناموری کوئی میراث نہیں ہے جو آگے انسان کی اولاد کو ملتی رہے، یہ تو اللہ کی

دین ہے، اس کا کرم ہے جسے وہ چاہے اس (ناموری) سے نوازے۔

۱۰- حضرت نظامی گنجوی نے اپنے بیٹے کو کیا خوب نصیحت فرمائی ہے۔ (جو اگلے شعر میں ہے)

۱۱- جہاں تجھے عظمت و بلند نامی حاصل ہونی چاہیے وہاں میری فرزندی (میرا بیٹا ہونے) سے تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ اس عظمت کا دارومدار ہر انسان کے اپنے کردار و عمل پر ہے۔ یہ کوئی میراث نہیں ہے جو اگلی اولاد یا نسل کو ملتی چلی جائے۔ مقصد یہ کہ بیٹے (اور اے نئی نسل) تم جہد و عمل اختیار کر کے اپنی عظمت و بقا کا سامان کرو۔

## (۳)

۱- مومن پہ گراں ہیں یہ شب و روز — دین و دولت قمار بازی
۲- ناپید ہے بندۂ عمل مست — باقی ہے فقط نفس درازی
۳- ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر — جس فقر کی اصل ہے حجازی
۴- اس فقر سے آدمی میں پیدا — اللہ کی شانِ بے نیازی
۵- کنجشک و حمام کے لیے موت — ہے اس کا مقام شاہبازی
۶- روشن اس سے خرد کی آنکھیں — بے سرمۂ بوعلی و رازی
۷- حاصل اس کا شکوہِ محمود — فطرت میں اگر نہ ہو ایازی
۸- تیری دنیا کا یہ سرافیل — رکھتا نہیں ذوقِ نے نوازی
۹- ہے اس کی نگاہ عالم آشوب — در پردہ تمام کارسازی
۱۰- یہ فقرِ غیور جس نے پایا — بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی
۱۱- مومن کی اسی میں ہے امیری — اللہ سے مانگ یہ فقیری

۱- آج مومن کے لیے یہ شب و روز یعنی زندگی بہت دشوار ہو گئی ہے، یا اس کے لیے دن اور رات گذارنا مصیبت کا باعث بن رہا ہے، اس لیے کہ دین اور حکومت دونوں جوئے بازی کی سی حالت اپنائے ہوئے ہیں۔ گویا دیندار اور اربابِ حکومت کے عمل یا کرتوت جواریوں کے سے بن چکے ہیں۔

۲- کردار و عمل میں مست بندہ آج کہیں نظر نہیں آ رہا، البتہ باتونی لوگ، محض باتیں بنانے والے، بکثرت نظر آ رہے ہیں۔ مست سے مراد مسلسل جہد و عمل میں مصروف۔

۳- اگر تجھ میں ہمت ہے تو تو وہ فقر و درویشی تلاش کر جس کا سرچشمہ حجاز سے ہے۔ مراد

ایسا فقر جس کی تعلیم حضور اکرمؐ نے فرمائی ہے۔

۴- اسی حجازی فقر و درویشی کی بدولت انسان میں اللہ تعالیٰ کی سی شانِ بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اللہ کے سوا کسی اور کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلاتا۔

۵- ایسے صاحبِ فقر کا مقام شاہبازی، چڑیا اور کبوتر کے لیے ایک طرح سے موت کا پیغام ہے۔ گویا وہ باطل قوتوں اور عام انسانوں پر اسی طرح غالب آ سکتا ہے جس طرح شہباز، چڑیا اور کبوتر یا دوسرے پرندوں پر غالب ہوتا ہے۔

۶- مذکورہ فقر و درویشی کی بدولت انسان کی عقل و خرد کی آنکھیں بو علی سیناؔ اور رازیؔ کے سرمے کے بغیر ہی روشن رہتی ہیں یعنی بوعلی اور رازی کے حکمت و فلسفہ کی تعلیم کے بغیر ہی انسانی عقل روشن ہو جاتی ہے۔

۷- اگر انسان کی فطرت میں غلامی نہ ہو تو اس فقر کی بدولت اسے سلطان محمود غزنوی جیسے عظیم بادشاہ کی سی شان و عظمت میسر آ جاتی ہے۔

۸-۹: تیری دنیا کے اس اسرافیل کو بانسری بجانے کا شوق نہیں ہے، بلکہ اس کی نظرِ فیض اثر ہی دنیا میں انقلاب برپا کر کے در پردہ تمام کام سنوار دیتی ہے۔ اسرافیل تو قیامت کے روز صور پھونک کر کائنات کو تہ و بالا کر دیں گے لیکن مذکورہ صاحب فقر اپنی اس فیض اثر نظر ہی سے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔

۱۰- جس انسان کو بھی ایسا باغیرت فقر حاصل ہو جاتا ہے وہ تلوار اور نیزے کے بغیر ہی مردِ غازی بن جاتا ہے۔ وہ اپنی نظر ہی سے وہ کام لیتا ہے جو ایک غازی شمشیر و سنان سے لیتا ہے۔

۱۱- سوائے برخوردار! تو اللہ تعالیٰ سے یہی فقر مانگ، اسی کی دعا کر. اس لیے کہ ایک سچے مومن کے لیے اسی میں امیری یعنی عظمت و بلند مرتبگی ہے۔

# عورت

## مردِ فرنگ

۱- ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا ، مگر یہ مسئلۂ زن رہا وہیں کا وہیں
۲- قصورِ زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں ، گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
۳- فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور ، کہ مردِ سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

۱- فلسفی اور دانا لوگ ہزار مرتبہ اس مسئلے کو حل کر چکے ہیں لیکن درحقیقت عورت کا مسئلہ ابھی تک وہیں کا وہیں ہے جہاں پہلے تھا۔

۲- اس خرابی میں عورت کا کوئی قصور نہیں ہے، اس کی وجہ کچھ اور ہے، اس لیے کہ عورت کی شرافت پر تو چاند اور ستارے بھی گواہی دے رہے ہیں۔

۳- انگریزوں کی تہذیب و معاشرت میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انگریز آدمی سادہ یا کم فہم ہے۔ اس میں یہ اہلیت ہی نہیں ہے کہ وہ عورت کی حقیقت و فطرت اور اس کے مقام کو صحیح طور پر جان سکے۔

---

## ایک سوال

۱- کوئی پوچھے حکیمِ یورپ سے ، ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
۲- کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟ ، مرد بیکار و زن تہی آغوش

۱-۲: کوئی یورپ کے دانا/ داناؤں سے یہ تو پوچھے، جن کی غلامی پر ہندوستان اور یونان والوں کو گویا ناز ہے، کہ یورپ نے معاشرت کا جو نظام قائم کیا ہے، اس کا نتیجہ کیا سامنے آیا؟ یہی کہ مرد بے روزگار ہو گئے اور عورتیں تہی آغوش ہو گئیں، انہیں بچے جننے سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ کبھی وقت تھا جب ہند و یونان علم و دانش کے بڑے بڑے

مرکز تھے لیکن آج وہ اس ضمن میں بھی یورپ کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ گویا یورپ میں سرمایہ داری کا جو نظام رائج ہوا، اس میں غریب طبقوں کی حالت اور بھی خراب ہوگئی۔ ہر جگہ بیکار لوگ نظر آنے لگے۔ انگریز عورتوں (میموں) کو بچے جننے سے دلچسپی اس لیے نہیں رہی کہ ان کے مطابق اس سے ان کا حسن خراب ہوتا اور صحت بگڑ جاتی ہے۔ بعد میں پیدائش روکنے کے لیے مختلف تدبیریں یا دوائیں استعمال ہونے لگیں، یہ گویا آج کی اصطلاح کے مطابق، خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) تھی۔ گویا جو معاشرہ اس قسم کی صورتِ حال رکھتا ہو، وہ کس کام کا؟

---

## پردہ

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | بہت رنگ بدلے سپہرِ بریں نے | خدایا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے |
| ۲۔ | تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے | وہ خلوت نشیں ہے، یہ خلوت نشیں ہے |
| ۳۔ | ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم | کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے |

۱۔ اس بلند آسمان نے کئی رنگ بدلے، اس کے انداز و روش میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئیں لیکن اے خدایا! یہ کیا بات ہے کہ اس صورتِ حال میں بھی یہ دنیا وہیں رہی جہاں پہلے تھی، اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔

۲۔ میں نے بیوی اور شوہر میں کوئی فرق نہیں دیکھا، مرد بھی خلوت نشیں یعنی پردے میں ہے اور عورت بھی پردے میں ہے، جبکہ یہ کہا جاتا تھا کہ مرد بے پردہ ہوتا ہے اور عورت ہی پردے میں ہوتی ہے۔ (آگے وضاحت ہے)

۳۔ گویا حضرت آدمؑ کی پوری اولاد ہی پردے میں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی بھی خودی نمایاں نہیں ہے۔ یعنی جب تک کسی انسان کی خودی نمایاں نہ ہو، اس کی حالت کچھ ایسی ہی ہے جیسے وہ پردے میں بیٹھا ہو۔

---

## خلوت

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | رُسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے | روشن ہے نگہ آئینۂ دل ہے مکدر |

۲۔ بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے — ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر
۳۔ آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے — وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر
۴۔ خلوت میں خودی ہوتی ہے خودگیر و لیکن — خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر

۱۔ اس دور کو جلوت کی ہوس نے رسوا کر دیا ہے۔ چنانچہ حالت یہ ہے کہ اگرچہ نگاہیں روشن ہیں لیکن دلوں کے آئینے گدلے/ میلے ہو چکے ہیں۔ گویا آج کے انسانوں کا ظاہر تو روشن ہے لیکن ان کا باطن تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

۲۔ جب نظر کا ذوق اپنی حدوں سے بڑھ جاتا ہے تو خیالات ابتری اور انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں، ان میں ربط و نظم نہیں رہتا۔

۳۔ جس قطرۂ نیساں کے مقدر میں سیپی کی آغوش نہیں ہے وہ قطرہ کبھی موتی نہیں بن سکتا۔ یعنی جب باطن کی طرف توجہ نہ ہو تو آدمی ظاہری طور پر بیشک کتنا بڑا کیوں نہ بن جائے، اس کی کوئی حیثیت وعظمت نہیں ہو سکتی۔

۴۔ خودی تنہائی/ خلوت میں ہو تو وہ اپنی حقیقت و معرفت سے آگاہ ہو جاتی ہے لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آج یہ تنہائی نہ بت خانے میں مل سکتی ہے اور نہ حرم میں۔ گویا آج ہر گروہ کے سر پر ظاہر اور نمایاں ہونے اور منظر عام پر آنے کا بھوت سوار ہے، اس صورت میں خلوت کیونکر مل سکتی ہے۔ یہاں خلوت سے متعلق اشارے عورت کی طرف ہیں۔ گویا جب تک اس میں خلوت کا ذوق پیدا نہ ہو، اس کی آغوش میں اولاد کے موتی پرورش نہیں پا سکتے، لیکن آج معاملہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی تو بات چھوڑو، خود مسلمان عورتیں اور مرد دوش بدوش چلتے پھرتے ہیں۔ ایسی صورت میں خلوت کا ہونا ممکن نہیں۔

---

## عورت

۱۔ وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ — اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
۲۔ شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی — کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں
۳۔ مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن — اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

۱۔ اس کائنات کی تصویر میں جو دلکشی و رنگینی ہے وہ عورت ہی کے دم سے ہے اور اسی

کے ساز سے زندگی میں ہنگامہ کی حرارت وگرمی پیدا ہوئی ہے یا ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر عورت کا وجود نہ ہوتا تو اس دنیا میں یہ چہل پہل اور رونق بھی نہ ہوتی۔

۲- عورت کا وجود عظمت و برتری میں ثریا (ستاروں) سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، کیونکہ اس دنیا میں جو برتری وعظمت نظر آتی ہے وہ عورت ہی کی ڈبیا کا چھپا ہوا موتی ہے۔ وہی بات کہ عورت ہی گویا سرچشمہ ہے تمام عظمتوں اور سربلندیوں کا۔

۳- اگرچہ عورت افلاطون کے سے مکالماتِ فلسفہ تو نہیں لکھ سکی، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ برقرار ہے کہ افلاطون کی چنگاری بھی اسی کے شعلے سے پھوٹی۔ گویا افلاطون اور دوسرے بڑے بڑے باعظمت انسانوں نے اسی کی گود میں پرورش پا کر اپنا مقام حاصل کیا۔

---

## آزادیِ نسواں

۱- اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا — گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
۲- کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب — پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
۳- اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش — مجبور ہیں معذور ہیں مردانِ خردمند
۴- کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ — آزادیِ نسواں کہ زمرد کا گلوبند

۱-۲: اگرچہ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ کون سی چیز زہر ہے اور کون سی چیز قند ہے، یعنی میں اچھائی اور برائی میں فرق سے آگاہ ہوں، لیکن میں اس بحث کا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا، یعنی صاف صاف بیان کرنا نہیں چاہتا، اس لیے کہ میں صاف بات کہہ کر نئی تہذیب کے متوالوں کی مزید ناراضی کا نشانہ کیوں بنوں کہ وہ تو پہلے ہی مجھ سے خفا ہیں۔

۳- عورت ہی کی بصیرت اس راز کو (جو اگلے شعر میں ہے) آشکار کر سکتی ہے کیونکہ عقلمند و دانا لوگ اس کا فیصلہ کرنے میں معذور و مجبور ہیں۔

۴- یہ راز کہ آرائش و زیبائش اور قیمت میں کس چیز کی اہمیت زیادہ ہے؟ عورتوں کی آزادی یا زمرد کا گلوبند۔ مطلب یہ کہ عورتیں اگر آزادی کی آرزومند ہیں تو پھر ہر طرح کے سامانِ آرائش اور قیمتی اشیا سے انہیں محروم ہونا پڑے گا۔ مرد ایسا سامان اور اشیا لا کر دینے کے ذمے دار نہ رہیں گے۔ ہاں اگر وہ گھروں ہی میں رہیں کہ اسی

میں ان کی عزت ہے، تو مرد ان کی ہر جائز خواہش پوری کر دیں گے۔ اب یہ فیصلہ عورتوں کو کرنا ہے کہ انہیں آزادی پسند ہے یا سامانِ آرائش وغیرہ۔

---

## عورت کی حفاظت

۱- اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور　　کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
۲- نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی　　نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
۳- جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا　　اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

۱- میرے سینے میں ایک زندہ و پائندہ حقیقت مخفی ہے، جسے سمجھنے سے ایسا انسان قاصر ہے جس کی رگوں میں گرم لہو نہیں رہا، سرد ہو چکا ہے۔ جو جذبوں سے عاری ہے۔

۲- عورت کے عورت پن کی حفاظت صرف مرد ہی کر سکتا ہے۔ نہ تو پردہ اس حفاظت کا فرض انجام دے سکتا ہے اور نہ تعلیم یا طرزِ تعلیم خواہ وہ نئی ہو یا پرانی ہو۔

۳- جو قوم بھی اس ٹھوس حقیقت کو نہ پا سکی، نہ سمجھ سکی، اس پر عمل پیرا نہ ہو سکی، تو یہ واضح بات ہے کہ اس کے مقدر کا سورج بہت جلد ماند پڑ جائے گا۔ یعنی وہ عظمت و سربلندی سے محروم ہو جائے گی۔

---

## عورت اور تعلیم

۱- تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت　　ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
۲- جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن　　کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
۳- بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن　　ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

۱- اگر یورپ کی تہذیب و معاشرت ایسی ہے کہ عورت میں ماں بننے (بچے جننے) کے جذبے ختم ہو جائیں تو یہ بالکل واضح ہے کہ اس تہذیب کا پھل انسان کے لیے سراسر موت ہی ہو سکتا ہے۔

۲- جس علم کے سیکھنے سے یا جدید طرز تعلیم کے نتیجے میں عورت اپنا عورت پن کھو بیٹھتی ہے جو اس کا بنیادی اور حقیقی جوہر ہے، تو صاحبانِ بصیرت اور عقلمندوں کے نزدیک یہ امر اس علم کی موت ہے۔ علم کا مقصد انسانیت کی عظمت و برتری ہے۔ اگر اس سے عورت

کی صحیح تربیت نہیں ہوتی اور اس میں مردوں کی سی عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسا علم عورت کی موت کے مترادف ہے۔

۳۔ اگر عورت کی درس گاہ یا تربیت گاہ میں دین کی تعلیم نہ دی جاتی ہو تو وہ جو بھی علم و ہنر سیکھے گی وہ ایک طرح سے عشق و محبت کی موت ہوگی۔ اس لیے کہ ایسی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں عورت اپنے حقیقی فرائض بھول جائے گی اور یوں معاشرہ کئی خرابیوں کا شکار ہو جائے گا۔

---

## عورت

۱۔ جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر — غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود
۲۔ راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی نکتۂ شوق — آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود
۳۔ کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات — گرم اسی آگ سے ہے معرکۂ بود و نبود
۴۔ میں بھی مظلومیِ نسواں سے ہوں غمناک بہت — نہیں ممکن مگر اس عقدۂ مشکل کی کشود

۱۔ مرد کا جوہر (خوبیاں) کسی دوسرے کا احسان اٹھائے بغیر نمایاں ہو سکتا ہے جبکہ عورت کے جوہر کا نمایاں ہونا کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی مرد کی مدد کے بغیر عورت کی خوبیاں نمایاں ہونا ممکن نہیں۔

۲۔ وہ اولاد کی خاطر محنت و مشقت سے دوچار رہتی ہے۔ اس راز سے آگاہی اس نکتۂ شوق میں ہے کہ چونکہ وہ لذتِ تخلیق (بچے پیدا کرنا) سے سرشار ہوتی ہے اس لیے اس کے وجود میں آگ کی سی حرارت و تپش رہتی ہے۔ گویا قدرت نے عورت کا وجود اسی خاطر پیدا کیا اور زندگی میں اس کا فرضِ منصبی بھی یہی ہے۔

۳۔ اس کی اسی حرارت سے زندگی کے راز آشکار ہوتے چلے جاتے ہیں اور اسی حرارت و تپش سے ہستی و نیستی (حیات و موت) کا یہ سارا معرکہ گرم رہتا ہے جسے دنیا کا نام دیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر عورت لذتِ تخلیق سے محروم ہوتی تو دنیا کا سلسلہ برقرار نہ رہ سکتا۔

۴۔ اس بنا پر مجھے بھی عورتوں کی مظلومی کا دکھ درد ہے، لیکن کیا کیا جائے کہ اس بہت الجھی ہوئی گرہ کا کھولنا ممکن نہیں۔ مراد یہ کہ قدرت کی طرف سے عورت کو جن فرائض کی ادائیگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ بدلے نہیں جا سکتے۔

---

# ادبیات، فنونِ لطیفہ

## (LITERATURE AND FINE ARTS)

### دین و ہنر

۱۔ سرود و شعر و سیاست، کتاب و دین و ہنر　　گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ

۲۔ ضمیرِ بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی　　بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ

۳۔ اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات　　نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ

۴۔ ہوئی ہے زیرِ فلک امتوں کی رسوائی　　خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ

۱۔ موسیقی اور شاعری اور سیاست ہو یا علم اور دین و ہنر (آرٹ) ہو، ان سب کے دامن میں بڑے قیمتی موتی موجود ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ سب عظیم فائدوں سے پُر ہیں۔

۲۔ ان سب چیزوں کی نمود (ظاہر ہونا) انسان کے ضمیر سے ہوتی ہے اور ان سب کا محل/ٹھکانا ستاروں سے بھی کہیں بلند ہے، بہت بلند ہے۔

۳۔ اگر یہ علوم و فنون وغیرہ خودی کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں تو یہ پورے طور پر یا مکمل زندگی ہیں۔ حقیقی زندگی کا سامان ہیں اور اگر یہ فریضہ ادا نہ کریں یا نہ کر سکیں تو یہ محض فضول اور قصہ کہانی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گویا ''فن برائے فن'' کی بجائے ''فن برائے زندگی'' ہونا چاہیے تاکہ ان سے انسانوں کی زندگیاں سنواری جا سکیں۔

۴۔ جب ادب اور دین خودی سے بیگانے ہو گئے تو اس کے نتیجے میں اس دنیا میں قوموں کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ وہی ادب اور دین قوموں کی عظمت و سربلندی کا باعث بنتے ہیں جو خودی کی مضبوطی و پختگی کا سامان کریں، دوسری صورت میں ذلت و رسوائی ہی مقدر ہو گی۔

# تخلیق

۱- جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود — کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
۲- خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے — اس آبجو سے کیے بحرِ بیکراں پیدا
۳- وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے — جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا
۴- خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں — ہوا نہ کوئی خدائی کا رازداں پیدا
۵- ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے — عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عناں پیدا

۱- نئی دنیا کی تخلیق نئے نئے افکار و خیالات ہی کی بدولت ہوتی ہے، اس لیے کہ پتھروں اور اینٹوں سے تو نئی دنیائیں وجود میں نہیں آتیں۔ گویا دنیا میں نئے نظام پیدا کرنے کے لیے افکار کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی عمارتیں نہیں ہیں جو پتھروں اور اینٹوں سے بنائی جاتی ہیں۔

۲- جن انسانوں نے خودی میں غوطے لگائے (خودی کو پختہ کیا) انہوں نے اپنے ارادوں اور ہمت کی بدولت اس ندی سے بڑے وسیع سمندر پیدا کر لیے۔ گویا عظیم ارادوں اور ہمت سے انسان بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

۳- وہی انسان زمانے کی گردش پر غلبہ پا سکتا ہے جو اپنے ہر ہر نفس (ہر لمحہ، مسلسل جدوجہد سے) ہمیشہ کی عمر پیدا کر لے۔ یعنی وہ اپنی مسلسل جدوجہد سے ایسے عظیم کارنامے انجام دے جن کی بدولت وہ صاحب بقا بن جائے اور زمانے کی گردش اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

۴- مشرقی ملکوں میں جب سے خودی موت کا شکار ہوگئی، یعنی لوگوں میں نہ رہی، تو اس کے نتیجے میں خدائی کا راز جاننے والا کوئی بھی انسان وجود میں نہ آیا۔ مراد یہ کہ کوئی بھی ایسا انسان پیدا نہ ہوا جو مذکورہ رازوں سے آگاہ ہونے کے باعث قوموں کی عظمت و سربلندی کا سامان کرتا۔

۵- بیابان کی ہوا سے مجھے دوستی اور سازگاری کی خوشبو آ رہی ہے۔ تعجب کی بات نہ ہوگی اگر مجھے وہاں سے اپنے ہمرکاب مل جائیں۔ یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ایسے شاعر پیدا ہو جائیں جو اپنے کلام سے میری طرح، لوگوں میں بیداری کی روح پھونکیں اور انہیں جوش و ولولہ کی دولت سے مالا مال کر دیں۔

## جنوں

۱۔ زجاج گر کی دکاں شاعری و مُلّائی — ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ
۲۔ کسے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں — کریں اگر اسے کوہ و کمر سے بیگانہ
۳۔ ہجومِ مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو — کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے ویرانہ

۱۔ ہماری شاعری اور مُلّائی (دینی رہنمائی) ایک طرح سے شیشہ بنانے والے کی دکان ہے۔ ظلم کی بات ہے کہ دیوانہ آبادی کو چھوڑ کر جنگل و بیابان میں خوار پھرے۔ ضروری ہے کہ ایسی دکان کو توڑ دیا جائے، یہ شاعری اور ملائی ختم کر دی جائے۔ دیوانے کا کام ہے توڑ پھوڑ کرنا لیکن وہ بھی یہ کام نہیں کر رہا۔ گویا لوگ اس طرف توجہ ہی نہیں کر رہے، جو افسوس کی بات ہے۔ کوئی ایسی شخصیت پیدا نہیں ہو رہی جو ان کا توڑ کرے۔

۲۔ اگر جنون (دیوانگی) کو پہاڑ اور پہاڑ کے دامن سے بیگانہ بھی کر دیا جائے تو کون جانتا ہے کہ جنون (جذبہ عشق حقیقی) میں اور بھی کمالات موجود ہیں۔ گویا جنوں صرف جنگلوں پہاڑوں میں ہائے وہو کے نعرے لگانے ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس سے صحیح معنوں میں کام لیا جائے تو اس میں عظیم کارنامے دکھانے کی بھی اہلیت ہے۔

۳۔ تعلیمی اداروں، درس گاہوں کا ہجوم بھی جنون کے لیے موافق و سازگار ہے، اس لیے کہ اس (جنون) کے واسطے بیابان ہی لازم نہیں ہے۔ گویا صاحبِ جنون صرف بیابانوں کے چکر لگاتا رہے، یہ ضروری نہیں ہے۔ وہ (یعنی ایسی عظیم شخصیت) درس گاہوں میں بھی اپنے کمالات کا مظاہرہ کر کے ان (درس گاہوں) کے طور طریقوں میں تعمیری تبدیلی لا سکتا ہے۔

---

## اپنے شعر سے

۱۔ ہے گلہ مجھ کو تری لذتِ پیدائی کا — تو ہوا فاش تو ہیں اب مرے اسرار بھی فاش
۲۔ شعلے سے ٹوٹ کے مثلِ شررِ آوارہ نہ رہ — کر کسی سینۂ پرسوز میں خلوت کی تلاش

۱۔ (علامہ اپنے شعر سے مخاطب ہیں) مجھے تجھ سے یہ شکوہ ہے کہ تو اپنی نمائش کی لذت پر قابو نہ پا سکا، اور منظرِ عام پر آ گیا۔ جب تو ظاہر ہو گیا، فاش ہو گیا تو میرے راز بھی

فاش ہو گئے۔ شمیم کا درج ذیل شعر اگرچہ کچھ اور انداز کا ہے لیکن اسرار فاش ہونے کے معاملے میں دلچسپ ہے:

لاکھ سمجھایا تم کو مگر اے شمیم تیری ہشیار آنکھیں نہ کام آسکیں
آنکھ ملتی گئی راز کھلتے گئے اب حقیقت چھپانے سے کیا فائدہ

۲- تو چنگاری کی طرح شعلے سے الگ نہ ہو اور کسی پرسوز سینے میں خلوت تلاش کر۔ یعنی تو الگ ہو کر ادھر ادھر بے مقصد نہ پھرتا رہ بلکہ ایسے سینے میں چھپ کر بیٹھ رہنے کی جگہ تلاش کر۔ کسی صاحب سوز وجذبہ کو متاثر کر۔

---

## پیرس کی مسجد

۱- مری نگاہ کمالِ ہنر کو کیا دیکھے کہ حق سے یہ حرمِ مغربی ہے بیگانہ
۲- حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے تنِ حرم میں چھپا دی ہے روحِ بت خانہ
۳- یہ بت کدہ انہی غارت گروں کی ہے تعمیر دمشق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ

۱- میری نگاہ بھلا اہل فرانس کے فنِ تعمیر کے کمال کی کیا تعریف کرے کہ انہوں نے پیرس میں جو مسجد تعمیر کی ہے اس میں حق وصداقت کی کوئی بات ہی نظر نہیں آتی۔ اس کی بنیاد رکھنے کا کچھ اور ہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔

۲- یہ مسجد نہیں ہے بلکہ فرنگی جادوگروں مکاروں نے اس مسجد کے بدن میں بت خانے کی روح چھپا دی ہے۔ گویا اس تعمیر کے پس پردہ ان جادوگروں کی یہ خواہش ومقصد ہے کہ مسلمان انہیں اسلام کے خیر خواہ سمجھ لیں، اور یہ امر سراسر مکر وفریب کا حامل ہے۔

۳- یہ مسجد نہیں بلکہ بت کدہ ہے جو انہی غارت گروں لٹیروں نے تعمیر کیا ہے جن کے ہاتھوں سے دمشق کی تباہی و بربادی ہوئی تھی۔ یہ لوگ تو اسلام کے دشمن ہیں۔ اس بنا پر اس کی تعریف کیونکر کی جا سکتی ہے۔

---

## ادبیات

۱- عشق اگر پیروئ عقلِ خداداد کرے آبروئے کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے

۲- کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے      یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے

۱- آج عشق کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کی عطا کردہ عقل کی پیروی کرے اور محبوب کے کوچے میں اپنی عزت وآبرو برباد نہ کرے۔ گویا آج اس قسم کی شاعری سے پرہیز لازم ہے۔ جیسے بقولِ غالبؔ:

اس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

شاعری میں ہجر و وصل اور زلف ورخسار وغیرہ کے مضامین چھوڑ کر ایسے مضمون لائے جائیں جو عقل وخرد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے بیداری اور روح پروری کا باعث بنیں اور لوگ حقیقی زندگی کے لیے کوشاں ہوں۔

۲- عشق کو چاہیے کہ وہ یا تو پرانے ڈھانچے/ قالب میں تازہ روح پھونک دے یا پھر پرانی روح کو قدیم شعرائے غزل گو کی پیروی سے آزاد کر دے۔ وہی پہلے شعر والی بات کہ آج کے شعرا کو شاعری کے قدیم انداز میں جوش وجذبہ اور ولولہ پیدا کرنے والے مضامین لانے چاہئیں یا پھر وہ پرانا اندازِ غزل/ شعر گوئی بالکل ترک کر دینا چاہیے۔ جدید مذکورہ انداز پڑھنے والوں میں آزادی و بیداری کی روح پھونک دے تاکہ وہ اپنی بقا اور عظمت وسربلندی کا سامان کریں۔

---

## نگاہ

۱- بہار و قافلۂ لالہ ہائے صحرائی      شباب و مستی و ذوق و سرور و رعنائی

۲- اندھیری رات میں یہ چشمکیں ستاروں کی      یہ بحر، یہ فلکِ نیلگوں کی پہنائی

۳- سفر عروسِ قمر کا عماریِ شب میں      طلوعِ مہر و سکوتِ سپہرِ مینائی

۴- نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں      کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی

(یہ اشعار ریاض منزل، دولت کدہ سر راس مسعود، بھوپال میں لکھے گئے)

۱- موسمِ بہار ہے اور صحرا میں اگے ہوئے لالہ کے پھول گویا قافلہ کی صورت میں ہیں، بکثرت ہیں۔ جوانی کا زمانہ ہے، اس کی مستی دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ دیکھنے کا ذوق بھی ہے اور ہر شے میں بہت حسن و جمال بھی ہے۔ ان اشعار میں قدرتی

نظاروں کی انتہائی دل کش تصویر کشی ہے۔ صاحبِ بصیرت ان نظاروں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور اس کی توجہ اس خالق کائنات کی طرف بھی چلی جاتی ہے۔ سعدیؔ نے اسی حوالے سے ایک قرآنی آیت (سورۂ یونس آیت ۶۔ بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے لیے (توحید) کے دلائل ہیں جو خدا کا ڈر مانتے ہیں۔)

برگِ درختانِ سبز پیشِ خداوندِ ہوش
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

(صاحبِ بصیرت و دانائی کے لیے سبز درختوں کا ہر ہر پتا اس کردگار کی معرفت کی ایک ایک کتاب ہے۔)

۲۔ اندھیری رات میں ستاروں کا یوں چمکنا ایسے ہی ہے جیسے وہ ہم سے آنکھ مچولی کھیل رہے ہوں۔ پھر یہ سمندر، یہ نیلا آسمان اور اس کی انتہائی وسعت، یہ سب دیکھنے والے کو غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

۳۔ رات کے کجاوے میں چاند کی دلہن کا سفر (رات کو اس کا طلوع ہونا) صبح سورج کا طلوع ہونا اور نیلے آسمان پر چھائی ہوئی خاموشی، یہ سب دل کش نظارے غور و فکر کی طرف لاتے ہیں۔

۴۔ اگر انسان صاحبِ بصیرت ہو تو ان مناظرِ دل کش کو دیکھنے کا کوئی معاوضہ نہیں ہے، اس لیے کہ قدرت اپنے حسن و جمال کو فروخت نہیں کرتی۔ جو کوئی چاہے دیکھے، لیکن اس کے لیے بصیرت و نظر ضروری ہے۔

---

## مسجد قوت الاسلام

۱۔ ہے مرے سینۂ بے نور میں اب کیا باقی
لا الٰہ مردہ و افسردہ و بے ذوقِ نمود

۲۔ چشمِ فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو
کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقامِ محمود

۳۔ کیوں مسلماں نہ خجل ہوں تری سنگینی سے
کہ غلامی سے ہوا مثلِ زجاج اس کا وجود

۴۔ ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود

۵- اب کہاں میرے نفَس میں وہ حرارت وہ گداز | بے تب و تابِ دروں میری صلوٰۃ اور درود

۶- ہے مری بانگِ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ | کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود؟

۱- اب میرے بے نور سینے میں کچھ باقی نہیں رہا، اس لیے کہ توحید کے نعرے میں وہ زندگی کی روح نہیں ہے، وہ بالکل افسردہ ہو کے رہ گیا ہے اور اس میں خود کو نمایاں کرنے کا بھی ذوق نہیں رہا، حالانکہ یہی نعرہ کبھی میرا گراں مایہ سرمایہ تھا۔

۲- اب تو قدرت کی نظر بھی شاید مجھے پہچان نہ سکے (مجھ سے مراد آج کے مسلمان ہیں) اس لیے کہ غلامی کے باعث سلطانی و فرماں روائی یا عظمت و سربلندی کا مقام تلپٹ ہو کے رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کی حالت ہی بدل گی ہے۔

۳- اے مسجد قوت الاسلام تو آج بھی (سو سال گذرنے کے باوجود) بہت پختہ و مضبوط ہے، پھر مسلمان تیری اس پختگی سے شرمندہ کیوں نہ ہوں۔ انہیں تو غلامی نے شیشے کی مانند کمزور و نازک بنا دیا ہے، ان کی وہ پہلی سی حالت و کیفیت نہیں رہی۔

۴- اسی صاحب ایمان کی نماز تیری شان کے لائق ہے جس کی تکبیر حق کو برقرار و قائم رکھنے اور باطل قوتوں کا نشان مٹانے والی ہو۔

۵- اب مسلمانوں کے سانس میں وہ پہلی سی حرارت نہیں رہی اور نہ وہ پہلا سا سوز و گداز ہی رہا ہے۔ ان کی نماز اور ان کی درود خوانی دونوں دل کی حرارت و تپش اور تڑپ سے بالکل خالی ہیں۔

۶- آج ان کی اذان کی آواز میں نہ تو وہ پہلے کی سی بلندی رہی اور نہ وہ شان و شکوہ ہی ہے۔ پھر ایسی صورت میں کیا تجھے ایسے مسلمان کا وجود گوارا ہو سکے گا؟

---

## تیاتر (تھیٹر)

۱- تری خودی سے ہے روشن ترا حریم وجود | حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوز و ثبات

۲- بلند تر مہ و پرویں سے ہے اسی کا مقام | اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات

۳- حریم ترا، خودی غیر کی، معاذ اللہ | دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات

۴- یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے | رہا نہ تو، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات

۱- تیرے (اداکار) وجود کی منزل تیری خودی کے نور سے روشن ہے۔ زندگی کیا ہے؟ یہ

سراسر خودی کے سرور و سوز اور پائیداری کا دوسرا نام ہے۔

۲۔ خودی کا مقام و مرتبہ چاند اور ستاروں سے بھی زیادہ بلند ہے اور اسی کے نور کی بدولت انسان کی ذات اور صفات کی خوبیاں آشکارا ہیں۔

۳۔ یہ کیا بات ہے کہ منزل تو تیری ہے لیکن خودی غیر کی نمایاں ہو رہی ہے (اداکاری میں اداکار اپنی ہستی کو بھول کر کسی کردار کی خوبیاں/ برائیاں کا نمونہ بنتا ہے) اللہ کی پناہ ہے تیرے ایسے کام سے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تو لات و منات جیسے بتوں کا کاروبار کر رہا ہے۔ اس کاروبار سے دور رہ، بچ۔

۴۔ اداکاری کا کمال تو یہی ہے کہ اداکار اپنی ہستی کو بھول جائے اور کردار جس کا ادا کر رہا ہے، وہی بن جائے۔ ظاہر ہے اس صورت میں جب تیری ہستی اپنی نہ رہے گی تو پھر خودی کا سوز کہاں رہے گا، نہیں رہے گا۔ اسی طرح زندگی کا ساز بھی نہ رہے گا۔ یہ تو کوئی زندگی نہ ہوئی۔

---

# شعاعِ امید

## (۱)

۱۔ سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام ‌ ‌ دنیا ہے عجب چیز! کبھی صبح کبھی شام

۲۔ مدت سے تم آوارہ ہو پہنائے فضا میں ‌ ‌ بڑھتی ہے چلی جاتی ہے بے مہری ایام

۳۔ نے ریت کے ذروں پہ چمکنے میں ہے راحت ‌ ‌ نے مثل صبا طوف گل و لالہ میں آرام

۴۔ پھر میرے تجلی کدۂ دل میں سما جاؤ ‌ ‌ چھوڑو چمنستان و بیابان و در و بام

۱۔ سورج نے اپنی کرنوں سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ یہ دنیا بھی کیا عجیب چیز ہے۔ اس میں کبھی صبح کا ظہور ہو رہا ہے اور کبھی شام کا۔

۲۔ تم (کرنیں) ایک مدت سے اس وسیع فضا میں آوارہ یعنی یوں ہی پھر رہی ہو۔ ادھر زمانہ ہے کہ اس کے غیر ہمدردانہ رویے میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔

۳۔ تم جو کبھی ریت کے ذروں پر چمکتی ہو تو اس میں بھی تمہارے لیے سکون و مسرت کا کوئی سامان نہیں ہے اور نہ صبا کی طرح گل و لالہ کے گرد چکر لگانے ہی میں تمہارے لیے

آرام و سکون کی کوئی صورت بنتی ہے۔

۴- (میری خواہش تو یہ ہے کہ) تم پھر آ کر میرے دل کے تجلی کدہ میں سما جاؤ اور یہ باغ وچمن اور یہ بیاباں اور آبادیاں سب چھوڑ دو۔

## (۲)

۱- آفاق کے ہر گوشہ سے اٹھتی ہیں شعاعیں — بچھڑے ہوئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش
۲- اک شور ہے مغرب میں اجالا نہیں ممکن — افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے ہے سیہ پوش
۳- مشرق نہیں گو لذتِ نظارہ سے محروم — لیکن صفتِ عالمِ لاہوت ہے خاموش
۴- پھر ہم کو اسی سینۂ روشن میں چھپا لے — اے مہرِ جہانتاب نہ کر ہم کو فراموش

۱- آفاق کے ہر گوشے سے کرنیں اٹھ کر بچھڑے ہوئے سورج سے بغل گیر ہونے لگیں۔

۲- چنانچہ یہ شور مچ گیا کہ مغرب میں اب اجالے/ روشنی کی کوئی صورت نہیں رہی، کیوں کہ مغرب مشینوں کے دھوئیں سے سیاہ لباس پہننے لگا ہے، یعنی مشینوں کی کثرت کے باعث وہاں کی فضا دھواں دار ہوگئی ہے۔ اس صورت میں کرنیں زمین تک نہیں پہنچ سکتیں۔

۳- رہا مشرق (سرزمین مشرق) تو وہ اگرچہ نظارے کی لذت سے محروم نہیں ہے (گویا اس میں ایمان کی کوئی کرن ابھی باقی ہے) لیکن وہ لاہوت کی طرح پورے طور پر خاموشی میں ڈوبا ہوا ہے۔ گویا وہاں کے لوگوں میں جوش وجذبہ اور ولولہ نیز جدوجہد کی لذت نظر نہیں آ رہی۔

۴- سورج کی باتوں کے جواب میں کہتی ہیں کہ اے دنیا کو روشن کرنے والے سورج تو ہمیں پھر اپنے روشن سینے میں چھپا لے اور ہمیں فراموش نہ کر گویا وہ بھی اس صورتِ حال سے بیزار ہوگئی ہیں۔

---

## (۳)

۱- اک شوخ کرن، شوخ مثالِ نگہِ حور — آرام سے فارغ صفتِ جوہرِ سیماب
۲- بولی کہ "مجھے رخصتِ تنویر عطا ہو — جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب
۳- چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو — جب تک نہ اٹھیں خواب سے مردانِ گراں خواب

۴- خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز — اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب
۵- چشمِ مہ و پرویں ہے اسی خاک سے روشن — یہ خاک کہ ہے جس کا خزف ریزہ دُرِ ناب
۶- اس خاک سے اٹھے ہیں وہ غواصِ معانی — جن کے لیے ہر بحرِ پُر آشوب ہے پایاب
۷- جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں — محفل کا وہی ساز ہے بیگانۂ مضراب
۸- بت خانے کے دروازہ پہ سوتا ہے برہمن — تقدیر کو روتا ہے مسلمان تہِ محراب
۹- مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر — فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

۱-۲: اسی دوران میں ایک شوخ کرن، جو حور کی نظر کی طرح شوخ تھی اور پارے کے جوہر کی طرح وہ آرام سے فارغ ہو چکی تھی (یعنی وہ پارے کی طرح بیقرار تھی اور سکون سے محروم تھی) بول اٹھی کہ تو (سورج) مجھے اس وقت تک روشنی پھیلانے کی اجازت دے دے جب تک مشرق کا ایک ایک ذرہ دنیا کو روشن کرنے کی صلاحیت کا مالک نہ بن جائے۔

۳- میں اس وقت تک ہندوستان کی تاریک فضا کو نہ چھوڑوں گی جب تک وہاں کے گہری نیند سونے والے بیدار نہ ہو جائیں۔ ان میں بیداری و آزادی کے جذبے پیدا ہونے تک میں اس فضا پر چھائی رہوں گی۔

۴- یہی سرزمین (برصغیر پاک و ہند) مشرق/ ایشیا کی امیدوں کا مرکز ہے اور اقبال کے آنسوؤں سے اسی سرزمین کی سیرابی ہوئی ہے۔

۵- چاند اور ستاروں کی آنکھیں اسی خاک سے روشن ہیں۔ یہ وہ خاک (سرزمین) ہے جس کا ہر ہر سنگریزہ گویا خالص موتی ہے۔

۶- اس سرزمین سے وہ شخصیات وجود میں آئیں جو معنی/ حقیقت کے سمندر میں غوطے لگانے والی تھیں اور جن کے لیے ہر طوفانی سمندر پایاب تھا۔ یہاں شخصیات سے مراد بڑے بڑے عالم و فلسفی، اولیا، مجدد اور حق کے داعی وغیرہ ہیں۔

۷- جس ساز کے نغموں سے کبھی دلوں میں حرارت و گرمی تھی، وہی ساز آج مضراب سے محروم ہو چکا ہے۔ گویا اس برصغیر کی وہ پہلی سی حیثیت نہیں رہی اور روشنی کی وہ کرنیں جو دوسرے ملکوں کو روشن کرتی تھیں، وہ اب ماند پڑ چکی ہیں۔

۸- صورت حال اب کچھ ایسی ہے کہ ہندوؤں کا مذہبی رہنما برہمن تو بت خانے کے دروازے پر سو رہا ہے یعنی غافل ہے جبکہ مسلمان محراب میں بیٹھا اپنی تقدیر کو رو رہا ہے۔ یعنی ان

میں جہد و عمل کے کوئی جذبے نہیں رہے اور نہ آزادی ہی کی خاطر بیداری کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ علامہ ہی کے بقول:

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

۹- (اگرچہ یہ صورتِ حال افسوسناک ہے تاہم) مجھے تو قدرت کی طرف سے یہی اشارہ ہو رہا ہے کہ تو (شوخ کرن) نہ تو مشرق سے بیزار ہو اور نہ مغرب سے دور رہ اور ہر رات کو اپنی روشنی سے صبح میں بدل دے۔ یہ دراصل امید کی کرن ہے اور یہاں کے حالات امید افزا نہ ہونے کے باوجود علامہ نے کرن کے حوالے سے امید کا پیغام دیا ہے۔ گویا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اس سرزمین یعنی برصغیر پاک و ہند کی بیداری سرزمینِ ایشیا کے لیے حقیقی اور آزاد زندگی کا پیغام بن سکتی ہے۔

---

## امید

| | |
|---|---|
| ۱- مقابلہ تو زمانے کا خوب کرتا ہوں | اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نہ امیرِ جنود |
| ۲- مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور | عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود |
| ۳- جبینِ بندۂ حق میں نمود ہے جس کی | اسی جلال سے لبریز ہے ضمیرِ وجود |
| ۴- یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں | کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود |
| ۵- غمیں نہ ہو کہ بہت دور ہیں ابھی باقی | نئے ستاروں سے خالی نہیں سپہرِ کبود |

(ریاض منزل، دولت کدہ سر راس مسعود، بھوپال میں یہ اشعار لکھے گئے)

۱- اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں اور نہ کوئی سپہ سالار لیکن میں زمانے کا مقابلہ خوب کر رہا ہوں۔ یعنی جن برائیوں اور خرابیوں میں قوم ڈوبی ہوئی اور غلامی کا شکار ہے، انہیں دور کرنے اور ملک و قوم کے حالات سنوارنے میں جدوجہد کر رہا ہوں۔ قوم میں جذبوں کا انقلاب پیدا کر رہا ہوں۔

۲- مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ شاعری ہے یا کچھ اور شے ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ قدرت کی طرف سے مجھے ذکر و فکر اور جذب و سرور عطا ہوا ہے یعنی میں اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو خدائی احکام یاد دلاتا، خود ہر لحظہ معرفت میں غور و

خوض کرتا اور جو کچھ کہتا ہوں پورے خلوص سے کہتا ہوں۔

۳- مردِ حق کا ظاہر اور باطن ایک ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی پیشانی پر جلال کی جو شان دکھائی دیتی ہے، وہی شان اس کی ہستی کے ضمیر میں پوری طرح سمائی ہوتی ہے۔

۴- اگر ایک مردِ حق حاضر اور موجود کے چکر میں پڑ جائے تو اس کے اس عمل کو میں کفر تو قرار نہیں دیتا لیکن پھر بھی یہ کفر سے کم نہیں ہے۔ گویا مردِ حق کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دنیاوی دلچسپیوں میں الجھا رہے اور موجودہ حالات پر شاکر ہو کر بیٹھ رہے بلکہ اس کے لیے یہی امر زیبا و مناسب ہے کہ وہ ہر طرح کی مشکلات و مصائب سے بے خوف ہو کر خود بھی آگے بڑھتا چلا جائے اور دنیا کو بھی رضائے الٰہی کے مطابق چلاتا چلا جائے۔

۵- اے مخاطب/ قاری تو غمگین نہ ہو، ابھی بہت سے زمانے/ دور باقی ہیں اور یہ نیلا آسمان نئے ستاروں سے خالی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ موجودہ حالات ہمیشہ اسی طرح نہیں رہیں گے بلکہ ان میں تبدیلی آئے گی۔ تو پر امید ہو کر جہد و عمل کی طرف آ اور سخت یا برے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھ اور اپنی بقا کا سامان کر۔

---

## نگاہِ شوق

۱- یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا
کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوقِ آشکارائی

۲- کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریکِ بینائی

۳- اسی نگاہ سے محکوم قوم کے فرزند
ہوئے جہاں میں سزاوارِ کارفرمائی

۴- اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری
اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی

۵- اسی نگاہ سے ہر ذرہ کو جنوں میرا
سکھا رہا ہے رہ و رسمِ دشت پیمائی

۶- نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

۱- یہ کائنات اپنے اندر موجود کسی بھی شے کو نہیں چھپاتی، اس لیے کہ اس کے ہر ہر ذرے میں خود کو نمایاں کرنے کا ذوق و شوق موجود ہے۔

۲- اگر نگاہِ شوق بینائی کے ساتھ شریک ہو جائے، اس کی ساتھی بن جائے تو اس کائنات کا کاروبار کچھ اور ہی انداز میں نظر آئے گا یعنی جب بصیرت و شعور سے آدمی کام لے تو اسے اس کائنات کے ہر ہر ذرے میں محبوبِ حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا۔ (اس

سلسلے میں شیخ سعدی کا شعر اور سورہ یونس، آیت ۶ کا ذکر نظم ''نگاہ'' میں آ چکا ہے)

۳- اسی نگاہ کے طفیل غلام قوم کے لوگ دنیا میں سلطانی و حکمرانی کے قابل بنے۔

۴- یہی نگاہ کبھی قاہری کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی جباری کی صورت میں اور یہی نگاہ شوق کبھی دلبری اور رعنائی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ قاہری و جباری یہ ہے کہ باطل قوتوں کو فنا کرنے کی خاطر مردِ مومن قوت اور جلال و جبروت سے کام لیتا ہے، جبکہ دلبری و رعنائی یہ ہے کہ وہ (مرد مومن) اللہ کے بندوں سے پیار، محبت اور خلوص سے پیش آتا ہے۔ علامہ ہی کے بقول:

رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

(علامہ کا شعر دراصل سورۂ المائدہ، آیت ۵۳ کے ایک حصے کا ترجمہ ہے)

۵- اسی نگاہِ شوق کی بدولت میرا جنون ہر ذرے کو بیاباں طے کرنے کے طور طریقے سکھا رہا ہے۔ میں اسی جذبے کے تحت اپنی شاعری کے ذریعے ہر فرد کو یہ پیغام دے رہا ہوں کہ وہ ہر طرح کی دشواریوں اور مصائب و آلام سے بے خوف ہو کر اور جہد و عمل کی راہ پر گامزن ہو کر اپنی بقا کا سامان کرے۔

۶- اگر تو ایسی نگاہِ شوق سے محروم ہے تو یہ واضح ہے کہ تیرا وجود، تیری ہستی دل اور نظر دونوں کے لیے ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔

---

## اہلِ ہنر سے

۱- مہر و مہ و مشتری چند نفس کا فروغ — عشق سے ہے پائدار تیری خودی کا وجود
۲- تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک — ننگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود
۳- تیری خودی کا غیاب معرکۂ ذکر و فکر — تیری خودی کا حضور عالمِ شعر و سرود
۴- روح اگر ہے تری رنجِ غلامی سے زار — تیرے ہنر کا جہاں دیر و طواف و سجود
۵- اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو — تیری سپہ انس و جن! تو ہے امیرِ جنود

۱- اہل ہنر سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورج اور چاند اور مشتری (ستاروں) وغیرہ سب کی روشنی وقتی و عارضی ہوتی ہے لیکن عشق کے جذبے سے سرشاری تیری

خودی کی پختگی اور ہمیشہ قائم رہنے کا باعث بنتی ہے، لہٰذا تو دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہو کر اس کے حصول میں سرگرم ہو جا۔

۲۔ تیرے کعبہ کا باطن کالے گورے کی تفریق سے پاک ہے۔ تیرے لیے سرخ و سفید اور نیلے رنگ کے چکر میں پڑنا باعث شرم ہے۔ مطلب یہ کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو رنگ و نسل اور قبیلہ و نسب وغیرہ کی تفریق کو جائز نہیں سمجھتا بلکہ تمام انسانوں کے لیے برابری و مساوات کا پیغام ہے۔

۳۔ تیری خودی جب خلوت و تنہائی میں ہو تو ذکر اور فکر اس کا عظیم مشغلہ ہے اور جب وہ منظرِ عام پر آتی یا جلوت میں ہوتی ہے تو وہ شعر و موسیقی میں ڈھل جاتی ہے۔

۴۔ اگر تیری روح غلامی کے دکھوں سے ناتوان و کمزور ہو جائے تو تیرے فن/ ہنر کی دنیا کچھ اس طرح کی ہو جاتی ہے کہ تو بت خانے اور بتوں کے گرد چکر لگانے اور انہیں سجدے کرنے میں لگ جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، غلامی کے باعث چونکہ تیری صلاحیتیں تو تیں ختم ہو جاتی ہیں اس لیے تو غیروں کی غلامی کا درس دینے لگتا ہے۔

۵۔ اور اگر تو یا تیری روح اپنی شرافت و عظمت سے آگاہ ہو جائے تو بھی انسان اور جن تیرے لشکر ہوں گے اور تو ان کا سپہ سالار ہوگا۔ گویا خودی و معرفت سے آگاہی اور اسے پختہ کرنے کے باعث تو جہان کو مسخر کر سکے گا اور اپنے حسب خواہش اس سے کام لے سکے گا۔

---

## غزل

۱۔ دریا میں موتی! اے موجِ بیباک! — ساحل کی سوغات؟ خار و خس و خاک

۲۔ میرے شرر میں بجلی کے جوہر — لیکن نیستاں تیرا ہے نمناک

۳۔ تیرا زمانہ تاثیر تیری — ناداں! نہیں یہ تاثیرِ افلاک

۴۔ ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے — جس نے سیے ہیں تقدیر کے چاک

۵۔ کامل وہی ہے رندی کے فن میں — مستی ہے جس کی بے منتِ تاک

۶۔ رکھتا ہے اب تک میخانۂ شرق — وہ مے کہ جس سے روشن ہو اِدراک

۷۔ اہلِ نظر ہیں یورپ سے نومید — اِن اُمتوں کے باطن نہیں پاک

۱- اے تُند لہر! دریا میں غوطہ لگایا جائے تو موتی ہاتھ آتے ہیں لیکن ساحل/کنارے کی سوغات کیا ہے؟ بس یہی کانٹے ہیں اور خس و خاشاک (گھاس پھوس) گویا زندگی کی عظمت و برتری کی خاطر مصائب و آلام کی پروا کیے بغیر یا ان کا دلیرانہ مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے جبکہ آرام وسکون اور اطمینان کی خاطر محنت و مشقت نہ کرنے کا نتیجہ کوڑا کرکٹ ہی ہے۔

۲- میری چنگاریوں (شاعری) میں بجلی کے سے جوہر ہیں جو سب برائیوں کو تباہ کر سکتی، جلا سکتی ہیں لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ تیرے سرکنڈے نمی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے وہ نہیں جل سکتے۔ تجھ میں وہ جذبے نہیں ہیں جو میری شاعری سے متاثر ہو کر تجھ میں سوز و گداز پیدا کر دیں۔

۳- تو اپنے دور/زمانے کو جس طرح بنانے کی خواہش رکھے ویسا بنا سکتا ہے، اس میں ردو بدل تیرے ہی اثر سے ہوگا۔ اے نادان! یہ آسمانوں کی تاثیر نہیں ہے۔ ایسا مت سمجھ کہ یہ آسمانوں کا اثر ہے، یعنی تو اپنے قوی جذبوں سے دنیا میں انقلاب لا سکتا ہے۔

۴- میں نے عشق کے سوز و جذبہ کا یہ اثر بھی دیکھا ہے کہ جس سے تقدیر کے چاک رفو ہو گئے۔ گویا بگڑی ہوئی تقدیر سنور گئی۔

۵- رندی کے فن میں وہی صاحبِ کمال ہے جس کی مستی انگور کی بیل کے احسان کی محتاج نہ ہو۔ گویا وہ عام شراب پی کر مست ہونے کی بجائے عشقِ حقیقی کی شراب پی کر سرشار رہے۔

۶- سرزمین مشرق کے مے خانے میں اب تک وہ شراب موجود ہے جس سے عقل وشعور و فہم میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یعنی ایسے علوم آج بھی موجود ہیں جو ایسی روشنی کا باعث بن رہے ہیں۔

۷- اہلِ نظر یورپ سے اس لیے مایوس و ناامید ہو گئے ہیں کہ وہاں کی قوموں کے باطن پاک نہیں ہیں، یا نہیں رہے۔ ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے اور جو عیاری و مکاری اور مفاد پرستی کا نمونہ ہیں۔

---

## وجود

۱- اے کہ ہے زیرِ فلک مثلِ شرر تیری نمود　　　کون سمجھائے تجھے کیا ہیں مقاماتِ وجود

۲۔ گر ہنر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر    وائے صورت گری و شاعری و نائے و سرود
۳۔ مکتب و میکدہ جز درسِ نبودن ندہند    بودن آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود

۱۔ اے مخاطب! آسمان کے نیچے (اس دنیا میں) تیرا قیام وظہور چنگاری کی مانند (عارضی و فانی) ہے۔ تجھے اس حقیقت سے کون آگاہ کرے کہ وجود کے کیا کیا مقام ہیں۔ یعنی اس کائنات کی ہر شے کو فنا ہے، لیکن ایک انسانی وجود ایسا ہے کہ انسان اگر اپنی خودی سے آگاہ ہو کر اپنے جہد و عمل سے اس کی مضبوطی و پختگی کا سامان کرے تو وہ صاحبِ بقا (حیاتِ جاوید کا مالک) بن سکتا ہے۔

۲۔ اگر مصوری، شاعری اور موسیقی کے فنون و ہنر میں سے کسی میں تعمیرِ خودی کا جوہر موجود نہیں ہے، تو افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے سب فنون بیکار اور بے مقصد ہیں۔ گویا یہ فنون اسی صورت میں قابلِ توجہ اور باعظمت بن سکتے ہیں جب وہ انسان کی خودی میں استحکام کا باعث بنیں۔

۳۔ درسگاہوں/تعلیمی اداروں اور شراب خانوں میں صرف فنا کا درس دیا جاتا ہے یعنی انسان فانی ہے لیکن ضروری ہے کہ تو بقا کی تعلیم حاصل کرے تاکہ دنیا میں بھی تجھے عظمت و سربلندی حاصل ہو اور جسمانی موت کے بعد بھی تو حیاتِ جاوید سے سرفراز رہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تو کسی مردِ کامل/ مرشدِ کامل کی صحبت سے فیضیاب ہو، ورنہ تعلیمی ادارے اور خانقاہیں اس سلسلے میں کسی لائق نہیں ہیں۔

---

## سرود (نغمہ، گیت، راگ)

۱۔ آیا کہاں سے نالۂ نے میں سرورِ مے    اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نے؟
۲۔ دل کیا ہے؟ اس کی مستی و قوت کہاں سے ہے؟    کیوں اس کی اک نگاہ الٹتی ہے تختِ کے؟
۳۔ کیوں اس کی زندگی سے ہے اقوام میں حیات؟    کیوں اس کے واردات بدلتے ہیں پے بہ پے؟
۴۔ کیا بات ہے کہ صاحبِ دل کی نگاہ میں    جچتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے؟
۵۔ جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا    سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے!

۱۔ (بعض مرتبہ میرے دل میں یہ تجسس پیدا ہوتا ہے کہ) بانسری کے نغمے میں شراب کا سا نشہ و سرور کہاں سے آیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ بانسری بجانے والے کے دل سے

اٹھتا ہے یا بانسری کی لکڑی سے پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ اگر وہ نغمہ دل سے اٹھتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل کیا چیز ہے؟ اس میں قوت و مستی کہاں سے آتی ہے؟ کیا بات ہے کہ اس کی ایک نگاہ ہی بڑے بڑے ایرانی بادشاہوں کے تخت الٹا ڈالتی ہے؟

۳۔ یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ اس دل کی زندگی پر قوموں کی زندگی کیوں موقوف ہے اور کیا وجہ ہے کہ اس (دل) کے حالات و واردات (اس پر گذرنے والے حالات) میں مسلسل تبدیلی آتی رہتی ہے؟ علامہ نے دل ہی کے حوالے سے یوں بھی کہا ہے:

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

۴۔ کیا وجہ ہے کہ جو صاحبِ دل ہے اس کی نظروں میں روم اور شام اور رے کی سلطنت کی کوئی اہمیت و حقیقت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں آنی وفانی ہیں جبکہ صاحبِ دل جذبۂ عشق حقیقی سے سرشار ہونے کے باعث اپنی بقا کا سامان کرتا ہے۔

۵۔ جس روز مغنی دل کے اس راز سے آگاہ ہو گیا تو سمجھ لو کہ اس دن اس کا فن تمام مرحلے طے کر لے گا، یعنی وہ تمام منزلیں طے کر کے درجۂ کمال تک پہنچ جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں دلِ زندہ ہی کے باعث کسی نغمہ و موسیقی میں تاثیر و دل کشی ہے اور ایسی موسیقی ہی قوموں کی زندگی میں ایک مضبوط روح پھونکتی ہے۔

---

# نسیم و شبنم

## نسیم

۱۔ انجم کی فضا تک نہ ہوئی میری رسائی — کرتی رہی میں پیرہنِ لالہ و گل چاک

۲۔ مجبور ہوئی جاتی ہوں میں ترکِ وطن پر — بے ذوق ہیں بلبل کی نواہائے طربناک

۳۔ دونوں سے کیا ہے تجھے تقدیر نے محرم — خاکِ چمن اچھی کہ سرا پردۂ افلاک؟

۱۔ نسیم، شبنم سے مخاطب ہے۔ میں گل و لالہ کے لباس تو چاک کرتی رہی (یعنی انہیں

کھلاتی رہی) لیکن میرے نصیبوں میں ستاروں کی فضا تک رسائی ممکن نہ ہو سکی، مجھے کوئی بلندی نصیب نہ ہو سکی۔

۲- اس صورتِ حال کے باعث میں اب وطن چھوڑنے پر مجبور ہوں (یعنی باغ سے نکل جاؤں)۔ بلبل کے مسرت بھرے چہچہے ذوق یعنی لطف و مزہ سے خالی ہیں۔

۳- (میرے برعکس) تجھے قدرت نے دونوں باتوں سے نوازا ہے، یعنی آسمانوں کی بھی محرم ہے اور باغ کی بھی۔ اب تو ہی مجھے یہ بتا کہ باغ میں رہنا اچھا ہے یا آسمانوں پر چلا جانا اچھا ہے؟

## شبنم

۱- کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک　　　گلشن بھی ہے اِک سرِ سراپردۂ افلاک

۱- (شبنم کا جواب) اے نسیم! اگر باغ کے خس و خاشاک تجھے اپنی طرف نہ کھینچیں، یعنی تو ان سے دلچسپی نہ رکھے، تو یہ جان لے کہ باغ بھی آسمان کے پردوں میں سے ایک پردہ ہے۔

---

## اہرامِ مصر

۱- اس دشتِ جگر تاب کی خاموش فضا میں　　　فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کیے تعمیر

۲- اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک　　　کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر

۳- فطرت کی غلامی سے کر آزاد ہنر کو　　　صیاد ہیں مردانِ ہنر مند کہ نخچیر؟

۱- اہرام مصر کے آگے جگر/دل کو تڑپانے والا جو وسیع میدان ہے، اس کی سنسان فضا میں قدرت نے صرف ریت کے ٹیلے تعمیر کیے۔ گویا تیز ہوائیں انہیں اٹھا کر ادھر ادھر رکھ دیتی ہیں، لیکن اس حالت میں بھی اہرام جیسی انتہائی مضبوط و پایدار عمارتیں تعمیر کی گئیں۔

۲- اہرام کی عظمت و پایداری کے سامنے آسمان بھی سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر قدرتی طور پر دل میں یہ تجسس پیدا ہوتا ہے، یہ خیال آتا ہے کہ وہ کون سے ہاتھ تھے جنھوں نے ہمیشہ قائم و برقرار رہنے والی یہ تصویر کھینچی؟ یعنی یہ عمارت یا عمارتیں تعمیر کیں۔ گویا ان معماروں کا فنِ تعمیر فطرت سے بے نیاز تھا، فطرت کی غلامی

سے آزاد تھا۔

۳۔ تو بھی اے ہنرور اگر ایسی تصویر کھینچنے کا خواہش مند ہے تو اپنے فن و ہنر کو قدرت/فطرت کی غلامی سے آزاد کر۔ تجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہنر مند انسان شکار کرتے ہیں وہ شکار نہیں ہوتے یعنی قدرت نے وہاں جوریت کے ٹیلے بنا رکھے ہیں صاحبانِ ہنر ان کی پیروی میں انتہائی کمزور عمارات بنانے کی بجائے ایسی مضبوط و محکم عمارتیں بناتے ہیں جنہیں گردشِ زمانہ سے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچتا۔

---

## مخلوقاتِ ہنر

### (آرٹ/فن سے بنی ہوئی چیزیں)

۱۔ ہے یہ فردوسِ نظر اہلِ ہنر کی تعمیر فاش ہے چشمِ تماشا پہ نہاں خانۂ ذات

۲۔ نہ خودی ہے نہ جہانِ سحر و شام کے دَور زندگانی کی حریفانہ کشاکش سے نجات

۳۔ آہ! وہ کافرِ بیچارہ کہ ہیں اس کے صنم عصرِ رفتہ کے وہی ٹوٹے ہوئے لات و منات

۴۔ تو ہے میت! یہ ہنر تیرے جنازے کا امام نظر آئی جسے مرقد کے شبستاں میں حیات

۱۔ آج کے اہل فن و ہنر اپنے فن کے جو بھی کارنامے پیش کرتے ہیں وہ بظاہر بڑے دلکش و دل ربا دکھائی دیتے ہیں لیکن ان سے، دیکھنے والی آنکھ پر ان فن کاروں کی دلی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ گویا ان کے شہکاروں میں کوئی نیا انداز، نئی بات اور زندگی کی علامت نظر نہیں آتی۔

۲۔ ان کے شہکاروں میں نہ تو خودی ہی کے آثار ہیں اور نہ صبح و شام کی دنیا کی گردش ہی کا کچھ پتا چلتا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی میں جو ایک دوسرے کے درمیان یا باہمی کھینچا تانی سے ہنگامے کی جو گرمی و حرارت پیدا ہوتی ہے، اس سے بھی نجات نظر آتی ہے، یعنی یہ کیفیت بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان شہکاروں کے دیکھنے والا کیا اثر لے سکتا اور اس میں ہمت و جوانمردی کا جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

۳۔ اس بیچارے کافر پر افسوس ہے جو ابھی تک گذرے ہوئے زمانے کے بتوں لات و منات کی پوجا کر رہا ہے۔ گویا آج کا ہنرور لکیر کا فقیر بنا ہوا ہے، اس میں وہ اہلیت و قابلیت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے شہکاروں کو نئے انداز میں پیش کرے جو دیکھنے والوں

میں جذبے اور ولولے پیدا کریں۔

۴۔ تو (اے آج کے ہنرور) ایک میت ہے اور تیرا یہ ہنر تیرے جنازے کی نماز پڑھانے والا ہے۔ وہ مردہ جسے قبر کی خوابگاہ ہی میں زندگی نظر آئی۔ گویا یہاں کے اہل ہنر غلامی کا شکار ہیں اور خودی سے محروم ہیں، اس لیے ان کے شہکار زندگی کی روح سے خالی ہیں۔

---

## اقبال

۱۔ فردوس میں رومیؔ سے یہ کہتا تھا سنائیؔ　　مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آش

۲۔ حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر　　اک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش

۱۔ جنت میں سنائیؒ مولانا رومیؔ سے یہ کہہ رہے تھے کہ مشرق/ ایشیا کے ملکوں میں ابھی تک وہی پیالہ ہے اور وہی شوربا/ سالن۔ یعنی ایشیا والے ایک مدت سے غلامی کا شکار ہیں اور ان میں بیداری کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے، اپنی غلامی ہی کی ڈگر پر قائم اور پست حالت پر گویا شاکر ہیں۔

۲۔ گو یہ بات درست ہے لیکن منصور حلاج کی یہ روایت/ بیان ہے کہ ایک طویل مدت کے بعد یہاں آج کے دور میں ایک ایسا مردِ قلندر پیدا ہوا ہے جس نے خودی کا راز ظاہر کر دیا ہے یعنی خودی کی حقیقت پر بہت کچھ کہا ہے اور یہ مردِ قلندر اقبال ہے۔

---

## فنونِ لطیفہ

۱۔ اے اہل نظر! ذوقِ نظر خوب ہے لیکن　　جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

۲۔ مقصودِ ہنر سوزِ حیات ابدی ہے　　یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا

۳۔ جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا　　اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا

۴۔ شاعر کی نوا ہو کہ مغنّی کا نفس ہو　　جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

۵۔ بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں　　جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

۱۔ اے اہل نظر! ذوقِ نظر بڑی اچھی بات ہے (اہل ہنر کی خوبی و برائی پر کھنے کی تمہاری

اہلیت اچھی بات ہے) لیکن اگر تمہاری نگاہیں کسی شے (ہنر) کی حقیقت نہیں دیکھ سکتیں تو ایسی نگاہیں کس کام کی۔

۲- ہنر وفن کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ وہ ہنرور میں حیاتِ جاوید (بقا) کا سوز وجذبہ پیدا کر دے۔ اس کے برعکس اگر ہنر نے اس (ہنرور) میں چنگاری کی طرح ایک دو پل کی چمک پیدا بھی کر دی تو اس کا کیا فائدہ؟ ایسا ہنر سراسر بیکار ہے۔

۳- اے قطرۂ نیساں! وہ سیپی کیا اور وہ موتی کیا جس سے سمندر میں طوفان برپا نہ ہو، گویا عشق حقیقی کا ایسا جذبہ جس سے باطل قوتوں کی تباہی کا سامان نہ ہو سکے اور جو لوگوں میں بیداری کی روح نہ پھونک سکے، سراسر بے مقصد اور بے معنی ہے۔

۴- شاعر کی شاعری ہو یا مغنی کا وہ گانا جس کی تاثیر سے سننے والوں کے دلوں میں حقیقی زندگی کا کوئی سوگداز پیدا نہ ہو، سب بے سود ہے۔ صبح کی ایسی ہوا کا کیا فائدہ جو باغ میں پھول کھلا کر شگفتگی و تازگی پیدا کرنے کی بجائے الٹا باغ کی افسردگی کا باعث بنے۔

۵- دنیا میں قومیں کسی معجزے کے بغیر عظمت و سربلندی حاصل نہیں کر سکتیں، لہٰذا جب تک کسی ہنر میں ضربِ کلیمی کی سی قوت وشان پیدا نہ ہو، اس وقت تک ایسا ہنر کس کام کا۔ وہ بیکار و بے سود ہنر ہے۔

---

# صبحِ چمن

## پھول

ا- شاید تو سمجھتی تھی وطن دور ہے میرا — اے قاصدِ افلاک! نہیں! دور نہیں ہے

ا- اے شبنم! تو شاید یہ خیال کر رہی تھی کہ میرا وطن دور ہے۔ اے قاصدِ افلاک! ایسا نہیں ہے، میرا وطن دور نہیں ہے۔

## شبنم

ا- ہوتا ہے مگر محنت پرواز سے روشن — یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دور نہیں ہے

ا- بقول شبنم اے پھول تیری یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ زمین آسمان سے دور نہیں

ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نکتہ اس وقت تک روشن و واضح نہیں ہوتا جب تک انسان پرواز کی محنت و مشقت سے کام نہ لے۔

## صبح

۱۔ مانندِ سحر صحنِ گلستاں میں قدم رکھ — آئے تہِ پا گوہرِ شبنم تو نہ ٹوٹے
۲۔ ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن — ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے

۱۔ اے شبنم اور پھول! تم دونوں صبح کی طرح باغ میں قدم رکھو، چنانچہ اگر شبنم کا موتی بھی پاؤں تلے آئے تو ٹوٹنے نہ پائے۔

۲۔ تم بے شک پہاڑوں اور بیابانوں سے بغل گیر ہوتے رہو لیکن آسمانوں کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ گویا ان تینوں کے حوالے سے زندگی کی بعض حقیقتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عظمت و سربلندی کے حصول کے لیے جہدِ مسلسل اور محنت و مشقت کی ضرورت ہے، اس کے بنا بات نہیں بنتی۔ ''شبنم کا موتی نہ ٹوٹنے پائے'' سے غالباً یہ مراد ہو سکتی ہے کہ عزیزوں دوستوں کی دل آزاری سے بچا جائے۔ واللہ اعلم

---

## خاقانی

۱۔ وہ صاحبِ ''تحفۃ العراقین'' — اربابِ نظر کا قرۃ العین
۲۔ ہے پردہ شگاف اس کا ادراک — پردے ہیں تمام چاک در چاک
۳۔ خاموش ہے عالمِ معانی — کہتا نہیں حرفِ ''لن ترانی''
۴۔ پوچھ اس سے یہ خاکداں ہے کیا چیز؟ — ہنگامۂ این و آں ہے کیا چیز؟
۵۔ وہ محرمِ عالمِ مکافات — اِک بات میں کہہ گیا ہے سو بات
۶۔ ''خود بوئے چنیں جہاں تواں برد — کابلیس بماند و بوالبشر مرد''

۱۔۲: مثنوی تحفۃ العراقین کا مصنف (خاقانی) اہل نظر (اربابِ دانش و بصیرت) کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی ان کا محبوب شاعر ہے۔ اس کی عقل و دانش پردوں کو چاک کرنے والی ہے۔ اس کے سامنے تمام پردے تار تار ہو گئے۔ حج وغیرہ کے سفر سے

متعلق خاقانی نے جو کچھ لکھا ہے، اس کے حوالے سے یہ کہا ہے۔ گویا اس پر سب حالات واسرار واضح ہو گئے۔

۳- معانی یا حقیقت سے آگاہ انسان خاموش رہتا ہے۔ وہ اپنی اس آگاہی کے حوالے سے ڈینگیں نہیں مارتا، یا ڈینگیں مارنا پسند نہیں کرتا۔

۴- اے مخاطب! تو اس (خاقانی) سے پوچھ کہ یہ دنیا کیا شے ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس دنیا میں جو قسم قسم کے اور ہر پل ہنگامے برپا رہتے ہیں، ان کی اصلیت و حقیقت کیا ہے؟

۵- وہ اس عالمِ مکافات سے پورے طور پر واقف ہے۔ چنانچہ وہ سو بات کی ایک بات کہہ گیا ہے۔ وہ بات کیا ہے؟ وہ اگلے شعر میں ہے جو خاقانی کا ہے۔

۶- اس دنیا کی بو کا اندازہ تو اسی بات سے ہو سکتا ہے (اس کی حقیقت اسی امر سے واضح ہو جاتی ہے) کہ ابلیس تو زندہ و باقی ہے جبکہ آدمؑ فوت ہو گیا ہے۔ ابلیس کا آدم کو سجدہ نہ کرنا اور اسے تو اس انکار پر دنیا میں مستقل زندگی مل جانا لیکن اس کے برعکس آدم، جسے نائب خدا اور اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل تھا، وہ فوت ہو گیا، جبکہ اس عالم مکافات کا تقاضا تھا کہ ابلیس مرتا اور آدم زندہ رہتا۔ اس صورتِ حال سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس دنیا کی اصل و حقیقت کیا ہے۔

---

## رومی

۱- غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک ۔۔۔ ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک

۲- ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک ۔۔۔ کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک

۳- گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک ۔۔۔ کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

۱- تیری نیم باز آنکھ اب تک جو کچھ دیکھ رہی ہے، غلط دیکھ رہی ہے (تو ابھی تک کسی بھی شے کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکا) یہ بات تو الگ رہی خود تیری اپنی ہستی تیرے لیے راز بنی ہوئی ہے۔

۲- تیرا نیاز ابھی تک ناز کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے کیونکہ تیری نماز ابھی تک قیام سے خالی ہے۔ گویا تجھ میں انکسار و غلامی کی بات تو نظر آتی ہے لیکن بے نیازی و حکمرانی کے

جذبوں سے تو محروم ہے۔ قیام اور نماز کی تشبیہ سے یہی بات کی ہے۔ سجدے میں عاجزی کی کیفیت ہے اور قیام سے انسان میں ایک طرح سے شانِ ناز پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ تیری خودی کے ساز کے تار ابھی تک ٹوٹے ہوئے ہیں، اس لیے کہ تو مولانا رومیؒ کے نغموں سے بے پرواہ ہے۔ مولانا نے اپنی عظیم مثنوی (مثنوی معنوی) میں حکمت و حقیقی زندگی سے متعلق جن بلند خیالات کا اظہار فرمایا ہے، تو ان سے بالکل بے خبر ہے۔ مولانا اپنی ایک رباعی میں کہتے ہیں کہ اگر تو چاہتا ہے کہ ہمیشہ خوش و خرم رہے اور جہاں کہیں جائے تیری عزت اور تیرا احترام ہو تو اپنا باطن پاک رکھ، سیدھی راہ (راہِ ہدایت) پر چل اور علم حاصل کر تا کہ تو بنی نوع انسان کے سر کا تاج بنے:

خواہی کہ ہمیشہ شاد و خرم باشی
ہر جا کہ روی عزیز و محترم باشی
پاکیزہ شو و راست بزی علم آموز
تا تاجِ نبیرگانِ آدم باشی

---

## جدت

۱۔ دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے — افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے
۲۔ خورشید کرے کسبِ ضیا تیرے شرر سے — ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
۳۔ دریا متلاطم ہوں تری موجِ گہر سے — شرمندہ ہو فطرت ترے اعجازِ ہنر سے
۴۔ اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی — کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

۱۔ اگر تو زمانے کو اپنی نظر سے دیکھے تو تیری صبح کی روشنی سے آسمان روشن ہو جائیں۔ یعنی اگر تو اپنی خودی سے آگاہ اور عشقِ حقیقی کے جذبوں سے سرشار ہو جائے تو یہ پوری کائنات تیرے افکار سے روشن ہو جائے۔

۲۔ جب تو ایسی نظر کا حامل بن جائے گا تو اس کے نتیجے میں سورج تیری چنگاری سے روشنی حاصل کرے گا اور چاند کی پیشانی سے تیری تقدیر نمایاں ہوگی۔ یہ واضح ہو جائے گا کہ عظمت و سربلندی اور بقا تیرا مقدر بن چکی ہے۔

۳۔ تیرے موتی کی چمک دمک کی لہروں سے دریاؤں اور سمندروں میں طوفان اٹھنے

لگیں گے اور تیری ہنر مندی میں معجزے کی ایسی شان پیدا ہو جائے گی جسے دیکھ کر قدرت بھی شرمندگی سے دوچار ہو جائے گی۔ گویا صاحبِ ہنر زمانے کو اپنی نظروں سے دیکھے، دوسرں کی نظر سے نہیں۔

۴- اگر تو غیروں کے افکار و خیالات کی بھیک مانگنے لگے یعنی ان کے افکار اپنانے لگے تو کیا یہ افسوس کی بات نہ ہوگی کہ تیری اپنی خودی تک بھی رسائی نہیں ہے۔ تو اپنی معرفت و خودی سے بالکل بے خبر ہے جو بے مقصد و بیکار زندگی کی علامت ہے۔

---

## مرزا بیدلؔ

| | |
|---|---|
| ۱- ہے حقیقت یا مری چشمِ غلط بیں کا فساد | یہ زمیں یہ دشت یہ کہسار یہ چرخِ کبود |
| ۲- کوئی کہتا ہے نہیں ہے کوئی کہتا ہے کہ ہے | کیا خبر! ہے یا نہیں ہے تیری دنیا کا وجود |
| ۳- میرزا بیدلؔ نے کس خوبی سے کھولی یہ گرہ | اہلِ حکمت پر بہت مشکل رہی جس کی کشود |
| ۴- "دل اگر می داشت وسعت بے نشاں بود ایں چمن | رنگِ مے بیروں نشست از بس کہ مینا تنگ بود" |

۱-۲: یہ زمین، یہ جنگل بیابان، یہ پہاڑ اور یہ نیلا آسمان واقعی موجود ہیں، ان کا کوئی وجود ہے یا میری اپنی غلط دیکھنے والی آنکھوں کا کوئی دھوکا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ نہیں ان کا کوئی وجود نہیں ہے اور کسی کے بقول ان کا وجود ہے۔ اے مولا! تو ہی جانتا ہے کہ تیری اس کائنات کا کوئی وجود ہے یا نہیں، ہمیں تو اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔

۳- میرزا بیدلؔ نے یہ گتھی بڑی خوبی سے سلجھائی ہے (یہ مسئلہ بڑی خوبی سے حل کیا ہے) جبکہ دوسرے دانشمند و فلسفی اس مسئلے کو بہت مشکل سمجھتے ہوئے اسے حل نہ کر سکے۔ اگلے شعر میں بیدل کے حوالے سے اس کا حل بتایا گیا ہے۔)

۴- میرزا بیدل کے مطابق اگر دل میں وسعت اور کشادگی ہوتی تو اس باغ کا کوئی نام و نشان نہ ملتا۔ اس کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ صراحی چونکہ تنگ تھی اس لیے جب اس میں شراب ڈالی گئی تو رنگ باہر نکل کر بیٹھ گیا۔ صراحی شیشے کی ہوتی ہے اس لیے شراب کا رنگ ایسے لگتا ہے جیسے شیشے کے باہر ہو۔ مطلب یہ کہ یہ جو ہمیں کائنات کا وجود بظاہر دکھائی دیتا ہے تو یہ ہمارے اپنے دل کی بے وسعتی یا تنگی کے باعث ہے۔ گویا اس کائنات کا اپنا وجود نہیں ہے۔ یہ سب اس ذاتِ باری کی تجلیوں کا پرتو ہے جسے

سمجھنا ہر شخص کی صلاحیت کے بس کی بات نہیں ہے اور نہ ان تمام تجلیوں کو اپنے دل میں سمو لینے ہی کی اہلیت وصلاحیت ہے، چنانچہ جو تجلیاں انسانی دل سے باہر رہ جاتی ہیں وہ اس کائنات کا نشان بن جاتی ہیں۔

---

## جلال و جمال

۱۔ ترے نصیب فلاطوں کی تیزیِ ادراک — مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی

۲۔ کہ سر بسجدہ ہیں قوت کے سامنے افلاک — مری نظر میں یہی ہے جمال و زیبائی

۳۔ مرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک — نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر

۴۔ کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بیباک — مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ

۱۔ میں حضرت علیؓ مرتضیٰ کے سے زورِ بازو وقوت ہی کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہوں۔ اگر تو افلاطون کے سے تیز فہم وشعور اور عقل و دانش کا مالک ہے تو خدا تجھے نصیب کرے، تجھے مبارک کرے۔ میں اپنے لیے سوز وجذبہ عشق اور ولولے ہی کا آرزومند ہوں۔ محض عقل و دانش سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ یہ تجھے ہی مبارک ہو۔

۲۔ میری نظروں میں حقیقی جمال وحسن اور دل کشی یہی ہے کہ قوت وزور کے آگے آسمان بھی سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ خود جلال میں بھی جمال کا پرتو ہے۔ جلال باطل قوتوں کے لیے اور جمال اپنوں کے لیے۔ علامہ ہی کے بقول:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۳۔ اگر جلال نہ ہو تو حسن و جمال میں کوئی تاثیر نہیں رہتی۔ اگر نغمے/موسیقی میں وہ سوز و حرارت نہ ہو جو سامعین کے دلوں کو گرما دے تو ایسا نغمہ محض ایک سانس ہی اور موسیقار کے اپنے دلی سوز و جذبہ سے خالی ہوگا، صحیح معنوں میں نغمہ نہ ہوگا۔

۴۔ میں تو سزا کے لیے بھی ایسی دوزخ میں ڈالا جانا قبول نہ کروں گا جس کی آگ کے شعلے تند و تیز اور زبردست اور لپکنے والے نہ ہوں۔ مطلب یہ کہ میں سزا کے لیے وہی آگ پسند کرتا ہوں جس میں جلال کی شان بھی ظاہر ہو۔

---

## مصور

۱۔ کس درجہ یہاں عام ہوئی مرگِ تخیل — ہندی بھی فرنگی کا مقلد، عجمی بھی
۲۔ مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد — کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرورِ ازلی بھی
۳۔ معلوم ہیں اے مردِ ہنر تیرے کمالات — صنعت تجھے آتی ہے پرانی بھی نئی بھی
۴۔ فطرت کو دکھایا بھی ہے، دیکھا بھی ہے تو نے — آئینۂ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی

۱۔ یہاں (مشرق میں) خیالات کی موت کس حد تک عام ہوگئی ہے کہ اہل ہند بھی اہلِ یورپ کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اور ایرانی بھی انہی کے خیالات کو اپنا رہے ہیں۔

۲۔ میں تو اسی غم میں ڈوبا ہوا ہوں کہ آج کے دور کے مصور سرزمین مشرق کے اس سرورِ ازلی سے بھی محروم ہو گئے یا ہاتھ دھو بیٹھے ہیں جو کبھی ابتدا ہی سے ان کی خوبی رہی ہے۔ ہمارے مصور بھی جذبۂ عشق حقیقی سے محروم ہیں اور ان کی مصوری محض یورپ والوں کی نقالی ہے۔

۳۔ اے صاحب ہنر! تیرے کمالات معلوم ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تجھے پرانی مصوری سے بھی آگاہی ہے اور نئی مصوری سے بھی۔

۴۔ نیز ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تو نے قدرت یعنی قدرتی نظاروں کو خود بھی دیکھا ہے اور ان کی تصویریں بنا کر دنیا والوں کو بھی دکھایا ہے۔ گویا اس طرح قدرت کے راز ظاہر کیے ہیں تو قدرت کے آئینے میں اپنی خودی بھی تو دکھا، اس معاملے میں تو تو بالکل بیکار رہا ہے۔

---

## سرودِ حلال

۱۔ کھل تو جاتا ہے مغنی کے بم و زیر سے دل — نہ رہا زندہ و پائندہ تو کیا دل کی کشود
۲۔ ہے ابھی سینۂ افلاک میں پنہاں وہ نوا — جس کی گرمی سے پگھل جائے ستاروں کا وجود
۳۔ جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک — اور پیدا ہو ایازی سے مقامِ محمود
۴۔ مہ و انجم کا یہ حیرت کدہ باقی نہ رہے — تو رہے اور ترا زمزمۂ لا موجود
۵۔ جس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہانِ خودی — منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود

۱۔ نغمہ گانے والا جب کوئی نغمہ الاپتا/ گاتا ہے تو اس کے اونچے اور نچلے سروں سے دل میں کچھ شگفتگی تو پیدا ہو جاتی ہے لیکن اگر دل کی یہ شگفتگی ہمیشہ کے لیے زندہ و پایندہ نہ رہے تو ایسا نغمہ لائق توجہ نہیں ہے۔

۲۔ وہ نغمہ ابھی آسمانوں کے سینوں میں پوشیدہ ہے، جس کی حرارت سے ستاروں کا وجود بھی پگھل جائے، پانی بن کر بہ جائے۔

۳۔ ایسے نغمے کی تاثیر انسان کو خوف وغم سے پاک کر دے اور اسے غلامی سے حکمرانی و سلطانی کی طرف لے جائے۔ اس کو اس مقام و مرتبہ پر لے آئے۔ ایسا نغمہ گویا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

۴۔ چاند اور ستاروں کا، اس نغمے کی بدولت، یہ حیرت کدہ باقی نہ رہے، صرف تو باقی رہ جائے اور تیرا ''لاموجود الا اللہ'' کا نغمہ یعنی نعرہ توحید۔

۵۔ خودی کے عالموں کے مطابق مذکورہ نغمہ ہی صحیح معنوں میں حلال/ جائز ہے۔ لیکن ایسے نغمے کو ابھی تک کسی باکمال مغنی کا انتظار ہے جو آئے اور اسے گائے۔

---

## سرودِ حرام

۱۔ نہ میرے ذکر میں ہے صوفیوں کا سوز و سرور — نہ میرا فکر ہے پیمانۂ ثواب و عذاب

۲۔ خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے — فقیہِ شہر کہ ہے محرمِ حدیث و کتاب

۳۔ اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام — حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب

۱۔ میرے ذکر کرنے میں نہ تو صوفیوں کا سا سوز و سرور ہے اور نہ میرے فکر و خیالات ہی ایسے ہیں جو ثواب اور عذاب کا ترازو بن سکیں۔ گویا میں نہ تو صوفیا کی طرح سوز و سرور کی تعلیم دیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میرا کہنا ماننے پر تم ثواب حاصل کرو گے اور نہ ماننے پر عذاب کا شکار ہو گے۔

۲۔ خدا کرے کہ شہر کے عالمِ حدیث و قرآن کو، جو ان دونوں (حدیث و قرآن) کو بخوبی سمجھتا ہے، میری اس بات یا گزارش سے اتفاق ہو۔

۳۔ اگر کسی نغمے میں موت کا پیغام پوشیدہ ہے تو میرے نزدیک ایسا نغمہ خواہ بانسری پر گایا جائے اور خواہ چنگ و رباب پر، سراسر اور پورے طور پر حرام ہے۔ گویا جس نغمے کو

سن کر سامعین (سننے والے) کے دل و روح افسردہ ہو جائیں وہ قطعی طور پر حرام سمجھنا چاہیے۔

---

## فوّارہ

۱- یہ آبجو کی روانی یہ ہم کنارئ خاک　　مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظارہ
۲- اِدھر نہ دیکھ اُدھر دیکھ اے جوانِ عزیز　　بلند زورِ دروں سے ہوا ہے فوارہ

۱- یہ ندی کا بہنا اور خاک/زمین سے بغل گیر رہنا، میری نظروں میں کوئی اچھا نظارہ نہیں ہے۔ ندی زمین پر بہتی اور رواں رہتی ہے، اوپر نہیں اٹھ سکتی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں اٹھنے کی قوت نہیں ہے۔

۲- اے پیارے نوجوان! تو ندی کی طرف نہ دیکھ ادھر فوارے کی طرف دیکھ جو اپنے اندرونی زور و قوت سے خوب اوپر اٹھ رہا ہے۔ اس استعارے سے نوجوان نسل کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ خود میں قوتیں پیدا کر، ولولے اور جذبے پیدا کر کے اپنی عظمت و سربلندی کا سامان کر۔

---

## شاعر

۱- مشرق کے نیستاں میں ہے محتاجِ نفس نے　　شاعر! ترے سینے میں نفس ہے کہ نہیں ہے
۲- تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم　　اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لَے
۳- شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبو ہو　　شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری مَے
۴- ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے　　بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کَے
۵- ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلّی　　اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

۱- سرزمینِ مشرق کے جنگل میں بانسری اس بات کی محتاج یا منتظر ہے کہ کوئی آ کر اسے اپنی پھونک سے بجائے۔ اے شاعر! کیا تیرے سینے میں ایسا سانس ہے جو بانسری کو بجا سکے، یا نہیں ہے؟

۲- جس قوم کی خودی غلامی کے نتیجے میں نرم پڑ چکی یا کمزور ہو چکی ہے، ایسی قوم کے لیے

ایرانی لَے/سُر اچھی نہیں ہے۔ گویا ایرانی/فارسی شاعری کی پیروی سے جو شعر کہے جائیں گے وہ خودی کی کمزوری کا باعث بنیں گے۔

۳۔ (شاعر سے خطاب ہے) تیرے پاس شیشے کی صراحی ہو یا مٹی کا مٹکا ہو، کچھ بھی سہی لیکن تیری شراب میں تلوار کی سی تیزی ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ تیری شاعری فنی طور پر عمدہ قسم کی ہو یا نہ ہو لیکن معانی کے لحاظ سے وہ کچھ اس انداز کی ہو کہ پڑھنے والے کی زندگی میں عظیم انقلاب آ جائے، اس کی روح جذبوں ولولوں سے سرشار ہو جائے۔

۴۔ یہ بات ایک اٹل حقیقت ہے کہ آسمانوں کے نیچے ایسی کوئی دنیا نہیں ہے، جہاں معرکوں ہنگاموں یا جہد و عمل کے بغیر عظیم بادشاہوں کا عظیم تخت ہاتھ آ سکے۔

۴۔ عشق کی راہ میں ہر لحہ نئے نئے طور آتے ہیں اور ان پر محبوب حقیقی کے جلووں کی نئی نئی بجلیاں چمکتی ہیں۔ خدا کرے کہ راہِ عشق کی منزلیں کبھی ختم نہ ہوں۔ گویا جذبہ عشق سے سرشار انسان ہی لگاتار جہد و عمل میں مصروف رہتا ہے، اس کے لیے سکون و ثبات حرام ہے۔ اس شعر میں ایسے ہی جذبہ عشق کی دعا کی گئی ہے کہ وہ کبھی ختم نہ ہو۔

---

## شعرِ عجم

۱۔ ہے شعرِ عجم گرچہ طربناک و دل آویز — اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز

۲۔ افسردہ اگر اس کی نوا سے ہو گلستاں — بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغِ سحر خیز

۳۔ وہ ضرب اگر کوہ شکن بھی ہو تو کیا ہے — جس سے متزلزل نہ ہوئی دولتِ پرویز

۴۔ اقبالؔ! یہ ہے خارہ تراشی کا زمانہ — از ہرچہ بہ آئینہ نمایند بہ پرہیز

۱۔ اگرچہ ایرانی شاعری بڑی دل آویز پر لطف ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس سے خودی کی تلوار تیز نہیں ہوتی۔ نظم ''شاعر'' میں بھی ایسی ہے بات کہی ہے۔

۲۔ اگر صبح کے وقت چہچہانے والے پرندے کی چہچہاہٹ سے گلستاں پر افسردگی طاری ہو جائے تو اس سے بہتر ہے کہ ایسا پرندہ خاموش ہی رہے۔ وہی بات استعارے میں کہی ہے۔

۳۔ تیشے کی جس ضرب سے خسرو پرویز کی سلطنت میں زلزلہ پیدا نہ ہوا گر وہ (ضرب) پہاڑ کو بھی توڑ ڈالے تو اس کا کیا فائدہ؟ وہ تو بیکار ضرب ہے۔ مطلب یہ کہ ضرب سے

اصل مقصد پورا ہو۔ پہاڑ توڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ گویا ایسی ضرب جو بادشاہت یا ایک فرد کی حکومت کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ جمہوریت یا عوام کی حکومت کا باعث بنے، وہی صحیح ضرب ہے۔

۴۔ اے اقبال! یہ زمانہ پتھروں کو توڑنے کا زمانہ ہے۔ جو کچھ آئینے میں دکھایا جا رہا ہے، اس سے تو بچ۔ مطلب یہ کہ آج ہمیں سخت جد و جہد اور محنت و مشقت اور جانبازی کی تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ اس سے ہٹ کر جو کچھ ہے وہ آج کے حالات کے مطابق اس دور کے لیے مفید نہیں ہے، اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔

---

## ہنرورانِ ہند

۱۔ عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار
۲۔ موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار
۳۔ چشمِ آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
۴۔ ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

۱۔ ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) کے ہنروروں کی حیثیت کچھ ایسی ہے کہ ان کے خیالات عشق و مستی کی موت کا گویا پیغام ہیں اور ان کی تاریک فکر میں قوموں کے مزار بنے ہوئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کے افکار و خیالات، جو وہ پیش کرتے ہیں، حقیقی زندگی کی روح سے خالی اور قوموں کی زندگی برباد کرنے والے ہیں۔

۲۔ ان کے بت خانوں میں موت کی تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔ ان برہمنوں (ہنروروں) کا ہنر زندگی سے بیزار ہے۔ ان کے ہنر میں حقیقی زندگی کی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔

۳۔ یہ ہنر مند، انسان کی آنکھوں سے بلند مرتبے اور مقامات چھپاتے ہیں۔ اس (انسان) کی روح کو سلا دیتے ہیں اور جسم کو بیدار کر دیتے ہیں۔ ان کے افکار وغیرہ روحانی قوت کو بیکار کر دیتے ہیں اور نفسانی جذبوں میں جوش پیدا کرتے ہیں۔

۴۔ ہندوستان کے کیا شاعر، کیا مصور اور کیا افسانہ نویس، افسوس کہ ان سب بیچاروں کے اعصاب پر عورت سوار ہے۔ یہ ہنر عورتوں کی تصویروں اور ان کے کردار کی تصویر کشی

کچھ اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دیکھنے اور پڑھنے والوں کی نفسانی خواہشات بھڑک اٹھتی ہیں۔ ایسی صورت میں وہ قوم کی زندگی میں ایک نئی روح کیونکر پھونک سکتے ہیں جس سے وہ اپنی عظمت و سربلندی کے لیے جہد و عمل کر سکے۔

---

## مردِ بزرگ

۱- اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق — قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق
۲- پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں — ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
۳- انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو — شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق
۴- مثلِ خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں — بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقیق
۵- اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا — اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

۱- اس (مومن) کی نفرت بھی گہری ہوتی ہے اور اس کی محبت بھی اسی طرح گہری۔ اس کا قہر (سختی) بھی اللہ کے کے لیے شفقت و محبت ہوتا ہے۔ یعنی اس کا ہر کام، اس کی نفرت اور محبت اللہ کی رضا کے حوالے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی سختی کسی سزا کی صورت میں نہیں ہوتی بلکہ اصلاح کی خاطر ہوتی ہے۔

۲- اگر چہ وہ پیروی/تقلید کی تاریکی میں پرورش پاتا ہے لیکن اس کی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نئی تخلیقات کرے، نئی تجاویز سامنے لائے۔ (یہ نظم دراصل علامہ نے بالواسطہ اپنے بارے میں لکھی ہے)

۳- اگر وہ کسی بزم و محفل میں بیٹھا ہے تو وہاں بھی اس کو خلوت ہی کا سرور میسر آیا ہے۔ گویا شمع محفل کی مانند وہ سب سے جدا بھی ہوتا ہے اور سب کا ساتھی بھی۔ شمع محفل میں الگ ایک جگہ رکھی ہوتی ہے، لیکن اپنی روشنی کے باعث وہ گویا سب کی رفیق ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ حقیقی زندگی کے اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی کو فراموش نہیں کرتا، میل جول میں بھی اسے پیش نظر رکھتا ہے۔

۴- اس کی فکر اور اس کے خیال کی چمک دمک صبح کے سورج کی مانند ہوتی ہے۔ اس کی باتیں سیدھی سادی اور بے تکلف ہوتی ہیں جبکہ ان باتوں کے معانی بڑے گہرے، باریک اور نازک ہوتے ہیں۔

۵- اس کا دیکھنے کا انداز عام دنیا والوں کے اندازِ نظر سے جدا ہوتا ہے۔ اس کے حالات سے آج کے نام نہاد مرشد و پیرانِ طریقت آگاہ نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ ان میں وہ شعور ہی نہیں ہے کہ وہ ایسے حقیقی زندگی کے حامل مردِ مومن کی باتوں اور اس کے کردار و عمل کو صحیح معنوں میں سمجھ سکیں۔

---

## عالمِ نو

۱- زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر — خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر
۲- اور جب بانگِ اذاں کرتی ہے بیدار اسے — کرتا ہے خواب میں دیکھی ہوئی دنیا تعمیر
۳- بدن اس تازہ جہاں کا ہے اسی کی کفِ خاک — روح اس تازہ جہاں کی ہے اسی کی تکبیر

۱-۲: جو انسان دلِ زندہ کا حامل ہو اس سے تقدیر کے بھید چھپے نہیں رہ سکتے۔ وہ تو خواب میں ایک نئی دنیا کی تصویر دیکھتا ہے۔ وہ صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اس کے لیے تقدیر کی اصل حقیقت واضح ہوتی ہے اور جب صبح کی اذان کی آواز اسے جگاتی ہے تو اس نے خواب میں جو نئی دنیا دیکھی ہوتی ہے، اس کی حقیقی تعمیر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ وہ بڑا صاحبِ جہد و عمل ہوتا ہے اور اسی باعث وہ اس قسم کے عظیم کارنامے انجام دینے میں لگا رہتا ہے۔

۳- ایسے صاحبِ دلِ زندہ کی مٹی اس نئی دنیا (جو خواب میں دیکھی ہے) کا بدن ہوتی ہے اور روح تکبیر کا نعرہ (اللہ اکبر) کی صورت میں ہوتی ہے۔

---

## ایجادِ معانی

### (نئے نئے معانی پیدا کرنا)

۱- ہر چند کہ ایجادِ معانی ہے خداداد — کوشش سے کہاں مردِ ہنر ہے آزاد
۲- خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر — میخانۂ حافظ ہو کہ بت خانۂ بہزاد
۳- بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا — روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

۱- اگر چہ نئے نئے معانی پیدا کرنے کی اہلیت وصلاحیت خدا کی عطا کردہ ہے لیکن ایک صاحبِ ہنر انسان کوشش سے آزاد یا بے پروا نہیں رہ سکتا۔ وہ مسلسل جہد و عمل میں مصروف رہتا ہے۔

۲- خواجہ حافظ شیرازی کا میخانہ ہو یا بہزاد مصور کا بت خانہ تصاویر، ایسی سب چیزیں معمار کی رگوں کے خون کی گرمی ہی سے تیار ہوتی ہیں۔ گویا ایسے ہر کام کے لیے مسلسل اور سخت محنت و مشقت لازمی ہے۔

۳- مسلسل محنت و مشقت کے بغیر انسان کا کوئی بھی جوہر نمایاں نہیں ہوتا، چنانچہ فرہاد کا گھر اگر روشن ہے تو وہ تیشے کی چنگاری کی بدولت ہے۔ فرہاد نے کوہِ بے ستون پر تیشہ چلایا، جس پر پتھروں سے چنگاریاں نکلیں جو اس کی شہرت و بقا کا باعث بنیں۔ گویا انسان کا تعلق کسی بھی طبقے اور کاروبار وغیرہ سے ہو، وہ اسی وقت صاحبِ عظمت بن سکتا اور ترقی کر سکتا ہے جب وہ لگاتار محنت و مشقت سے کام لے۔ ایک پنجابی صوفیؒ نے یہی بات کچھ اس انداز میں کہی ہے:

مالی دا کم پانی پانڑا بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پھل لانڑا لاوے یا نہ لاوے

یعنی: You Do Your best then Leave it to God

---

## موسیقی

۱- وہ نغمہ سردیِ خونِ غزل سرا کی دلیل ۔۔۔ کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تابناک نہیں
۲- نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود ۔۔۔ وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں
۳- پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں ۔۔۔ کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں

۱- جس نغمے کو سن کر تیرا چہرہ روشن اور چمکیلا نہ ہو، وہ (نغمہ) اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غزل گانے والے کا خون سرد ہے۔ صحیح نغمہ وہی ہے جس سے سننے والے کا دل جوش و جذبہ، ولولہ اور قوتِ عمل سے سرشار ہو جائے۔ وگرنہ اس خوبی سے خالی نغمہ، گانے والے کی کور ذوقی، بے ہمتی اور بے جوشی کا پتا دیتا ہے۔

۲- جس نے نواز کا ضمیر پاک نہ ہو، وہ نغمہ کو اپنے سانس کے ذریعے زہر آلود کر دیتا ہے۔

مراد یہ کہ جس مغنی کی نیت خلوص و پاک باطنی اور عظیم مقاصد سے خالی ہو، وہ گویا نغمے کی حقیقت بگاڑ کے رکھ دیتا ہے، اس میں زہر بھر دیتا ہے۔

۳- میں مشرق اور مغرب کے لالہ زاروں میں گھوما پھرا ہوں، لیکن مجھے کہیں بھی لالہ کے پھول کا گریبان چاک نظر نہیں آیا۔ مطلب یہ کہ کیا مشرق اور کیا یورپ کہیں بھی ایسی موسیقی سننے میں نہیں آئی جو سننے والوں میں جوش و ولولہ اور قوتِ جہد و عمل کا جذبہ پیدا کر دے۔

---

## ذوقِ نظر

۱- خودی بلند تھی اس خوں گرفتہ چینی کی — کہا غریب نے جلاد سے دمِ تعزیر
۲- ٹھہر ٹھہر کہ بہت دل کشا ہے یہ منظر — ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکیِ شمشیر

۱-۲: اس قاتل چینی کی خودی بلند تھی جسے اب سزا ملنے والی تھی۔ اس کا پتا اس وقت چلا جب اس بیچارے نے سزا ملتے وقت جلاد سے کہا کہ ذرا ٹھہر جا، مجھے یہ منظر بہت پیارا اور دل کش لگ رہا ہے۔ میں ذرا تیری تلوار کی چمک دمک دیکھ لوں۔ یہ اس کی ہمت و بے خوفی تھی جس کے باعث اس نے دلیرانہ انداز میں جلاد سے تلوار کی چمک دیکھنے کی درخواست کی اور یہی امر اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ چینی بلند خودی والا تھا۔ وہ چینی کون تھا، یہ علامہ ہی کو معلوم ہوگا۔

---

## شعر

۱- میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن — یہ نکتہ ہے تاریخِ امم جس کی ہے تفصیل
۲- وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے — یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل

۱- میں شعر/شاعری کے رازوں سے تو واقف نہیں ہوں، لیکن اتنا مجھے علم ہے کہ یہ ایک نکتہ ہے اور قوموں کی زندگی اس کی شرح و وضاحت ہے۔

۲- جو شعر حیاتِ جاوید یا بقا کا پیغام ہے وہ یا تو جبرئیلؑ کا نغمہ ہے یا پھر اسرافیل کی آواز۔ مطلب یہ کہ اس سے یا تو اخلاق میں اسی طرح پاکیزگی پیدا ہوتی ہے جس طرح

حضرت جبرئیلؑ کے پیغام سے ہوتی تھی یا وہ اسی طرح مردہ قوموں میں زندگی کی نئی روح پھونک دیتا ہے جس طرح قیامت کے روز اسرافیل کی آواز سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔

---

## رقص و موسیقی

۱- شعر سے روشن ہے جانِ جبرئیل واہرمن  رقص و موسیقی سے ہے سوز و سرورِ انجمن
۲- فاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم اسرارِ فن  شعر گویا روحِ موسیقی ہے رقص اس کا بدن

۱- شاعری جبرئیل اور ابلیس/ شیطان دونوں کی جان میں روشنی پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے، گویا شاعری سے اچھے اور برے دونوں کام لیے جا سکتے ہیں۔ رقص اور موسیقی (ناچ گانے) سے محفل میں سوز بھی پیدا ہوتا ہے اور سرور/ نشہ بھی۔

۲- ایک چینی دانشمند و فلسفی نے ہنر و فن کے راز ان الفاظ میں ظاہر کیے ہیں کہ شاعری تو ایک طرح سے موسیقی کی روح ہے اور رقص اس (شاعری) کا بدن۔ مطلب یہ کہ شعر کے بغیر گانا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ اس موسیقی کی دھنوں اور سروں کے لیے باوزن الفاظ (شاعری) بنیادی ضرورت ہیں جبکہ رقص اس موسیقی کو مجسم صورت میں پیش کرنے کا انداز ہے۔

---

## ضبط

۱- طریقِ اہلِ دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا  نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی
۲- یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا  کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں روباہی و میشی

۱- دنیاداروں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ہر وقت دنیا/ زمانے کے گلے شکوے کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ (مثلاً حفیظ ہوشیار پوری کے بقول:

زمانے بھر کے غم اور اِک ترا غم
یہ غم ہوگا تو کتنے غم نہ ہوں گے)

جبکہ زخم کھا کر آہ بھی کرنا درویشی کی شان نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ اسے اللہ کی طرف

سے سمجھتا اور راضی برضا رہتا ہے۔ گویا درویش ''سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے'' کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔

۲۔ یہ گہری بات مجھے ایک دانا بوڑھے نے تنہائی میں سمجھائی کہ آہ و فغاں کو ضبط کرنا شیر کی سی دلیری ہے، اس کے برعکس آہ و فریاد کرنا مکاری بھی ہے اور بزدلی بھی۔

---

# رقص

۱۔ چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و پیچ — روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیم اللّٰہی

۲۔ صلہ اس رقص کا ہے تشنگیِ کام و دہن — صلہ اِس رقص کا درویشی و شاہنشاہی

۱۔ تو جسمانی رقص کے پیچ وخم اہلِ یورپ کے لیے چھوڑ دے۔ روح پر رقص کی حالت طاری ہو تو وہ کلیم اللّٰہی ضرب کا باعث بن جاتی ہے۔

۲۔ رقصِ بدن کا صلہ حلق اور منہ کی پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جبکہ روح کے رقص کا صلہ درویشی اور شاہنشاہی (عظمت و بلند مرتبہ) ہے۔

---

# سیاسیاتِ مشرق ومغرب

## اشتراکیت (کمیونزم)

۱۔ قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم — بے سود نہیں روس کی یہ گرمیِ رفتار
۲۔ اندیشہ ہوا شوخیِ افکار پہ مجبور — فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بیزار
۳۔ انساں کی ہوس نے جنھیں رکھا تھا چھپا کر — کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار
۴۔ قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں — اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
۵۔ جو حرفِ ''قُلِ العفو'' میں پوشیدہ ہے اب تک — اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

۱۔ قوموں کے جو طور طریقے مجھے آج نظر آ رہے ہیں ان سے تو مجھے کچھ یہی اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ جو روس اپنے اشتراکی (کمیونزم) نظام کی بنا پر سرمایہ داری نظام کو ختم کرنے کے لیے بڑی تیزی سے کام کر رہا ہے تو یہ بے فائدہ نہیں ہے (اس کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہوگا)

۲۔ انسان کی قوتِ فکر شوخ باتیں سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے اور زمانہ پرانے اور گھسے پٹے طریقوں سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔

۳۔ انسان نے جن رازوں کو اپنی حرص وہوس کے پردوں میں چھپا رکھا تھا اب وہ راز آہستہ آہستہ کھلتے نظر آنے لگے ہیں۔

۴۔ اے مسلمان! تو قرآنِ کریم میں غور وفکر کر۔ خدا کرے کہ تجھے ایسی توفیق عطا ہو جس کی بدولت تو اپنی سیرت و کردار کو جدید رنگ دے سکے۔ جدید رنگ یا نیا سانچا وہی ہے جو قرآن کریم میں ہم انسانوں کے لیے بیان ہوا ہے۔

۵۔ وہ حقیقت جو ''قل العفو'' کی عبارت میں آج تک چھپی ہوئی ہے، شاید وہ آج اس دور میں سامنے آ جائے، ظاہر ہو جائے۔ مطلب یہ کہ اگر مسلمان قرآن کریم کی تعلیم

پر عمل کرنے لگیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی اور آج محنت اور سرمایہ میں جو باہمی کھینچا تانی ہے (محنت مزدور کرتا ہے اور سرمایہ دار بغیر محنت کے، سرمایہ کے بل پر، دولت کماتا ہے) اس کے ختم ہونے کا امکان ہو جائے گا، یا پھر کم از کم مسلمان تو اس مصیبت سے بچے رہیں گے۔

---

## کارل مارکس کی آواز

۱۔ یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش نہیں ہے دنیا کو اب گوارا پرانے افکار کی نمائش

۲۔ تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر "خطوطِ خمدار" کی نمائش، مریز و کج دار کی نمائش

۳۔ جہانِ مغرب کے بتکدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں ہوس کی خوں ریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش

۱۔ (کارل مارکس سرمایہ داری کے حامی عالموں اور فلسفیوں سے مخاطب ہے) تم لوگ علم و حکمت کے مہرے تو بہت پھینکتے ہو اور بحث و تکرار کی بھی نمائش میں لگے رہتے ہو، لیکن ذرا یہ بتاؤ کہ تمہارے اس عمل کا فائدہ کیا ہے؟ (کوئی نہیں ہے) دنیا بدل گئی ہے اب اس قسم کے پرانے خیالات کی نمائش سے اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

۲۔ اے فلسفیِ معاشیات! آخر تیری کتابوں میں رکھا ہی کیا ہے، یعنی تیرا معاشیات سے متعلق یہ اندازِ فکر، جو سراسر بیکار ہے، کیونکر کسی کی نظروں میں سمائے گا؟ یہ تو کچھ اس قسم کا بے حیثیت انداز ہے جو پیچ و خم والے خطوط کی نمائش اور "مریز و کج دار" کی نمائش کی صورت میں ہے۔ ان خیالات میں مزدوروں کی حمایت کے دعوے محض دعوے ہی ہیں، عملاً ان (مزدوروں) کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا۔

۳۔ کیا یورپ کے بت خانوں میں، کیا کلیساؤں اور مدرسوں میں، ہر جگہ، عیار و مکار عقل کی نمائش حرص و ہوس کی خوں ریزیوں پر پردے ڈال رہی، چھپا رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں، مذکورہ اداروں وغیرہ میں، سرمایہ داروں کے ان ہتھکنڈوں کی تائید کی جا رہی ہے، جو انہوں نے دولت سمیٹنے کی خاطر اختیار کر رکھے ہیں اور یہ سب عقل کی عیاری و مکاری کا نتیجہ ہے۔

---

## انقلاب

۱- نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و سازِ حیات　　خودی کی موت ہے یہ اور وہ ضمیر کی موت
۲- دلوں میں ولولۂ انقلاب ہے پیدا　　قریب آ گئی شاید جہانِ پیر کی موت

۱- زندگی کا سوز و ساز نہ تو ایشیا میں کہیں نظر آ رہا ہے اور نہ یورپ میں۔ ایشیا تو غلامی کے نتیجے میں اپنی خودی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے جبکہ یورپ میں خدا کا خوف نہ ہونے اور لادینی کی وجہ سے لوگوں کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں سوز و سازِ حیات کی کوئی توقع ممکن نہیں۔

۲- لوگوں کے دلوں میں انقلاب کا ولولہ پیدا ہو رہا ہے۔ لگتا ہے جیسے اس بوڑھی/ قدیم دنیا کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مراد یہ کہ انقلاب کی صورت میں دنیا کا پرانا نظام بدلے گا اور نیا نظام سامنے آئے گا۔ نئے نظام کا وجود پذیر ہونا گویا پرانی دنیا کی موت ہے۔

---

## خوشامد

۱- میں کارِ جہاں سے نہیں آگاہ و لیکن　　اربابِ نظر سے نہیں پوشیدہ کوئی راز
۲- کر تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد　　دستور نیا اور نئے دور کا آغاز
۳- معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت　　کہہ دے کوئی اُلو کو اگر ''رات کا شہباز''

۱- اگرچہ میں دنیا کے کاموں سے باخبر نہیں ہوں لیکن یہ بات واضح ہے کہ اہل نظر سے کوئی راز بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

۲- نیا دستور آ گیا اور نئے دور کا آغاز ہو گیا ہے، اب تو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد کر اور یوں کوئی عہدہ حاصل کر لے۔ غالباً ۱۹۲۱ء سے اپریل ۱۹۳۷ء تک دو عملی کا جو نظام رائج ہوا، جس میں وزیر بھی ہوتے تھے، اس کے حوالے سے علامہ نے ایسا کہا ہے۔

۳- اگر کوئی الو کو رات کا شہباز کہہ دے تو خدا جانے اسے خوشامد کہا جائے گا یا یہ حقیقت ہوگی۔ بظاہر وزیروں کو منصب کے لحاظ سے بڑا سمجھا جاتا ہے لیکن کیا انہیں وزیروں

کے سے اختیارات بھی واقعی حاصل ہیں یا وہ محض نام کے وزیر ہیں اور اختیارات حکمرانوں (انگریزوں) کے پاس ہیں۔ اس صورت میں ان کی حالت کچھ ایسی ہے جیسے الو کو رات کا شہباز کہا جائے۔ یہ بظاہر خوشامد کی ایک صورت ہے کہ بڑا لقب دے دیا گیا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

---

## مناصب (جمع منصب، عہدے)

۱۔ ہوا ہے بندۂ مومن فسونیِ افرنگ — اسی سبب سے قلندر کی آنکھ ہے نمناک

۲۔ ترے بلند مناصب کی خیر ہو یارب — کہ ان کے واسطے تو نے کیا خودی کو ہلاک

۳۔ مگر یہ بات چھپانے سے چھپ نہیں سکتی — سمجھ گئی ہے اسے ہر طبیعتِ چالاک

۴۔ ''شریکِ حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے — خریدتے ہیں فقط ان کا جوہرِ ادراک''

۱۔ مسلمان پر انگریزوں کا جادو چل گیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ قلندر کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے ہیں۔ گویا مسلمان مختلف بلند عہدوں کے حصول کی خاطر انگریز حکمرانوں کے پیچھے پھر رہے ہیں اور اس کے لیے وہ اپنے قومی اور دینی مقاصد سے بھی دست بردار ہونے کو تیار ہیں۔ یہ صورتِ حال ایک اللہ والے کے لیے دکھ کا باعث ہے۔

۲۔ خدا کرے تیرے (اے آج کے مسلمان) ان بلند عہدوں کی خیر ہو جن کے حصول کے لیے تو نے اپنی خودی کو بھی تباہ کر لیا ہے۔

۳۔ لیکن یہ بات اگر کوئی شخص چھپانے کی بھی کوشش کرے تو چھپ نہیں سکتی اور ہر صاحبِ فہم و شعور اسے پوری طرح جانتا ہے (وہ بات اگلے شعر میں ہے)

۴۔ یعنی حکمران اپنے محکوموں سے صرف ان کی عقل و دانش کا جوہر خریدتے ہیں، انہیں اپنی حکمرانی میں شریک نہیں کرتے۔ گویا یہ عیار و مکار انگریز حکمران سارے اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور اپنے محکوم ملازموں کو مختلف معمولی باتوں پر ٹرخا دیتے ہیں، جیسے کسی کو کوئی جاگیر دے دی اور کسی کو کوئی خطاب دے دیا، وغیرہ وغیرہ۔

---

## یورپ اور یہود

۱۔ یہ عیشِ فراواں یہ حکومت یہ تجارت — دل سینۂ بے نور میں محرومِ تسلی
۲۔ تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے — یہ وادیِ ایمن نہیں شایانِ تجلی
۳۔ ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیبِ جواں مرگ — شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی

۱۔ اگرچہ یورپ والوں کے لیے عیش وعشرت کے بہت سامان ہیں، ان کی حکومت بھی ہے اور تجارت بھی ہے، لیکن ان لوگوں کے بے نور سینوں میں جو دل ہیں، ان کی تسلی کا کوئی سامان نہیں۔

۲۔ یہاں (یورپ) کی فضا میں کارخانوں کی مشینوں کے دھوئیں کچھ اس کثرت سے ہیں کہ فضا میں اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ وادیِ ایمن (مراد یورپ) کسی تجلی کی شانِ ظہور کے لائق نہیں۔

۳۔ یورپی تہذیب پر، جوانی ہی کے عالم میں، نزع کی حالت طاری ہو چکی ہے۔ اس صورتِ حال سے تو کچھ یہی لگ رہا ہے کہ یہودی ان کے گرجوں کے متولی بن جائیں گے۔ تہذیب تو مر رہی ہے بس گرجے ہی باقی رہ جائیں گے جنہیں یہودی، جو بڑے مالدار ہیں، خرید لیں گے۔

---

## نفسیاتِ غلامی

۱۔ شاعر بھی ہیں پیدا علما حکما بھی — خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ
۲۔ مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک — ہر ایک ہے گو شرحِ معانی میں یگانہ
۳۔ بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو — باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
۴۔ کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند — تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

۱۔ جب قومیں غلامی کا شکار ہو جائیں تو اس وقت بھی ان میں شاعر اور علما اور فلسفی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

۲۔ مگر ان اللہ کے بندوں کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے، اگرچہ ان میں ہر ایک معانی کی تشریح میں منفرد و یکتا ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ (ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ) وہ شیروں کو ہرنوں کی طرح مقابلے سے بھاگ جانے

کی تعلیم دیں، جس کے نتیجے میں شیر کی شیری کی داستان بھی نہ رہے۔ یعنی لوگ دلیری اور بے خوفی کا اظہار نہ کرنے پائیں اور ظالم حاکموں کے مقابلے میں آنے سے دور رہیں یا ڈریں۔

۴- یہ لوگ (علما و شعرا وغیرہ) لوگوں کو غلامی پر رضامند کرتے ہیں تاکہ وہ آزادی کے حصول پر توجہ نہ دیں اور اس خاطر یہ لوگ علمی اور دینی مسئلوں کی تشریح و تفسیر ہی کچھ ایسی کرتے ہیں جو لوگوں کو ان کی باتیں ماننے پر مجبور کر دیں۔

---

## بلشویک روس

۱- روش قضائے الٰہی کی ہے عجیب و غریب　　خبر نہیں کہ ضمیرِ جہاں میں ہے کیا بات

۲- ہوئے ہیں کسرِ چلیپا کے واسطے مامور　　وہی کہ حفظِ چلیپا کو جانتے تھے نجات

۳- یہ وحیِ دہریتِ روس پر ہوئی نازل　　کہ توڑ ڈال کلیسائیوں کے لات و منات

۱- خدا کی مرضی یا رضا کے عجیب و غریب طور طریقے ہیں۔ وہی ذات جانتی ہے کہ کائنات کے ضمیر میں کون سی بات گھوم رہی ہے۔ قدرت یا قضا و قدر کس طور اپنے مقاصد پورے کر رہی ہے، انسان اس سلسلے میں کچھ کہنے سے عاجز و بے بس ہے۔

۲- یہ بات قابل توجہ ہے کہ روس کے لوگ کبھی صلیب کی حفاظت کو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتے تھے لیکن آج وہی صلیب کو توڑنے میں مصروف ہیں۔ زارانِ روس کے دور میں روس مسیحیت کے تحفظ کا بڑا مرکز تھا لیکن بلشویکوں کے دور میں وہ نہ صرف مذکورہ مذہب بلکہ تمام مذہبوں کا دشمن بن گیا۔

۳- مذکورہ صورتِ حال تو اس بات کی غماز نظر آتی ہے جیسے لامذہب روس پر خدا کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا ہے کہ عیسائیوں نے مختلف قسم کے جو بت بنا رکھے ہیں، انہیں توڑ ڈال یعنی عیسائی مذہب روس میں نہ رہے۔

---

## آج اور کل

۱- وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا　　جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے

۲۔ وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

۱۔ جو فرد آج خود افروز اور جگر سوز نہیں ہے اسے آنے والے کل (مستقبل) کے غم یا عیش کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ محنت و مشقت اور اپنی خودی کی معرفت کے بغیر اپنے مستقبل کی عظمت و سربلندی ممکن نہیں۔

۲۔ جس قوم کی تقدیر میں ''آج'' نہیں ہے وہ قوم آنے والے کل کے ہنگامے میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہو سکتی۔ وہی بات کہ آج جو قوم محنت و مشقت کرے گی اور مسلسل جہد و عمل سے کام لے گی، وہی مستقبل میں عظمت و سربلندی اور بقا کی حامل ہوگی۔

---

# مشرق

۱۔ مری نوا سے گریبانِ لالہ چاک ہوا نسیمِ صبح چمن کی تلاش میں ہے ابھی
۲۔ نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
۳۔ مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن زمانہ دار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی

۱۔ میرے نغمے سے لالہ کے پھول کا گریبان چاک ہو گیا، جبکہ صبح کی ہوا/نسیم ابھی تک چمن کی تلاش میں گھوم رہی ہے۔ گویا اس کا کام ابھی شروع بھی نہیں ہوا۔ غالباً یہ کہنا چاہا ہے کہ میری شاعری نے ملت میں بیداری کے جذبے پیدا کر دیے ہیں۔

۲۔ مشرق کی روح کا ظہور نہ تو مصطفیٰ اتاترک میں نظر آ رہا ہے اور نہ رضا شاہ پہلوی میں۔ چنانچہ وہ (روحِ مشرق) ابھی تک بدن کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ گویا ان دو عظیم شخصیتوں سے توقع تھی کہ وہ مشرق میں بیداری کی روح پھونک کر اور اپنی کوششوں اور جدوجہد سے سرزمین مشرق کو ایک عظیم الشان سرزمین بنا دیں گی، لیکن افسوس کہ یہ امید پوری نہ ہوئی۔

۳۔ میری خودی، یعنی اپنی شاعری میں میں نے خودی کی جو تعلیم دی ہے اور اس سے مشرق کی قوموں کو بیدار کرنے کی کوشش کی وہ مشرق کے دشمنوں کے نزدیک سزا کی مستحق ہے۔ تاہم زمانہ اس مقصد کی خاطر موت کی سزا کا سامان تلاش کرنے میں لگا ہوا ہے۔

---

## سیاستِ افرنگ

۱۔ تری حریف ہے یارب سیاستِ افرنگ — مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس

۲۔ بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے — بنائے خاک سے اس نے دوصد ہزار ابلیس

۱۔ اے خدا! یورپ والوں کی سیاست تیری قدرت کے مقابلے کی دعویدار بنی ہوئی ہے۔ (لعنت ہو اس پر) تاہم اس سیاست کے پجاری صرف امیر اور رئیس لوگ ہیں۔ گویا ویسے سب چھوٹے بڑے اور غریب وغیرہ تجھے ہی پوجتے ہیں۔

۲۔ تو نے آگ سے صرف ایک ابلیس تخلیق کیا تھا، اس سیاست نے مٹی سے لاکھوں ابلیس پیدا کر دیے۔ گویا یورپ کی ساری سیاست ابلیسیت کی حامل ہے اور جہاں بھی یہ سیاست پہنچی ہے اس نے وہاں کے انسانوں میں شیطانی خصوصیات پیدا کر دی ہیں۔

---

## خواجگی

۱۔ دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم — اہلِ سجادہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام

۲۔ اس میں پیری کی کرامت ہے نہ میری کا ہے زور — سینکڑوں صدیوں سے خوگر ہیں غلامی کے عوام

۳۔ خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی — پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام

۱۔ آج کا زمانہ بھی درحقیقت/ دراصل وہی پرانا زمانہ ہے جس میں اہلِ سجادہ یا اہلِ سیاست کو امام وسردار سمجھا جاتا یا قرار دیا جاتا تھا۔ آج بھی ایسی ہی صورتِ حال ہے۔

۲۔ اگر حقیقت حال پر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ صورتِ حال نہ تو پیروں، مذہبی پیشواؤں کی کرامت کا نتیجہ ہے اور نہ حکومت کی قوت وزور ہی اس کا باعث بن رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عوام صدیوں سے غلامی کے عادی چلے آ رہے ہیں۔ ان کی اس عادت سے جو چاہے فائدہ اٹھالے، ان پر حکومت کرے اور جس طرف چاہے انہیں چلائے۔

۳۔ یہ بات ایک حقیقت بن چکی ہے کہ جب غلام غلامی کی عادت میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر ان پر حکومت کرنا، ان کا آقا بننا اور انہیں محکوم بنانا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔

---

## غلاموں کے لیے

۱۔ حکمتِ مشرق ومغرب نے سکھایا ہے مجھے ۔۔۔ ایک نکتہ کہ غلاموں کے لیے ہے اکسیر
۲۔ دین ہو فلسفہ ہو فقر ہو سلطانی ہو ۔۔۔ ہوتے ہیں پختہ عقاید کی بنا پر تعمیر
۳۔ حرف اس قوم کا بے سوزِ عمل زار و زبوں ۔۔۔ ہو گیا پختہ عقاید سے تہی جس کا ضمیر

۱۔ میں نے مشرق اور یورپ کی حکمت (فلسفے کی کتابوں) سے ایک نکتہ سیکھا ہے جو غلاموں کے لیے گویا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

۲۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ دین ہو یا فلسفہ ہو یا فقر و سلطانی ہو، یہ سب باتیں پختہ عقیدوں کی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں۔ گویا جب تک انسان کے دل میں پختہ یقین وعقیدہ نہ ہوگا اور وہ بے حد ہمت سے کام نہ لے گا، اسے کسی بھی کام یا مقصد میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔

۳۔ چنانچہ جس قوم کا بھی دل پختہ عقیدوں سے خالی ہو اور وہ سوزِ عمل سے کام نہ لے تو وہ جو کچھ بھی کہے گی وہ بے جان و روح ہوگا اور اس کا ہر کام بے نتیجہ اور ناکام رہے گا۔

---

## اہلِ مصر سے

۱۔ خود ابو الہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو ۔۔۔ وہ ابو الہول کہ ہے صاحبِ اسرارِ قدیم
۲۔ دفعتہً جس سے بدل جاتی ہے تقدیرِ امم ۔۔۔ ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقلِ حکیم
۳۔ ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی ۔۔۔ کبھی شمشیرِ محمدؐ ہے کبھی چوبِ کلیمؑ

۱-۲: خود ابوالہول نے، وہ ابوالہول جو قدیم زمانے کے رازوں سے آگاہ ہے، مجھے یہ گہری بات سمجھائی ہے کہ جس چیز کی وجہ سے قوموں کی تقدیر اچانک بدل جاتی ہے، وہ ایک ایسی قوت ہے جس کا مقابلہ بڑے بڑے داناؤں کی عقل بھی نہیں کرسکتی۔

۳۔ البتہ ہر دور میں یہ قوت مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ کبھی تو یہ حضور اکرم محمد مصطفیٰؐ کی تلوار کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے عصا کی صورت میں۔ یہ قوت (شمشیر و عصا) باطل قوتوں کی تباہی کا سامان کرتی ہے، لہٰذا اے اہل مصر! تم بھی قوت سے کام لو اور باطل قوت سے ٹکرا کر اور اسے فنا کر کے اپنی آزادی کا سامان کرو۔

# ابی سینیا

## (۱۸-اگست ۱۹۳۵ء)

۱- یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش
ہونے کو ہے یہ مردۂ دیرینہ قاش قاش

۲- تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
ہر گرگ کو ہے برۂ معصوم کی تلاش

۳- اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ
روما نے کر دیا سرِ بازار پاش پاش
پیر کلیسیا! یہ حقیقت ہے دل خراش

(۱۸-اگست ۱۹۳۵ء کو مسولینی کی فوجوں نے ابی سینیا پر حملہ کیا تھا، جس کی خبر سن کر علامہ کو بے حد دکھ پہنچا تھا۔ کبھی وہ وقت تھا جب مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں مشرق و مغرب کو ہلا کے رکھ دیا تھا لیکن ابی سینیا کو معمولی سا بھی نقصان نہ پہنچنے دیا، اس لیے کہ یہ ملک مسلمانوں کے لیے سب سے پہلے پناہ گاہ بنا تھا جبکہ اٹلی نے اسے ختم کرنے کی خاطر اس پر حملہ کر دیا، حالانکہ وہاں کے حکمران بھی عیسائی تھے اور آبادی بھی زیادہ تر عیسائیوں پر مشتمل تھی۔ یہ نظم اسی حوالے سے ہے)

۱- یورپ کے گِدھوں کو ابھی تک اس بات کی خبر نہیں ہے کہ ابی سینیا کی لاش کس قدر زہر سے بھری ہوئی ہے۔ یہ پرانا مردہ اب ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو ہے۔ مسولینی وغیرہ کو مردار کھانے والے پرندے گِدھ سے تشبیہ دی ہے۔

۲- ممکن ہے نئے علاقے فتح کرنے کے معاملے میں یورپ والوں کے اس عمل کو تہذیب کا کمال سمجھا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے یورپ کی شرافت زوال کا شکار ہوگئی ہے۔ گویا اس ظالم تہذیب نے دنیا میں لوٹ مار کو قوموں کی معاش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر بھیڑیے کو بھیڑ کے کسی بے گناہ بچے کی تلاش ہے۔ یعنی یہ ظالم قومیں موقع کی تلاش میں رہتی ہیں تاکہ موقع ملتے ہی دوسری قوموں کی غارت گری کر کے خود کو دولت مند بنائیں۔

۳- دکھ کی بات ہے کہ روما (اٹلی) نے عیسائیت کی آبرو کا آئینہ (ابی سینیا پر حملہ کر کے)

سرِ بازار ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ اے عیسائیوں کے مذہبی پیشوا (روما کے پادری) یہ حقیقت دل کو زخموں سے چور کر رہی ہے۔ غالباً یہ کہنا چاہا ہے کہ یہ پیشوا آگے بڑھ کر خبیث و ظالم اٹلی والوں کو اس حملے سے روکیں۔

---

## ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

۱۔ لا کر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں — زناریوں کو دَیرِ کہن سے نکال دو

۲۔ وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

۳۔ فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

۴۔ افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج — مُلا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

۵۔ اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو — آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو

۶۔ اقبالؔ کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز — ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

۱۔ (یہ اشعار علامہ نے شیش محل بھوپال میں لکھے) برہمنوں کو سیاست کے چکر میں ڈال کر تم ہندوؤں کو ان کے پرانے مندر سے نکال دو یعنی مذہبی پیشواؤں کو سیاست کا چکمہ دے کر ہندوؤں کو اپنے مذہب/ دھرم سے الگ کر دو، دور کر دو۔

۲۔ اس فاقہ کش، یعنی دنیاوی مال و اسباب سے بے نیاز اور فاقہ کشی کرنے والے مسلمان کو جو موت سے نہیں ڈرتا اور مذہب پر پوری طرح قائم ہے، مذہب سے اس طرح دور کر دو کہ اس کے دل سے حضور اکرم محمدؐ کا عشق نکال دو (جو (عشق) اس کے لیے گویا اس کے جسم کی روح ہے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں۔

۳۔ عربوں کو یورپی خیالات سکھا دو تا کہ وہ اسی قسم کی باتیں کرنے لگیں جو اہل یورپ کرتے ہیں اور یوں اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو۔ یعنی مسلمانوں میں اسلام پر پابندی کا جذبہ ختم ہو جائے۔

۴۔ اہل افغانستان میں دین کی بے حد غیرت ہے۔ ان کی اس غیرت کو ختم کرنے کا یہ طریقہ اختیار کرو کہ ملاؤں کو وہاں کے پہاڑوں اور وادیوں سے نکال دو۔ گویا نہ وہاں ملا رہیں گے اور نہ افغانیوں کی دینی تعلیم ہو سکے گی اور یوں ان کی وہ غیرت بھی نہ رہے گی۔

۵- کعبہ والوں سے ان کی خاص روایات چھین لو، تا کہ ان میں مذہبی جذبے نہ رہیں اور وہ ان جذبوں سے اس طرح خالی ہو جائیں جس طرح ختن سے ہرنوں کو نکالنے سے چراگاہیں خالی ہو سکتی ہیں۔

۶- اقبالؔ اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو جو پیغام دے رہا اور تلقین کر رہا ہے، اس سے لالہ کی آگ تیز ہو رہی ہے، یعنی مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ تم (اے میرے سیاسی فرزندو!) ایسے غزل سرا کو باغ سے نکال دو۔ لالہ کے حوالے سے باغ سے نکالنے کی بات کی ہے۔ یہی مراد ہو سکتی ہے کہ تم ایسے حالات پیدا کر دو کہ اقبال اس تلقین سے باز آ جائے یا ملک چھوڑ دے۔

---

## جمعیتِ اقوامِ مشرق

۱- پانی بھی مسخر ہے ہوا بھی ہے مسخر — کیا ہو جو نگاہِ فلکِ پیر بدل جائے

۲- دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب — ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے

۳- طہران ہو اگر عالمِ مشرق کا جنیوا — شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

(یہ اشعار بھی شیش محل بھوپال میں لکھے گئے) پہلی جنگِ عظیم کے بعد یورپ والوں نے اپنی ایک جمعیتِ اقوام بنائی تھی، جنیوا اس کا مرکز تھا۔ علامہ کی یہ خواہش تھی کہ مشرقی قومیں بھی اسی طرح ایک جمعیت بنالیں۔ یہ نظم اسی حوالے سے ہے)

۱- یورپ والوں نے پانی کو بھی مسخر کر لیا ہے اور ہوا کو بھی۔ گویا ان کے جہاز سمندروں میں بھی دوڑ رہے ہیں اور فضاؤں میں بھی اڑ رہے ہیں، جس کے نتیجے میں کسی دوسری قوم میں یہ قوت و حوصلہ نہیں ہے کہ وہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ اس صورتِ حال میں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس بوڑھے آسمان کی نگاہ بدل جائے اور وہ اپنا رخ یورپ سے پھیر لے۔

۲- یورپ نے ملوکیت کا جو خواب دیکھا ہے، کیا ایسا ممکن نہیں یا خدا کرے کہ اس کے اس خواب کی تعبیر ہی بدل جائے۔ وہ خواب پورا نہ ہو۔

۳- اگر مشرقی قومیں بھی مغربی قوموں کی طرح اپنی جمعیت بنالیں اور ان کا مرکز تہران ہو تو شاید اس سے دنیا کے کرہ/ حلقے کی تقدیر بدل جائے۔ وہ اپنے معاملات میں اسی

طرح مختار ہو جائیں جس طرح مغربی قومیں ہیں۔ اس سے دنیا کی تمام قوموں کی آزادی کا سامان ہو جائے گا۔

---

## سلطانیِ جاوید

۱۔ غواص تو فطرت نے بنایا ہے مجھے بھی لیکن مجھے اعماقِ سیاست سے ہے پرہیز

۲۔ فطرت کو گوارا نہیں سلطانیِ جاوید ہر چند کہ یہ شعبدہ بازی ہے دل آویز

۳۔ فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک باقی نہیں دنیا میں ملوکیتِ پرویز

۱۔ قدرت کی طرف سے مجھے بھی غور و خوض کا جوہر عطا ہوا ہے لیکن میں سیاست کی گہرائیوں سے بچ کر ہی رہتا ہوں۔ گویا میں (علامہ) بھی غور و خوض میں ڈوب کر حقیقتوں کی وضاحت کر سکتا ہوں لیکن سیاست سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔

۲۔ تاہم مجھے یہ خبر ہے کہ قدرت کو ہمیشہ کی بادشاہت پسند نہیں ہے، اگرچہ یہ شعبدہ بازی بظاہر بڑی دل کش نظر آتی ہے۔ گویا انسان اگر اسے قبول کر لیں تو یہ برقرار رہتی ہے، اگر وہ انکار کریں تو یہ ساری شعبدہ بازی (طلسم و سحر) ختم ہو جائے۔ اس کی دلچسپی و دل کشی کے باوجود قدرت کے نزدیک یہ روا نہیں ہے۔

۳۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ فرہاد نے پہاڑ توڑا اور پتھر تراشے، اس کے اس عمل کی یاد تو اب تک دلوں میں تازہ ہے لیکن خسرو پرویز کی بادشاہت کو کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ گویا پرویز دنیا سے ہمیشہ کے لیے مٹ گیا ہے۔

---

## جمہوریت

۱۔ اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

۲۔ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

۱-۲: ایک یورپی دانشمند و دانا نے یہ راز فاش کر دیا ہے، اگرچہ دانا لوگ اس قسم کی سچی باتیں واضح طور پر بیان نہیں کیا کرتے، وہ راز یہ ہے کہ جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے جس میں لوگوں کو افراد کے طور پر گنا کرتے ہیں لیکن ان کی اصل قدر و

اہمیت اور سیرت و کردار کا اندازہ نہیں کرتے۔ دراصل یہ جو نام کی جمہوریت ہے، یہ محض دکھاوا ہے اور عملاً بے فائدہ ہے، علامہ نے اسی قسم کی جمہوریت کو جس میں کسی نمائندہ کے کردار و اہمیت کو سامنے نہیں رکھا جاتا بلکہ ووٹوں کی گنتی کے باعث اکثر کم علم اور فرومایہ لوگ آگے آجاتے ہیں، تنقید کا بالواسطہ نشانہ بنایا ہے۔ آج ہمارے یہاں جو نام نہاد جمہوریت چل رہی ہے۔ راقم یزدانی نے اس پر یہ قطعہ کہا ہے:

یہ ڈاکے، یہ دھماکے اور یہ قتلِ نسلِ انسانی
عوام اس صورتِ حالات سے غمگیں ہیں اور بیزار بیٹھے ہیں
مگر یہ مدعی جمہوریت کے عیش میں ڈوبے ہوئے ہر دم
بنے ہیں راہزن جمہور کے اور درپئے آزار بیٹھے ہیں

---

## یورپ اور سوریا

۱- فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا نبیِ عفت و غم خواری و کم آزاری
۲- صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری

۱- شام کی سرزمین نے یورپ والوں کو وہ پیغمبر عطا کیا جو پاک باطنی اور پاکیزگی کا درس دیتا تھا۔ وہ سب کو ایک دوسرے کا ہمدرد اور غم خوار بناتا اور فرماتا کہ دوسروں کو دکھ دینے سے بچو۔ کسی کو دکھ نہ دو۔ اس سے حضرت عیسیٰؑ مراد ہیں، جن کے یہ ارشادات مشہور ہیں کہ اگر کوئی تیرے گال پر ایک تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دے اور اگر کوئی تجھے بیگار میں پکڑ کر ایک کوس لے جائے تو تو اس کے ساتھ دو کوس تک چلا جا۔

۲- ایسی عظیم ہستی، ایسے نبیؑ کے بدلے/ عوض یورپ نے ملک شام کو یہ کچھ دیا ہے: شراب، جوئے بازی اور بازاری عورتوں کی کثرت۔ دراصل یہ پہلی جنگ عظیم کے موقع کی بات ہے جب یورپی قومیں شام کے ساحلی شہروں میں پہنچیں، اس جنگ کے بعد فرانس نے شام پر قبضہ کرلیا جس کے نتیجے میں یہ چیزیں عام ہوگئیں، بلکہ شام کا شہر بیروت آج بھی فرانس کے بدترین اخلاق کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔

---

# مسولینی

## (اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

۱- کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم؟ — بے محل بگڑا ہے معصومانِ یورپ کا مزاج
۲- میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں — ہیں سبھی تہذیب کے اوزار تو چھلنی میں چھاج
۳- میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم — تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج
۴- یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکیت کے ہیں — راجدھانی ہے مگر باقی نہ راجا ہے نہ راج
۵- آلِ سیزر چوبِ نے کی آبیاری میں رہے — اور تم دنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج
۶- تم نے لوٹے بے نوا صحرانشینوں کے خیام — تم نے لوٹی کشتِ دہقاں تم نے لوٹے تخت و تاج
۷- پردۂ تہذیب میں غارت گری آدم کشی — کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج

(یہ اشعار ۲۲ اگست ۱۹۳۵ء میں شیش محل بھوپال میں لکھے گئے)

(اٹلی کے مشرق و مغرب میں واقع حکومتوں سے مسولینی مخاطب ہے جو اس کے سامراجی منصوبوں پر تنقید کر رہی تھیں)

۱- مسولینی کہتا ہے کیا میرا جرم زمانے بھر سے نرالا ہے، میں نے سامراجی طرز اختیار کر کے کوئی خاص گناہ کیا ہے، جو یورپ کے معصوموں (مذکورہ حکومتوں) کا مزاج بلاوجہ بگڑ گیا ہے (حالانکہ یورپی اقوام خود گنہگار ہیں لیکن پاک دامنی کا مظاہرہ کر رہی ہیں)

۲- اگر میں اپنی سلطنت کی حدود وسیع کرنا چاہتا ہوں تو ان حکومتوں کو میرا یہ عمل کیوں برا لگتا ہے، حالانکہ وہ مجھ سے پہلے ایسا کر چکی ہیں۔ اگر میں مثلاً چھاج ہوں تو وہ چھلنی ہیں۔ ہم سبھی یورپی تہذیب کے آلہ کار ہیں اور اصولاً ہم سب ایک ہیں۔

۳- میں جو ملوکیت کے جنون سے سرشار ہوں، تم اسے ٹھکرا رہے یعنی برا کہہ رہے ہو۔ تم اپنی طرف تو دیکھو، کیا تم کمزور قوموں کی آزادی کے شیشے چکنا چور نہیں کر چکے۔

۴- یہ عجیب و غریب شعبدے کس کی ملوکیت نے ایجاد کیے؟ حکومت کا مرکز تو ہے لیکن نہ راجا رہا ہے اور نہ راج ہی۔ اس میں انگریزی حکومت کے برصغیر پر قبضے کی طرف اشارہ ہے، جس کے مطابق حکومت کا دارالخلافہ دلی تو موجود ہے لیکن یہاں کے راجا وحکمران تو اس نے ختم کر دیے لیکن لفظ ''راجدھانی'' (مرکز حکومت) اب تک بولا جا

رہا ہے۔

۵۔ تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جولیئس سیزر کی قوم گانے بجانے کے آلات ہی کے چکر میں پڑی رہے اور بانسری کی لکڑی کو پانی دیتی رہے جبکہ تم دنیا کے بنجر علاقوں سے بھی خراج وصول کرتے رہو۔ (نیز لغت دیکھیے)

۶۔ تم لوگوں نے صحراؤں میں رہنے والے مفلس لوگوں کے خیمے تک لوٹ لیے اور تم نے کاشت کاروں کی کھیتیوں پر قبضہ جما لیا اور تم نے مختلف قوموں کے تخت و تاج بھی لوٹ لیے، یعنی الٹ دیے۔

۷۔ کل تک تم تہذیب کے پردے میں لوٹ مار کرتے اور لوگوں کو قتلِ عام کا نشانہ بناتے رہے، تو اگر آج میں یہی کچھ کر رہا ہوں، پھر چیں بہ جبیں کیوں ہو رہے ہو، اگر یہ عمل تمہارے لیے جائز تھا تو میرے لیے کیوں ناجائز ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں میں اور تم سبھی بہت بڑی لعنت کے حقدار ہیں۔

---

## گِلہ

۱۔ معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک ‌‌ بے چارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے

۲۔ دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہوا مردہ ‌‌ بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیرِ زمیں ہے

۳۔ جاں بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر ‌‌ افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے

۴۔ یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو ‌‌ مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے

۱۔ خدا ہی جانے یا کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ ہندوستان کی تقدیر میں کیا لکھا ہے، وہ بیچارہ تو اب تک ایک تاج کا چمکیلا موتی بنا ہوا ہے۔ یعنی انگریز حکمرانوں کی غلامی کا شکار ہے۔

۲۔ یہاں (ہندوستان/ برصغیر) کا جو کسان ہے، اس کی حالت کچھ ایسی ہے جیسے قبر نے کوئی مردہ باہر اُگل دیا ہو اور جس کا پھٹا پرانا کفن ابھی تک زمین کے نیچے پڑا ہو۔ کسان کی بری حالت کی تصویر کشی ہے جسے محنت کے باوجود کھانے اور پہننے کو ڈھب کی خوراک اور لباس میسر نہیں ہے۔

۳۔ اس کی جان بھی غیر کے پاس رہن/گروی ہے اور اس کا بدن بھی، بڑے دکھ کی بات ہے کہ نہ تو مکاں باقی رہا اور نہ مکیں ہی۔ غلامی کی زندگی کچھ اسی قسم کی ہوتی ہے۔ اپنا

ملک ہوتے ہوئے بھی اپنی کوئی چیز نہیں ہے، ظالم و عیار انگریز اپنے قبضے میں رکھے ہوئے ہے۔

۴- (اہل وطن سے خطاب ہے) مجھے اگر کوئی شکایت و شکوہ ہے تو وہ تجھ سے ہے کہ تو یورپ والوں کی غلامی پر رضا مند ہو گیا ہے، اس سلسلے میں یورپ سے مجھے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ یعنی اے اہل وطن اگر تم میں جذبے اور ولولے ہوتے، تم میں بیداری کی روح ہوتی تو تم اپنی آزادی کا بہر طور سامان کر لیتے، لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

---

## انتداب (لغت دیکھیے)

۱- کہاں فرشتۂ تہذیب کی ضرورت ہے نہیں زمانۂ حاضر کو اس میں دشواری

۲- جہاں قمار نہیں، زن تنک لباس نہیں جہاں حرام بتاتے ہیں شغلِ مے خواری

۳- بدن میں گرچہ ہے اک روحِ ناشکیب و عمیق طریقۂ اب و جد سے نہیں ہے بیزاری

۴- جسور و زیرک و پُردم ہے بچۂ بدوی نہیں ہے فیضِ مکاتب کا چشمۂ جاری

۵- نظر ورانِ فرنگی کا ہے یہی فتویٰ وہ سرزمیں مدنیت سے ہے ابھی عاری

۱- سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کس مقام کو فرشتہ تہذیب کی ضرورت ہے؟ (آج کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے تو) اس سلسلے میں موجودہ دور کے لیے اس کا بندوبست کر لینا دشوار نہیں ہے۔

۲- (اس تہذیب یا یورپی تہذیب کو) وہاں ضرورت ہے جہاں جوا نہیں کھیلا جاتا، جہاں کی عورتیں نیم عریاں نہیں رہتیں اور جہاں شراب خوری کو حرام بتایا گیا ہے۔ (گویا یہ سب خباثتیں یورپی تہذیب کا نمونہ ہیں۔)

۳- تہذیب کی وہاں ضرورت ہے جہاں جسم میں ایک بیقرار روح ہو اور جس کی تہہ/گہرائی معلوم نہ ہو سکے اور جہاں باپ دادا کے طور طریقوں اور اندازِ زندگی سے بیزاری کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

۴- عرب صحرانشینوں کے بچے بہادر و دلیر بھی ہیں اور دانا و توانا بھی۔ علاوہ ازیں وہاں تعلیمی ادارے (درس گاہیں) بھی نہیں ہیں جن کے فیض کا چشمہ جاری رہتا ہے۔

۵- جہاں جہاں مذکورہ تہذیب کی ضرورت ہے اس کی کسی قدر تفصیل کے بعد یورپ کے

داناؤں یا اہلِ نظر کا یہ فتویٰ ہے کہ ایسے مقامات میں تہذیب و تمدن کی کوئی بات نہیں ہے۔ علامہ نے بالواسطہ یورپی تہذیب کی تصویر کشی کی ہے اور وہ ہے قمار بازی، شراب خوری اور عورتوں کا نیم عریاں رہنا۔

---

## لادین سیاست

۱۔ جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی　　خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خبیر و بصیر

۲۔ مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لا دین　　کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

۳۔ ہوئی ہے ترکِ کلیسا سے حاکمی آزاد　　فرنگیوں کی سیاست ہے دیوِ بے زنجیر

۴۔ متاعِ غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی　　تو ہیں ہراولِ لشکر کلیسیا کے سفیر

۱۔ سچی اور حق بات مجھ سے چھپی نہیں رہتی، اس لیے کہ مجھے خدا کی طرف سے ایک خبیر و بصیر دل عطا ہوا ہے۔

۲۔ حق بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ دین سے آزاد سیاست (لادین سیاست) شیطان کی لونڈی ہے، گھٹیا اور کم اصل ہے اور اس کا ضمیر مر چکا ہے۔

۳۔ عیسائی مذہب کو چھوڑ دینے یا اس سے بے تعلق ہونے کے باعث حکومت ہر اخلاقی پابندی سے آزاد ہو گئی ہے، یورپ والوں کی سیاست اس ڈھب کی ہے جیسے ایک ایسا دیو/بھوت ہو جس کی زنجیریں کھول دی گئی ہوں۔

۴۔ جب اس لادین سیاست کی کسی دوسرے کی متاع پر نظر ہوتی ہے یعنی کسی دوسرے ملک پر قبضہ جمانا چاہتی ہے تو گرجے کے سفیر (پادری، مذہبی رہنما) سب سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ گویا پہلے یہ پادری تبلیغ کے بہانے وہاں پہنچ جاتے ہیں پھر یورپی قومیں آہستہ آہستہ وہاں اپنے قدم جمانے لگتی ہیں، تا آنکہ اس ملک پر قبضہ جما لیتی ہیں۔

---

## دامِ تہذیب

۱۔ اقبالؔ کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے　　ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار

۲۔ یہ پیرِ کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے — بجلی کے چراغوں سے منور کیے افکار

۳۔ جلتا ہے مگر شام و فلسطین پہ مرا دل — تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار

۴۔ ترکانِ ''جفا پیشہ'' کے پنجے سے نکل کر — بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار

(کبھی شام و فلسطین پر ترکی کا قبضہ تھا۔ یورپ والے ترکوں کو ظالم کہا کرتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد دونوں ملک آزاد ہو گئے لیکن جلد ہی فرانس نے شام پر اور برطانیہ نے فلسطین پر نہ صرف قبضہ جما لیا بلکہ عربوں کا قتل عام بھی کیا جبکہ ترکی کے ماتحت چار سو سال میں ایسا ظلم و ستم نہ ہوا تھا۔ علامہ نے اسی حوالے سے یہ نظم کہی ہے اور ''ملت مظلوم کا خریدار / طرف دار اور شرافت'' طنزیہ انداز میں کہا ہے)

۱۔ اقبالؔ کو یورپ کی اس شرافت میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ہر مظلوم قوم کا ہمدرد بن جاتا ہے۔ گویا ظالم اور خبیث اہل یورپ دوسری قوموں کو محکوم بنانے کے لیے اس طرح کا منافقانہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔

۲۔ عیسائی مذہب کے پیشوا کی یہ کرامت ہے کہ اس نے بجلی کے چراغوں سے خیالات میں روشنی کر دی۔ یہ اہل یورپ کی منافقت ہی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ لیکن کیا کیا جائے کہ شام اور فلسطین کی حالتِ زار پر میرا دل شدید اذیت کا شکار ہو رہا ہے اور یہ ایک ایسا دشوار مسئلہ بن گیا ہے یا پیش آ گیا ہے جو تدبیر سے حل ہوتا نظر نہیں آ رہا۔

۴۔ شام اور فلسطین کے غریب لوگ ترکوں کے پنجے سے تو آزاد ہو گئے، جنہیں انگریز ظالم کہا کرتے تھے، لیکن اب وہ یورپ کی تہذیب کے جال میں پھنس گئے ہیں۔

---

## نصیحت

۱۔ اِک لُردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے — منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر

۲۔ بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم — بَرّے پہ اگر فاش کریں قاعدۂ شیر

۳۔ سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر — کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر

۴۔ تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو — ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر

۵۔ تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب — سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

۱۔ ایک انگریز لارڈ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو کوئی ایسا نظارہ طلب کر جسے دیکھتے دیکھتے

تیری آنکھیں سیر نہ ہوں، یعنی دیکھتی ہی رہیں۔ گویا معمولی نظاروں کی بجائے کسی بہت بڑے نظارے کو اپنی خواہش بنالے۔

۲- اگر بھیڑ کے بچے پر شیر کے طور طریقے ظاہر کر دیں تو یہ عمل اس بیچارے کے حق میں بہت بڑا ظلم ہوگا یا اس سے بڑھ کر کوئی اور ظلم نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ حکمرانوں کو اپنی حکومت کے راز محکوموں پر ظاہر نہ کرنے چاہئیں، اس لیے کہ وہ تو محکوم ہیں، وہ کیا سمجھیں گے اور اگر وہ ان طور طریقوں کو اپنالیں تو ظاہر ہے وہ محکوم نہ رہیں گے جس کے نتیجے میں ہماری حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۳- بہتر یہی ہے کہ حکمران اپنی حکمرانی / حکومت کا راز اپنے سینے ہی میں رکھیں، محکوموں پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ یہ واضح رہے کہ محکوموں کو تلواروں سے زیر نہیں کیا جاتا، انہیں صحیح معنوں میں زیر کرنے کے طریقے اور ہیں جیسے کہ ''دامِ تہذیب'' میں بتایا گیا ہے۔

۴- (گویا تہذیب کے علاوہ ایک طریقہ یہ ہے کہ) ایک ایسا نظام تعلیم بنایا جائے جو محکوم کی خودی کے لیے تیزاب ثابت ہو۔ اس نظام کے نتیجے میں محکوم کی خودی نرم پڑ جائے گی۔ پھر اس کو جیسے چاہے ویسے ڈھال لے۔ اپنی مرضی کے مطابق اس سے کام لے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

۵- یہ تیزاب (نظام تعلیم) تاثیر کے لحاظ سے اکسیر سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ چنانچہ اگر سونے کا ہمالیہ جیسا بہت بڑا پہاڑ بھی ہو تو وہ مٹی کا ڈھیر بن جائے گا۔ یہ نظام برصغیر میں رائج کر کے واقعی یہاں کے لوگوں کے جذبوں اور اخلاق اور انفرادی تصورات وغیرہ کو پوری طرح بگاڑ دیا گیا، جس کا نتیجہ آج بھی ہمارے سامنے ہے۔

---

# ایک بحری قزاق اور سکندر

## سکندر

۱- صلہ تیرا تری زنجیر یا شمشیر ہے میری — کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پہنائی

۱۔ اے قزاق تیری غارت گری کے نتیجے میں سمندر کی وسعت تنگ ہو گئی ہے یعنی اس کے خلاف آہ و فریاد برپا ہو رہی ہے۔ اب جب کہ تو میرے ہتھے چڑھ گیا ہے، یہ بتا کہ تجھے زنجیر میں جکڑ دوں یا اپنی تلوار سے تیری گردن ہی اڑا دوں؟

## قزاق

۱۔ سکندر! حیف تو اس کو جوانمردی سمجھتا ہے  گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی؟
۲۔ تیرا پیشہ ہے سفاکی میرا پیشہ ہے سفاکی  کہ ہم قزاق ہیں دونوں تو میدانی میں دریائی

۱۔ (قزاق جواب میں کہتا ہے) اے سکندر! افسوس کی بات ہے کہ تو اپنی اس بات کو جوانمردی سمجھ رہا ہے۔ بھلا یہ تو بتا کہ اپنے ہم پیشہ آدمیوں کی ذلت یوں گوارا کرنا کوئی اچھی بات ہے۔ مجھے کیوں ذلیل کر رہا ہے۔ حالانکہ تو بھی تو ایک لٹیرا اور غارت گر ہی ہے، وہ الگ بات کہ تیرا انداز اور ہے۔

۲۔ حقیقت تو یہی ہے کہ پیشے کے لحاظ سے تو بھی ایک ظالم و قاتل اور غارت گر ہے اور میرا بھی یہی پیشہ (لوٹ مار، غارت گری وغیرہ) ہے۔ ہم دونوں میں فرق بس اتنا ہے کہ تو میدانی قزاق ہے جبکہ میری قزاقی (غارت گری) سمندر تک محدود ہے۔

---

## جمعیتِ اقوام

۱۔ بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے  ڈر ہے خبرِ بد نہ مرے منہ سے نکل جائے
۲۔ تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن  پیرانِ کلیسا کی دعا ہے کہ ٹل جائے
۳۔ ممکن ہے کہ یہ داشتۂ پیرکِ افرنگ  ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے

۱۔ بیچاری جمعیت اقوام (United Nations) پر کئی دنوں سے نزع کی حالت طاری ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اس کے مر جانے کی منحوس خبر کہیں میرے منہ سے نہ نکل جائے۔ گویا حالات ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ یہ جمعیت جلد ختم ہو جائے گی۔

۲۔ اگرچہ اس سلسلے میں تقدیر تو بڑی اٹل نظر آ رہی ہے (تقدیر یعنی موت، خاتمہ) لیکن عیسائیوں کے بڑے بڑے سیاست دان اس موت/تقدیر کے ٹلنے کے لیے دعاؤں میں مصروف ہیں۔

۳۔ ہوسکتا ہے کہ بوڑھے افرنگی کی یہ داشتہ شیطان کے تعویذ سے کچھ دن تک اور سنبھل جائے۔ جمعیت اقوام کا جو اصل مقصد تھا، اس لحاظ سے وہ واقعی شیطان کی داشتہ تھی، اس لیے کہ وہ کمزور قوموں کو محکوم بنانے کی خاطر تشکیل دی گئی تھی۔

---

## شام و فلسطین

۱۔ رندانِ فرانسیس کا میخانہ سلامت — پُر ہے مئے گل رنگ سے ہر شیشہ حلب کا
۲۔ ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق — ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟
۳۔ مقصد ہے ملوکیتِ انگلیس کا کچھ اور — قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

۱۔ فرانس کے رندوں کا میخانہ سلامت رہے، اس کی بدولت حلب کا ہر شیشہ سرخ شراب سے پر ہے۔ فرانس نے شام پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں شراب نوشی کھلے بندوں عام کر دی تھی۔ اس کا مقصد یقیناً یہی تھا کہ لوگ اسی نوشا نوشی میں لگے رہیں اور فرانس کے خلاف نہ اٹھیں۔

۲۔ اگر فلسطین کی سرزمین پر یہودیوں کا کوئی حق ہے تو پھر ہسپانیہ پر اہل عرب کا کیوں نہیں ہے؟ فلسطین پر انگریزوں نے قبضہ کرنے کے بعد وہاں یہودیوں کو پہنچانے اور انہیں اپنی سرپرستی میں خوب مضبوط کرنے کا قدم اٹھایا تاکہ وہ عربوں کے لیے مسلسل بہت بڑا خطرہ بنے رہیں، یہ صورت حال آج اکیسویں صدی میں واضح طور پر ہمارے سامنے اور ملکِ اسرائیل کی صورت میں ہے۔ دعویٰ عیار و خبیث انگریزوں کا یہ تھا کہ یہودی دراصل فلسطین ہی کے باشندے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہودی دو ہزار سال بعد فلسطین کے حقدار قرار دیے جا رہے ہیں تو پھر عربوں کا کیا قصور ہے کہ وہ ہسپانیہ کے حقدار نہیں ہیں جہاں انہوں نے آٹھ سو سال حکومت کی اور وہاں سے انہیں نکلے ہوئے صرف پانچ صدیاں گزری ہیں۔

۳۔ دراصل یہودیوں کو فلسطین میں لاکر آباد کرنے کا مقصد انگریز حکومت کے پیش نظر کچھ اور ہے۔ یہ نارنگی یا شہد اور کھجور کا معاملہ نہیں ہے۔ گویا عیار و مکار انگریز کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایک تو عربوں میں تفرقہ ڈالیں اور انہیں سکون سے بے بہرہ کر دیں، نیز اگر موقع بنے تو فلسطین کو مرکز بنا کر اس کے اردگرد کے مسلم ممالک پر حملے کر سکیں۔ (خدا

ان ظالموں کی تباہی کا سامان کرے کہ وہ آج بھی مسلمانوں کے خلاف مختلف صورتوں میں برسرِ پیکار ہیں۔)

---

## سیاسی پیشوا

۱۔ امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے ۔۔۔ یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند
۲۔ ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی ۔۔۔ جہاں میں ہے صفتِ عنکبوت ان کی کمند
۳۔ خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع ۔۔۔ تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند

۱۔ آج کے سیاست کے پیشواؤں (بڑے بڑے سیاست دانوں) سے کیا امید کی جا سکتی ہے۔ (ان سے اچھائی کی کوئی توقع نہیں) اس لیے کہ یہ لوگ تو خاک باز ہیں اور خاک ہی سے ان کا تعلق ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کے خیالات بھی پست ہیں اور وہ پستی ہی میں خوش رہنے والے ہیں۔

۲۔ ان کی نگاہیں ہمیشہ مور و مگس پر رہتی ہیں اور اس دنیا میں ان کی کمند بالکل اسی طرح ہے جس طرح مکڑی کا جالا ہو۔ گویا ان کی کمند (سیاست) چونکہ کمزور ہوتی ہے، اس لیے اپنی نااہلیوں کے باعث وہ صرف بے حقیقت لوگوں ہی کو اپنی طرف متوجہ کر سکتے ہیں۔ دانا و بینا لوگ ان سے دور رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔

۳۔ وہ قافلہ بڑا ہی خوش بخت ہے جس کے سالار کا سرمایہ فرشتوں کے سے خیالات اور بلند جذبے ہوں۔ مطلب یہ کہ صحیح معنوں میں اور حقیقی سیاست دان (سیاسی رہنما) وہی ہیں جو پاکیزہ خیالات کے حامل اور بلند جذبوں ولولوں سے سرشار ہوں۔

---

## نفسیاتِ غلامی

۱۔ سخت باریک ہیں امراضِ امم کے اسباب ۔۔۔ کھول کر کہیے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی
۲۔ دینِ شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ ۔۔۔ دیکھتے ہیں فقط اِک فلسفۂ روباہی
۳۔ ہو اگر قوتِ فرعون کی در پردہ مرید ۔۔۔ قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی

۱۔ قوموں کی بیماریوں کے اسباب بہت گہرے ہوتے ہیں۔ اگر انہیں واضح طور پر بیان

کرنا چاہیں تو قوتِ بیان اس سلسلے میں بے بس ہوتی ہے۔ یعنی بیان نہیں ہو سکتے۔

۲- غلامی کے باعث ان (غلاموں) کے امام اور سردار کچھ اس پستی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر ان کے سامنے شیروں کا بھی دین پیش ہو تو اسے بھی وہ لومڑی پن ہی کے فلسفے کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا جرأت و ہمت نہ ہونے کے باعث غلام (جن کی نگاہیں اور خیالات میں پستی آ چکی ہوتی ہے) اعلیٰ و عظیم اصولوں کو بھی مکاری و عیاری کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

۳- سچی بات تو یہ ہے کہ اگر راستی و حقیقت کی طرف بلانے والا کوئی کلیم اللہ یعنی سردار اپنے وقت کے فرعون (جابر و ظالم حکمران) سے درپردہ ساز باز کر لے اور اسی کی خواہش پر چلے تو ایسا سردار اور اس کی سرداری قوم کے لیے ایک لعنت کی صورت اختیار کر لے گی۔ حضرت موسیٰ کے حوالے سے ایسی بات کی ہے۔ انہوں نے تو فرعون کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنے نصب العین پر پوری شدت سے کاربند رہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اگر کوئی ان کے مقام پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کرے، لیکن ان جیسا عمل نہ کرے تو وہ قوم کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

---

## غلاموں کی نماز

## (ترکی وفد ہلالِ احمر لاہور میں)

۱- کہا مجاہدِ ترکی نے مجھ سے بعدِ نماز — طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام

۲- وہ سادہ مردِ مجاہد وہ مومنِ آزاد — خبر نہ تھی اسے کیا چیز ہے نمازِ غلام

۳- ہزار کام ہیں مردانِ حُر کو دنیا میں — انہی کے ذوقِ عمل سے ہیں امتوں کے نظام

۴- بدن غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم — کہ ہے مرور غلاموں کے روز و شب پہ حرام

۵- طویل سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے — ورائے سجدہ غریبوں کو اور ہے کیا کام

۶- خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو — وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

(ایک موقع پر ترکی سے ہلال احمر کا ایک وفد لاہور آیا تھا۔ اس وفد نے شاہی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ معلوم ہوتا ہے امام نے طویل سجدے کیے ہوں گے۔ چنانچہ

وفد کے سربراہ نے نماز کے بعد علامہ سے اس کے متعلق پوچھا۔ جواب تو معلوم نہیں، البتہ بعد میں علامہ نے یہ نظم لکھی۔

۱- ترکی مجاہد نے نماز ادا کرنے کے بعد مجھ سے پوچھا کہ تمہارے امام اس قدر طویل سجدے کیوں کرتے ہیں؟

۲- وہ سادہ طبع مجاہد انسان اور آزاد مومن، وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ غلام کی نماز کیا چیز ہوتی ہے۔ یعنی اسے اور تو کوئی قومی کام نہیں ہوتا بس ان لمبے لمبے سجدوں ہی میں وہ اپنی نجات سمجھتا ہے۔ غالباً حضرت عمرؓ کے زمانے میں کسی نے آ کر شکایت کی کہ فلاں علاقے کا حاکم بڑی لمبی نمازیں پڑھاتا ہے۔ حضرت نے اسے کہلا بھیجا کہ پیچھے کوئی نمازی بوڑھا یا بیمار ہو سکتا ہے، پھر لوگوں نے دنیاوی کام بھی کرنے ہوتے ہیں، اس لیے نماز مختصر پڑھاؤ۔

۳- آزاد مردوں کو دنیا میں اور بھی ہزاروں کام ہیں اور انہی کی لذتِ عمل سے قوموں کے انتظامی سلسلے برقرار و قائم رہتے ہیں۔ گویا یہ مردانِ حُر مجاہد اپنی قوم کی ترقی اور بلند مرتبگی کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور انہی کی بدولت قوم سکون و راحت اور خوشی و خوشحالی کی زندگی بسر کرتی ہے۔ فیض کا یہ شعر اگرچہ اس سے ہٹ کر ہے لیکن دلچسپی کی خاطر لکھا جا رہا ہے:

اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

۴- ان مجاہدوں کے برعکس غلام کے جسم میں عمل کا سوز و جذبہ ہوتا ہی نہیں، اس لیے کہ غلاموں کے شب و روز گردش سے محروم ہوتے ہیں۔ گویا ان کے دن رات ایک جیسے ہی رہتے ہیں۔

۵- سو اگر یہ غلام طویل سجدے کرتے ہیں تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں، اس لیے کہ ان غریبوں کو سجدے کرنے کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔

۶- خدا کرے کہ ہمارے یہاں (ہندوستان) کے اماموں کو ایسا سجدہ نصیب ہو جس میں ملت کی زندگی کا پیغام ہو۔ یعنی ایسے سجدے جو ملت کی سربلندی اور عظمت کا بھی باعث بن جائیں۔

---

## فلسطینی عرب سے

۱- زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ　　　میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

۲- تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں　　　فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

۳- سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات　　　خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے

(جیسا کہ نظم ''شام و فلسطین'' میں لکھا جا چکا ہے، جب یہودی انگریز کی سرپرستی میں فلسطین آنے لگے تو یہ عربوں کے لیے بہت بڑی مصیبت تھی۔ چنانچہ کئی مرتبہ باہمی کشاکش کے موقعے آئے جس پر عربوں نے جمعیت اقوام اور برطانیہ کی حکومت سے اس حالت کو دور کرنے کی درخواستیں کیں، لیکن اس کا کوئی نتیجہ سامنے نہ آیا۔ اس نظم میں علامہ نے عربوں کو خودی کی پرورش کا پیغام دیا ہے۔)

۱- اے فلسطینی عرب! مجھے یہ علم ہے کہ تیرے وجود میں ایک ایسی آگ موجود ہے جس کی حرارت سے آج بھی زمانہ کو سکون و اطمینان نہیں ہے۔ گویا تیرے مجاہدانہ کارنامے سب پر واضح ہیں اور قومیں آج بھی تجھ سے خوف زدہ ہیں۔

۲- تو یہ واضح بات سن لے کہ تیرے دکھ کا علاج نہ تو جمعیتِ اقوام کے مرکز جنیوا میں ہے اور نہ برطانوی حکومت ہی اس کا کوئی توڑ کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ یورپ کی شہ رگ یہودیوں کے پنجے میں ہے۔ یعنی یہودیوں کے مال و دولت ہی سے وہاں کی حکومتیں اور صنعت و حرفت کے کارخانے چل رہے ہیں اور یہ امر اس بات کا باعث ہے کہ کوئی بھی یورپی حکومت ان کے اثر سے آزاد نہیں ہے۔

۳- میں (اقبال) نے سنا ہے کہ قومیں غلامی سے اسی صورت میں نجات حاصل کر سکتی ہیں جب وہ اپنی خودی کی تربیت کریں اور اسے عملی صورت میں سامنے لائیں۔ سو تم فلسطینی عرب اپنی خودی کی طرف توجہ کرو تا کہ تم ان ظالموں کے پنجوں سے نجات حاصل کر سکو۔

---

## مشرق و مغرب

۱- یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید　　　وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری

۲- نہ مشرق اس سے بری ہے نہ مغرب اس سے بری　　　جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

۱- یہاں (مشرق میں) غلامی اور پیروی مرض کا باعث بن رہی ہے، جبکہ مغرب میں مرض کا باعث جمہوری نظام ہے۔ یعنی مشرق سیاسی اور ذہنی غلامی کے باعث پستی کا

شکار ہیں تو یورپ کا جمہوری نظام وہاں کے لوگوں کے اخلاق کی پستی کا باعث بن رہا ہے۔ راقم (یزدانی) نے اپنے وطن کی نام نہاد جمہوریت پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

یہ ڈاکے یہ دھماکے اور یہ قتلِ نسلِ انسانی
عوام اس صورتِ حالات سے غمگیں ہیں اور بیزار بیٹھے ہیں
مگر یہ مدعی جمہوریت کے عیش میں ڈوبے ہوئے ہر دم
بنے ہیں راہزن جمہور کے اور درپئے آزاد بیٹھے ہیں

۲- مختصر یہ کہ دنیا میں قلب ونظر کی بیماری عام ہوگئی ہے، چنانچہ نہ تو مشرق ہی اس بیماری سے محفوظ ہے اور نہ مغرب (یورپ) ہی۔ مشرق کے عوام اور طرح سے اور یورپ کے عوام اور ڈھنگ سے اس مرض میں مبتلا ہیں۔

---

# نفسیاتِ حاکمی

## (اصلاحات)

۱- یہ مہر ہے بے مہریِ صیاد کا پردہ    آئی نہ مرے کام مری تازہ صفیری
۲- رکھنے لگا مرجھائے ہوئے پھول قفس میں    شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری

(اس نظم میں ان اصلاحات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو عیار انگریز اپنے دور میں برصغیر کے لوگوں کو دیتے رہے، مثلاً منٹو مارلے اصلاحات، دوعملی کا نظام اور صوبائی خودمختاری کا نظام وغیرہ۔ یہ دراصل اس خاطر تھا کہ غلاموں میں بے چینی کی جو لہر دوڑ گئی ہے اسے دبا دیا جائے۔)

۱- یہ اصلاحات جنہیں شکاری کی محبت کا نشان بنا کر پیش کیا گیا ہے، درحقیقت اس کی بے دردی کے لیے پردے کا کام دے رہی ہیں۔ میں نے جو نئے نغمے گائے وہ میرے کسی کام نہ آئے۔ یعنی آزادی کے طلبگاروں نے جو نعرے لگائے، جو جدّ و جہد کی اور قید و بند کی صورت میں قربانیاں دیں، وہ کام نہ آ سکیں۔ یہ اصلاحات اس انداز میں پیش کی گئیں جیسے مکار انگریز حکومت کو ہم سے بڑی محبت ہے۔

۲- یہ اصلاحات کیا ہیں؟ یہ ایسے ہے جیسے شکاری پنجرے میں مرجھائے ہوئے پھول رکھ دے کہ شاید اس سے پنجرے میں قید پرندوں کو یہ اسیری اچھی لگے۔ دوسرے لفظوں میں نہ آزادی ملی اور نہ اس کے ملنے کی کوئی توقع ہی ہوسکی۔

# محراب گل افغان کے افکار

## (۱)

۱- میرے کہستاں! تجھے چھوڑ کے جاؤں کہاں — تیری چٹانوں میں ہے میرے اب وجد کی خاک
۲- روزِ ازل سے ہے تو منزلِ شاہین و چرغ — لالہ و گل سے تہی، نغمۂ بلبل سے پاک
۳- تیرے خم و پیچ میں میری بہشتِ بریں — خاک تری عنبریں، آب ترا تاب ناک
۴- باز نہ ہوگا کبھی بندۂ کبک و حمام — حفظِ بدن کے لیے روح کو کردوں ہلاک
۵- اے مرے فقرِ غیور! فیصلہ تیرا ہے کیا — خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک

۱- اے میرے پہاڑوں کے سلسلے (پہاڑی وطن) میں تجھے چھوڑ کر کہاں جاؤں کہ تیری چٹانوں میں میرے باپ دادا (بزرگوں) کی قبریں ہیں۔

۲- اس دنیا کے وجود پذیر ہونے کے دن ہی سے تو شاہین اور چرغ جیسے شکاری پرندوں کا ٹھکانا ہے، جبکہ لالہ و گل جیسے پھولوں سے خالی اور بلبل کے نغموں (چہچہوں) سے پاک ہے۔ گویا یہاں کے باشندے مجاہد اور جنگجو ہیں اور وہ سکون و آرام اور عیش و نشاط کی زندگی سے بے تعلق ہیں۔

۳- تیرے پیچ و خم میں میری گویا بہشتِ بریں پوشیدہ ہے۔ تیری مٹی عنبر کی سی خوشبو والی اور تیرا پانی بڑا چمکدار ہے۔

۴- باز کبھی چکور اور کبوتر کا غلام نہیں ہوسکتا۔ چکور اور کبوتر انگریزوں کے لیے استعارہ ہے۔ کیا بدن کی حفاظت کی خاطر میں روح ہلاک کردوں یعنی غلامی کے باعث انسان مردہ ضمیر ہو جاتا ہے، اس کی روح میں زندگی کی کوئی علامت نہیں رہتی۔ اس حوالے سے یہ کہنا چاہا ہے کہ میں اپنا ضمیر ہرگز نہیں بیچوں گا۔

۵- اے میرے غیرت مند فقر! تیرا اس سلسلے میں کیا فیصلہ ہے کہ آیا انگریز کی خلعت قبول

کر لی جائے یا پھٹے پرانے لباس ہی پر قناعت کر لی جائے۔ بالواسطہ یہ کہنا چاہا ہے کہ انگریز کی غلامی کے صلے میں انعامات اور جاگیریں وغیرہ حاصل کرنے کی بجائے اپنی سادہ لیکن آزاد زندگی کہیں بہتر ہے۔

## (۲)

۱- حقیقتِ ازلی ہے رقابتِ اقوام — نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو

۲- خودی میں ڈوب زمانے سے ناامید نہ ہو — کہ اس کا زخم ہے در پردہ اہتمامِ رفو

۳- رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا — اتر گیا جو ترے دل میں ''لاشریک لہٗ''

۱- یہ حقیقت ازل ہی سے چلی آ رہی ہے کہ دنیا کی مختلف قومیں کسی نہ کسی صورت میں باہم برسرِ پیکار رہی ہیں تاکہ دوسری قوموں پر غلبہ پا کر اپنی برتری اور دولت و ثروت کے حصول کا سامان کریں۔ بوڑھے آسمان کی نظروں میں نہ تو میں پیارا ہوں اور نہ (مخاطب) تو ہے۔ مطلب یہ کہ مغلوب و غلام ہونے سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ جہد و عمل اور جرأت و دلیری اختیار کی جائے کہ اسی سے ہماری عظمت کا سامان بھی ہوتا ہے اور ہماری آزادی بھی محفوظ رہتی ہے۔ فلک یا تقدیر پر بھروسا کر کے بیٹھ جانا قطعی نادانی ہے۔

۲- تو اپنی خودی میں ڈوب جا اور زمانے کے مخالف حالات سے مایوسی کا شکار نہ ہو، اس لیے کہ زمانے کا دیا ہوا زخم (یا جو تیرے دل پر اس نے اپنے حالات کے باعث کوئی زخم لگایا ہے وہ) پوشیدہ طور پر یا درحقیقت رفو کا اہتمام ہے۔ اس زخم کو وہ ٹانکے لگا کر سینے میں لگا ہوا ہے۔ گویا خودی سے آگاہ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے باعث تجھ میں وہ جذبے اور ولولے پیدا ہو جائیں گے کہ تو اپنی راہ میں آنے والے مصائب و آلام سے قطعاً نہیں گھبرائے یا ڈرے گا بلکہ مسلسل آگے بڑھتا چلا جائے گا تا آن کہ تو صاحب بقا بن جائے گا۔

۳- اگر تیرے دل میں یہ حقیقت اتر جائے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے (وہی حقیقی معبود ہے) اور اس حقیقت پر تو پوری سرگرمی سے عمل پیرا بھی ہو تو تو یہ یقین کر لے کہ دنیا میں تو ہی بے مثل اور منفرد رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں دنیا کی کوئی قوم بھی اور بڑی سے بڑی باطل قوت بھی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گی اور تجھے (ملت اسلامیہ کو) ہی دنیا میں

عظمت وسربلندی اور سرفرازی نصیب ہوگی۔

## (۳)

۱۔ تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی — مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
۲۔ تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا — عجب نہیں ہے کہ یہ چارسو بدل جائے
۳۔ وہی شراب وہی ہائے و ہو رہے باقی — طریقِ ساقی و رسمِ کدو بدل جائے
۴۔ تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری — مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے

۱۔ تیری دعا سے تیری تقدیر میں کوئی تبدیلی آنا تو ممکن نہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ تو خود بدل جائے، یعنی تیرے قلب ونظر میں کوئی بڑی تبدیلی آجائے۔ مطلب یہ کہ صرف دعا سے بات نہیں بنتی، ضروری ہے کہ دعا کے ساتھ ساتھ خدا کی رضا پر شاکر رہتے ہوئے جہد وعمل سے بھی کام لیا جائے اور دعا بھی کی جائے۔ بقول صوفی شاعر کے:

مالی دا کم پانی پانڑا بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پھل لانڑا لاوے یا نہ لاوے

۲۔ اگر تیری (مسلمان کی) خودی میں انقلاب پیدا ہو جائے تو اس میں قطعاً کوئی حیرانی نہ ہوگی کہ اس سے پورا ماحول ہی بدل جائے۔ گویا اگر ملت عشقِ حقیقی کے جذبے سے سرشار ہوکر خودی کے بلند مقام پر پہنچ جائے تو عظمت وسربلندی اور بقا اس کا مقدر بن جائے گی۔

۳۔ (تیری خودی میں انقلاب پیدا ہو جانے کا یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ) اگرچہ بزم میں شراب بھی وہی رہے گی اور مستوں کی ہائے وہو میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا لیکن ساقی کے طور طریقے اور شراب پینے کے انداز بدل جائیں گے۔ گویا قدرت کے قوانین میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئے گی لیکن تیرے مذکورہ عمل سے خدا تعالیٰ تجھ سے راضی ہوکر تجھے اپنے فضل وکرم سے نوازے گا۔

۴۔ خدا کے حضور تو کچھ اس قسم کی دعا کرتا ہے کہ تیری آرزو/خواہش پوری ہو جائے جبکہ میری یہ دعا ہے کہ تیری آرزو بدل جائے۔ گریا تو اپنے لیے دنیاوی شان وشوکت اور عزت وعظمت کی دعا کرتا ہے جبکہ میری دعا یہ ہے کہ مولا کریم تجھے کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازے تاکہ تو صحیح معنوں میں ایک مردِ مومن بن جائے اور

جہاں باطل قوتوں سے ٹکرا کر ان کا خاتمہ کر سکے وہاں اپنی ملت اور اپنے دین کی خدمت میں بھی مصروف ہو جائے۔

## (۴)

۱- کیا چرخِ کج رَو، کیا مہر، کیا ماہ — سب راہ رَو ہیں واماندۂ راہ

۲- کڑکا سکندر بجلی کی مانند — تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناگاہ

۳- نادر نے لوٹی دِلّی کی دولت — اِک ضربِ شمشیر، افسانہ کوتاہ

۴- افغان باقی، کہسار باقی — الحکم لِلّٰہ، الملک لِلّٰہ

۵- حاجت سے مجبور مردانِ آزاد — کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ

۶- محرم خودی سے جس دم ہوا فقر — تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ

۷- قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش — جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

۱- کیا ٹیڑھی چال چلنے والا آسمان اور کیا سورج اور چاند بھی مسافر ہیں اور راستے کی تکان کے باوجود کہیں نہیں رکتے، مسلسل چلتے رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ کائنات کی ہر شے فانی ہے، کسی کو بقا نہیں ہے۔

۲- یونانی بادشاہ سکندر بجلی کی مانند کڑکا، لیکن اے اچانک آنے والی موت! کیا تجھے علم ہے کہ اس کا انجام کیا ہوا؟ اس نے بڑے ملک فتح کیے لیکن آخر موت نے اسے جلد ہی اس دنیا سے اٹھا لیا۔ ساری دنیاوی شان و بادشاہت دھری کی دھری رہ گئی۔

۳- نادر شاہ نے دلی کا خزانہ لوٹا لیکن تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا قصہ مختصر کر دیا۔ (لغت دیکھیے)

۴- (یہ بادشاہ اور دوسرے بڑے بڑے بادشاہ اس دنیا میں آئے اور انہوں نے خوب فتوحات کیں لیکن موت نے انہیں نظروں سے غائب کر دیا) جبکہ افغان باقی اور اس کا کوہستان بدستور قائم و باقی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کا یا دائمی ملک بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

۵- ضرورت ایک ایسی شے ہے جس کے باعث آزاد لوگ بھی غلام بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ضرورت و حاجت ہی ہے جو شیروں کو بھی لومڑی بنا دیتی ہے۔ گویا اپنی ذاتی خواہشات پوری کرنے کی جب ضرورت پیش آ جاتی ہے تو آزاد لوگ دوسروں کی

اطاعت قبول کر لیتے ہیں۔

٦- جب درویش خودی سے آگاہ ہو جاتی ہے تو انسان بے نیازی کے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے۔ یوں وہ خود شہنشاہ بن جاتا ہے اور اس طرح خدا کے سوا وہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

٧- وہ مردِ درویش قوموں کی تقدیر بن جاتا ہے جس نے کبھی سلطان کے دربار میں حاضری نہیں دی۔ جس مردِ حق میں خودی سے آگاہی کے باعث بے نیازی کی شان پیدا ہو جاتی ہے، وہ بڑی بڑی قوتوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور اپنے جہد و عمل سے قوموں کی تقدیر سنوار سکتا ہے۔

## (۵)

| | | |
|---|---|---|
| ١- | یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روا رو | اس عیشِ فراواں میں ہے ہر لحظہ غمِ نو |
| ٢- | وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں | جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو |
| ٣- | ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے | اسبابِ ہنر کے لیے لازم ہے تگ و دَو |
| ٤- | فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہنرمند | شام اس کی ہے مانند سحر صاحبِ پرتو |
| ٥- | وہ صاحبِ فن چاہے تو فن کی برکت سے | ٹپکے بدنِ مہر سے شبنم کی طرح ضو |

١- یہ آج کے دور کے مدرسے (نظام تعلیم) یہ کھیلوں کا ہنگامہ اور چل چلاؤ کا شور و غوغا، یہ سب باتیں دیکھنے میں تو اچھی لگتی ہیں اور انہیں قوم کی ترقی کا باعث سمجھا جا رہا ہے کہ نئی نسل تعلیم سے بہرہ ور ہو رہی ہے لیکن حقیقت میں یہ بے حد مسرت و خوشی ہر لحہ ایک نیا غم پیدا کرتی ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ یورپی طرز تعلیم ہم مسلمانوں کے حسب حال نہیں ہے۔ اسی طرز تعلیم سے متعلق اکبرالہٰ آبادی کا یہ شعر پہلے بھی دیا جا چکا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

٢- وہ علم آزاد مردوں کے حق میں علم نہیں بلکہ زہر ہے جس علم کا حاصل صرف یہ ہو کہ دنیا میں دو مٹھی جو ملتے جائیں، یعنی جو طبیعت میں زبردست انقلاب پیدا کرنے کی بجائے صرف پیٹ بھرنے کا سامان کرے۔

۳- اے نادان/ بے سمجھ انسان (مخاطب) ادب اور فلسفہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ ہنر سیکھنے کے لیے تو بھاگ دوڑ ضروری ہے۔ یعنی اس کے لیے مسلسل جدوجہد اور عمل ہی سے حقیقی زندگی کا سامان ہوتا ہے۔

۴- صاحب ہنر قدرت کے پوشیدہ رازوں یا قوانین پر بھی غالب آجاتا ہے۔ اس کی شام بھی صبح کی مانند روشن ہوتی ہے۔ گویا وہ تقدیر کے گلے شکوے کرنے کی بجائے اپنے جہد وعمل سے خود اپنی تقدیر سنوارتا ہے۔ علامہ ہی کے بقول:

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

۵- وہ صاحب ہنر اگر چاہے تو اپنے فن وہنر کی برکت سے ایسی صورتِ حال پیدا کردے کہ سورج کے بدن سے روشنی شبنم کی طرح ٹپکنے لگے۔ گویا وہ بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر عظیم انقلاب لاسکتا ہے۔

## (۶)

۱- جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد — ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ
۲- تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو — کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
۳- اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک — ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
۴- لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید — مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

۱- جو انسان اس دنیا میں نت نئی چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے، ہر دور میں زمانہ اس کے گرد چکر لگاتا ہے۔ گویا اس دنیا میں قدر ومنزلت اسی انسان کی ہے جو نئے علوم وہنر اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرتا ہے۔

۲- تو (اے مخاطب) تُو دوسروں کی یا جو پہلے گذر چکے ہیں ان کی بے جا قسم کی پیروی کر کے اپنی خودی کو تباہ نہ کر، اس لیے کہ یہ (خودی) گویا ایک بڑا قیمتی موتی ہے اس لیے اس کی حفاظت کر۔

۳- اس قوم کو نئے طور طریقوں اور نئی زندگی کا پیغام مبارک ہو جو صرف رات کی بزم/ محفل کے تصور میں محو ہے۔ گویا ایسی قوم نے اپنے پرانے طور طریقے چھوڑنے کی بجائے انہی کو اپنا سرمایۂ حیات بنالیا ہے۔ تو اب جب اسے تجدید کا پیغام ملا ہے تو اس

کے لیے اسے مبارکباد دینی چاہیے۔ اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو اس کی زندگی میں ایک عظیم بابرکت انقلاب پیدا ہو جائے گا۔

۴- لیکن آج تجدید کا جو شور برپا ہے مشرق میں اسے اہل یورپ کی بے جا پیروی کا بہانہ بنا لیا جاتا ہے، چنانچہ میں اس خوف کا شکار ہوں کہ تجدید کا یہ پیغام کہیں یورپ ہی کے طور طریقوں اور رسم و رواج کو پھیلانے کا باعث نہ بن جائے۔

## (۷)

۱- رومی بدلے، شامی بدلے، بدلا ہندوستان  تو بھی اے فرزندِ کہستاں! اپنی خودی پہچان
اپنی خودی پہچان او غافل افغان

۲- موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز  جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان
اپنی خودی پہچان او غافل افغان

۳- اونچی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریا ہے  جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفان
اپنی خودی پہچان او غافل افغان

۴- ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ  اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربان
اپنی خودی پہچان او غافل افغان

۵- تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج  عالمِ فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان
اپنی خودی پہچان او غافل افغان

۱- اٹلی والوں میں تبدیلی آ گئی، اسی طرح اہل شام اور اہل ہند کی زندگی میں بھی تغیر آ گیا، اے کوہستان کے فرزند تو بھی اپنی خودی کی معرفت سے آگاہ ہو کر اپنی خداداد قوتوں اور صلاحیتوں کو کام میں لا، اے غافل افغان اپنی خودی پہچان۔

۲- اگر موسم اچھا ہو، پانی بھی کثرت سے میسر ہو اور مٹی بھی زرخیز ہو تو اس صورتِ حال کے باوجود اگر کسی کسان نے بیج نہیں بویا اور کھیت کو پانی نہیں دیا تو وہ کہاں کا کسان ہوگا، وہ کوئی کسان نہیں۔ یعنی اے غافل افغان! تو اپنی خودی پہچان اور ایسے زبردست موافق حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھا۔

۳- جس سمندر کی لہریں زیادہ بلندی پر نہیں پہنچتیں وہ کہاں کا اور کیسا سمندر ہے، وہ تو سمندر کہلانے کا حقدار نہیں ہے اور جس طوفان کی ہواؤں میں تندی اور تیزی نہیں، وہ

تو طوفان نہیں کہلایا جا سکتا۔ سوائے غافل افغان تو اپنی خودی پہچان، کیونکہ تو تو ایک ایسا سمندر ہے جس کی لہریں بے حد بلندی پر یا آسمان پر پہنچنی چاہئیں، اور تو وہی طوفان ہے جس کی تیز ہوائیں دنیا میں ہلچل مچا سکتی ہیں۔

۴- جس انسان نے اپنے بدن کی مٹی کو زیر و زبر / اوپر نیچے کر کے اپنے آپ کو، یعنی اپنی حقیقت کو پالیا، اس کی کسانی کچھ اس عظمت کی حامل ہو جاتی ہے کہ اس پر سلطانی بھی قربان کی جا سکتی ہے۔ او غافل افغان! لازم ہے کہ اپنی خودی اور اپنی حقیقت کو پہچان کر تو بھی اپنی عظمت و سربلندی کا سامان کر۔ کسان سارا دن کھیت کی مٹی اوپر نیچے کرتا، یعنی خوب محنت کرتا ہے اور یوں اپنی روزی پیدا کرتا ہے۔ اسی حوالے سے کسانی کی بات کی ہے۔

۵- تو نے کوئی علم حاصل نہیں کیا اور بے علم رہا۔ تیری اس بے علمی نے بے علموں کی آبرو رکھ لی۔ گویا تیرا یہ عمل اس لحاظ سے خود تیری آبرو رکھنے کا باعث بنا ہے کہ جو لوگ پڑھ لکھ کر عالم فاضل بن گئے ہیں، وہ اپنا دین ایمان بیچنے میں لگے ہوئے ہیں، کم از کم تیرا دین ایمان تو محفوظ رہا ہے۔ او غافل افغان! اپنی خودی پہچان اور ایسے کارنامے انجام دے جو ایک غیرت مند مومن کی شان کے لائق ہوں۔

## (۸)

۱- زاغ کہتا ہے نہایت بدنما ہیں تیرے پر ‌ ‌ ‌ شپرک کہتی ہے تجھ کو کور چشم و بے ہنر
۲- لیکن اے شہباز! یہ مرغانِ صحرا کے اچھوت ‌ ‌ ‌ ہیں فضائے نیلگوں کے پیچ و خم سے بے خبر
۳- ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام ‌ ‌ ‌ روح ہے جس کی دمِ پرواز سرتاپا نظر

۱- اے شہباز! کوا تجھے کہتا ہے کہ تیرے پر بڑے ہی بدصورت ہیں، جبکہ چمگادڑ، جو خود دن کے وقت کچھ نہیں دیکھ سکتی، کہتی ہے کہ تو تو اندھا بھی ہے اور بے ہنر بھی۔

۲- لیکن اے شہباز! یہ پرندے (کوا اور چمگادڑ) تجھ پر نکتہ چینی کر رہے ہیں، خود صحرا کے پرندوں کے اچھوت ہیں اور وہ نیلی فضا (آسمانی بلندیوں) کے پیچ و خم سے بے خبر ہیں، اس لیے تو ان کی اس نکتہ چینی پر کوئی توجہ نہ دے، بے پروا ہو جا۔

۳- ان اچھوتوں کو اس پرندے (شہباز) کے حالات اور مقام و مرتبہ کی کیا خبر ہو سکتی ہے جو جب اڑنے لگتا ہے تو اس کی روحِ زندگی سرتاپا نظر بن جاتی ہے۔ یہ بصیرت کی علامت ہے۔

## (۹)

۱- عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثلِ ہوس | پرِ شہباز سے ممکن نہیں پروازِ مگس
۲- یوں بھی دستورِ گلستاں کو بدل سکتے ہیں | کہ نشیمن ہو عنادل پہ گراں مثلِ قفس
۳- سفر آمادہ نہیں منتظرِ بانگِ رحیل | ہے کہاں قافلۂ موج کو پروائے جرس
۴- گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے | مردہ ہے، مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس
۵- پرورشِ دل کی اگر مدِ نظر ہے تجھ کو | مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس

۱- عشق اپنی فطرت کے لحاظ سے حرص و ہوس کی طرح گھٹیا اور پست نہیں ہے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جس طرح شہباز کے پروں سے مکھی کی پرواز ممکن نہیں ہے۔ شہباز مکھی کی طرح نہیں اڑ سکتا۔

۲- گلستاں کے دستور اور طور طریقوں کو یوں بھی بدلا جا سکتا ہے کہ بلبلوں پر اپنے گھونسلے اسی طرح ناقابل برداشت ہو جائیں جس طرح پنجرے کی قید ہوتی ہے۔ اس استعارہ میں یہ کہنا مقصود ہے کہ قید و بند کی زندگی تو کسی صورت بھی اچھی نہیں ہے اور حصول آزادی کے لیے جد و جہد کرنا ہی پڑتی ہے لیکن جو لوگ آرام و آسایش ہی میں محو ہیں اگر وہ جد و جہد اور جوش و جذبہ سے کام لیں (اور اپنے اس آرام و آسایش کو قید کی مانند سمجھیں) تو وہ اپنی آزادی کے حصول میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

۳- جو کوئی سفر پر آمادہ ہے یا جس میں سفر کرنے کا جوش و جذبہ اور لگن ہے اور وہ اس کے لیے تیار ہے وہ کوچ کی آواز (گھنٹی) کے انتظار میں نہیں رہتا۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جس طرح سمندر کی لہروں کے قافلے کو کوچ کی گھنٹی کی پروا نہیں ہوتی یعنی وہ مسلسل بلند ہوتی رہتی ہیں۔ گویا راہ حق میں چلنے کے لیے کچھ ایسے ہی جذبوں اور ولولوں کی ضرورت ہے۔

۴- اگرچہ آج کے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم نوجوان بظاہر زندہ نظر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ مردہ ہے اور اس نے کچھ دیر کے لیے اہل یورپ سے سانس مانگ لیا ہے۔ گویا آج کے نوجوان جس انداز کی زندگی کے حامل ہیں وہ سراسر یورپ والوں کا ہے اور چونکہ انہوں نے اپنی میراث یا صحیح اسلامی تعلیم کو بھلا دیا ہے اس لیے ان کی حالت مردوں کی سی ہے۔

۵- اگر تجھے (اے مخاطب) اپنے دل کی پرورش و تربیت کی خواہش ہے، تو اس کے لیے کسی مردِ حق / مردِ مومن کی وہ ایک نگاہ ہی کافی ہے جو تجھ پر یونہی پڑ جائے۔ دوسرے

لفظوں میں مردِ حق کی اچانک کی یا بے ارادہ نگاہ بھی دل کی تربیت، یعنی اسے ایک دلِ زندہ بنانے کا سامان کرنے کے لیے کافی ہے۔

## (۱۰)

۱۔ وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا　　شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری
۲۔ اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر　　اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری
۳۔ عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز　　کہ نیستاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری
۴۔ خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی　　کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری
۵۔ نگاہِ کم سے نہ دیکھ اس کی بے کلاہی کو　　یہ بے کلاہ ہے سرمایہ کلہ داری

۱۔ وہی نوجوان اپنے قبیلے کی آنکھ کا تارا (قبیلے کو بہت پیارا) ہے جس کی جوانی ہر طرح کے عیب سے پاک ہو اور جس کی ضرب (جس کا وار) کاری ہو۔

۲۔ اگر کبھی جنگ کا موقع آ جائے تو وہ جوش و جوانمردی میں جنگل کے شیروں سے بھی بڑھ کر ثابت ہو اور اگر صلح کی حالت ہو تو وہ تاتار کے ہرن کی طرح خوبصورت و دل کش نظر آتا ہے۔ علامہ نے ایک جگہ یوں بھی کہا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(یہ دراصل قرآن کریم کی سورت المائدہ، آیت ۵۴ کے ایک ٹکڑے کا آزاد ترجمہ ہے۔)

۳۔ اگر ایسے نوجوان کے دل کی تپش و حرارت سب کو جلا دے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں، اس لیے کہ سرکنڈے کے جنگل کو آگ لگانے کے لیے ایک ہی چنگاری کافی ہے۔ سب سے مراد باطل قوتیں ہی ہو سکتی ہیں (جنھیں سرکنڈے سے تشبیہ دی گئی ہے اور) جن سے ٹکرا کر وہ انھیں پاش پاش یا فنا کر دیتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے نوجوان کو شہنشاہوں کے سے شکوہ و دبدبہ سے نوازا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی درویشی میں حیدری و کراری کی شان پائی جاتی ہے۔

۵۔ اگر اس کے سر پر کلاہ نہیں ہے (جو ظاہری بادشاہت کی علامت ہے) تو تو اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھ، اس لیے کہ ننگے سر والا یہ نوجوان ہی تخت و تاجداری کا حقیقی سرمایہ ہے۔ وہی حقیقی شاہانہ عظمت والا ہے۔

## (۱۱)

۱- جس کے پرتو سے منور رہی تیری شبِ دوش　　پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغِ خاموش
۲- مردِ بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ　　بندۂ حر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش
۳- نہیں ہنگامۂ پیکار کے لائق وہ جواں　　جو ہوا نالۂ مرغانِ سحر سے مدہوش
۴- مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طفلانہ طبیعت تیری　　اور عیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش

۱- جس کے جلوے سے تیری کل کی گذری ہوئی رات روشن رہی وہ بجھا ہوا چراغ بھی روشن کیا جا سکتا ہے۔ یہی مراد ہو سکتی ہے کہ جس طرح ہمارے اسلاف نے اپنے جہد وعمل اور جوش و جذبہ سے کام لے کر اپنی تقدیر سنواری اور اپنی عظمت و سربلندی کا سامان کیا' آج بھی ایسے ہی جوش و جذبہ وغیرہ سے کام لے کر ہم بھی یہی سامان کر سکتے ہیں۔

۲- جس انسان میں ہمت و حوصلہ نہیں ہے وہ زمانے کا گلہ شکوہ ہی کرتا رہتا ہے، یعنی وہ جہد وعمل سے تو کام نہیں لیتا اور زمانے یا تقدیر ہی کے شکوے میں لگا رہتا ہے، اس کے برعکس جو مردِ آزاد ہے، اس کے لیے تقدیر کا نشتر بھی ایک طرح سے شہد ہے۔ گویا وہ زندگی میں پیش آنے والے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور ہمت ہارنے کی بجائے جہد وعمل میں مصروف رہتا ہے۔ تقدیر کے حوالے سے علامہ کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

۳- وہ نوجوان جنگ کے ہنگاموں کے لائق نہیں ہے جو صبح کے وقت پرندوں کی فریاد سن کر ہی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ گویا اس میں وہ ہمت و حوصلہ ہی نہیں ہے جو کسی جنگ (جنگ سے مراد زندگی کے ہنگامے ہیں) میں اسے آگے بڑھنے اور مقابلہ کرنے پر آمادہ کر سکے۔

۴- مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تیری طبیعت بچگانہ ہے، بچوں کی سی ہے (جنھیں مٹھائی بہت پسند ہوتی ہے) اور یورپ کے مٹھائی فروش بڑے عیار و مکار ہیں۔ یعنی تو ان کی ظاہری اور تہذیبی چمک دمک کا شیدائی بن رہا ہے جو تیرے لیے کسی بھی صورت میں

مفید ثابت نہ ہوگی، اس لیے کہ اس کی بنیاد ہی عیاری و مکاری پر ہے۔

## (۱۲)

۱۔ لادینی و لاطینی! کس پیچ میں الجھا تو — دارو ہے ضعیفوں کا ''لا غالب الاھو''

۲۔ صیادِ معانی کو یورپ سے ہے نومیدی — دلکش ہے فضا لیکن بے نافہ تمام آہو

۳۔ بے اشکِ سحر گاہی تقویم خودی مشکل — یہ لالۂ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو

۴۔ صیاد ہے کافر کا، نخچیر ہے مومن کا — یہ دَیرِ کہن یعنی بت خانۂ رنگ و بو

۵۔ اے شیخ امیروں کو مسجد سے نکلوا دے — ہے ان کی نمازوں سے محراب ترش ابرو

۱۔ تو کس لادینی اور لاطینی کے چکر میں پڑا ہوا ہے؟ یاد رکھ کمزور اور ضعیف لوگوں/قوموں کا علاج صرف یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غالب نہیں ہے۔ گویا کمزور اور ضعیف صرف خدا کا سہارا لے کر اور اس کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے عظمت و سربلندی کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہ تصور غلط ہے کہ یورپ کی طرح دین سے دور رہ کر اور لاطینی رسم الخط اپنانے میں یہ عظمت و سربلندی ہے۔ مصطفیٰ اتاترک نے یہ دونوں رویے اختیار کیے تھے۔

۲۔ حقیقتوں کے شکاری کو یورپ سے سراسر ناامیدی ہے۔ اگرچہ وہاں کی فضا بڑی دل کش ہے لیکن اس کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے جیسے وہاں کے تمام ہرن نافہ سے محروم ہیں۔ ہرن سے مراد لوگ ہیں جو حقیقت و معنویت سے محروم ہیں، اسی لیے اہل حق کو یورپ سے متعلق مایوسی ہے۔

۳۔ صبح کے وقت اشک ریزی کے بغیر خودی کو قائم یعنی مضبوط و مستحکم کرنا مشکل ہے۔ یہ پیکانی لالہ (خودی) ندی کے کنارے ہی اچھا لگتا یا تروتازہ رہتا ہے۔ ندی اشک سحر گاہی کا استعارہ ہے، جبکہ لالۂ پیکانی خودی کا۔

۴۔ یہ پرانا مندر یعنی رنگ و بو کا بت خانہ (دنیا) کافر کا شکاری اور مومن کا شکار ہے۔ گویا کافروں کی ساری توجہ اپنی دنیاوی زندگی کی رنگینیوں وغیرہ کی طرف ہوتی ہے، اس لحاظ سے وہ دنیا کا شکار ٹھہرے جبکہ مومن کا مقصد عظیم ہوتا ہے، وہ رضائے ایزدی کے مطابق اس دنیا سے کام لیتا ہے، عشق حقیقی کے جذبے سے سرشار ہونے کے باعث وہ اس دنیا کو مسخر کرتا اور اس سے کام لیتا ہے۔ اس لحاظ سے دنیا اس کا شکار ہے۔

۵- اے شیخ! تو امیروں کو مسجد سے نکلوا دے، اس لیے کہ ان کی نماز سے مسجد کی محرابیں ناراض ہیں۔ گویا چونکہ یہ لوگ دنیاوی دولت کے پیچھے لگے رہتے ہیں، اس لیے ان کے سجدوں میں کوئی خلوص نہیں ہوتا۔ ان کی نمازیں محض دکھاوے کی نمازیں ہوتی ہیں۔

## (۱۳)

۱- مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دگرگوں — معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا
۲- ہر سینے میں اک صبحِ قیامت ہے نمودار — افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا
۳- کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی — اے پیرِ حرم! تیری مناجاتِ سحر کیا؟
۴- ممکن نہیں تخلیقِ خودی خانقہوں سے — اس شعلۂ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا

۱- مجھے تو یہ دنیا تہ و بالا ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ (اس میں تبدیلی آ رہی ہے) لیکن معلوم نہیں تیری نظر کیا دیکھ رہی ہے، تجھے کیا نظر آ رہا ہے۔

۲- جوانوں کے خیالات میں کچھ ایسی تبدیلی آ گئی ہے کہ لگتا ہے جیسے ہر سینے میں قیامت کی صبح نمودار ہو رہی ہے۔ گویا کوئی ایسا انقلاب متوقع ہے جو قیامت کی یاد دلائے گا۔

۳- اے کعبے کے پیر! (مذہبی پیشوا/ امام) تو جو صبح کے وقت مناجات پڑھتا ہے، کیا وہ کسی معرکے کے بغیر گذرنے والی زندگی کی تلافی کر سکتی ہے؟ مطلب یہ کہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ باطل قوتوں سے ٹکرا کر ان کی فنا کا سامان کرے تاکہ لوگ ان کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو جائیں اور اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ مطلوبہ ساز و سامان کی فراہمی کا اہتمام کیا جائے لیکن افسوس کہ اس سلسلے میں ہم مسلمان غفلت کا شکار ہیں، خالی دعاؤں سے یہ عظیم مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔

۴- خودی کی تخلیق و تربیت خانقاہوں میں نہیں ہو سکتی۔ بھلا اس نم خوردہ شعلے سے چنگاری کیونکر نکل سکے گی۔ ''نم خوردہ شعلہ'' استعارہ ہے خانقاہ کا اور چنگاری خودی کا۔

## (۱۴)

۱- بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی — بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللٰہی
۲- جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے — اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی
۳- وحشت نہ سمجھ اس کو اے مردکِ میدانی — کہسار کی خلوت ہے تعلیم خود آگاہی

۴۔ دنیا ہے روایاتی، عقبیٰ ہے مناجاتی — درباز دو عالم را این است شہنشاہی

۱۔ جس عشق میں جرأتِ رندانہ نہ ہو وہ محض لومڑی پن ہے، یعنی لومڑی کی طرح مکر و فریب سے کام لینا۔ اس کے برعکس جس عشق کا بازو مضبوط وقوی ہے وہ خدا کا ہاتھ ہے۔ یعنی جرأت وہمت کا حامل عشق حقیقی معنوں میں عشق حق کہلانے کا مستحق ہے۔

۲۔ جو مسافر راستے کی سختیوں یعنی مصیبتوں، تکلیفوں کو اپنا سامانِ سفر سمجھ لے، یعنی سفر کی سختیوں اور مصیبتوں سے گھبرانے کی بجائے شوق و جذبہ سے آگے ہی بڑھتا چلا جائے، افسوس کہ آج ایسا کوئی مسافر نظر نہیں آرہا۔ گویا لوگ آرام طلب اور جفاکشی ومحنت سے بالکل دور ہو گئے ہیں۔ غالب نے جفاکشی کے بارے میں یوں کہا ہے:

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھ کر

۳۔ اے میدان کے رہائشی اس امر کو (میرے مطابق) پہاڑوں کی خلوت میں بیٹھنا خود آگاہی کی تعلیم ہے، تو کہیں وحشت کی تعلیم نہ سمجھ لینا۔ مطلب یہ نہیں کہ انسانوں سے دور رہا جائے بلکہ اس تنہائی میں آدمی اپنی معرفت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ یہ دنیا روایات کی پابند ہے جبکہ عقبیٰ صرف مناجات ہی ہے۔ تو ان دونوں دنیاؤں سے بے تعلق ہو جا اور صرف اس محبوب حقیقی سے وابستگی اختیار کر کہ یہی صحیح معنوں میں شہنشاہی ہے۔

## (۱۵)

۱۔ آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد — مشکل نہیں اے سالکِ رہ علم فقیری

۲۔ فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق — پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری

۳۔ خوددار نہ ہو فقر تو ہے قہرِ الٰہی — ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیدِ امیری

۴۔ افرنگ زخود بے خبرت کرد وگرنہ — اے بندۂ مومن تو بشیری، تو نذیری

۱۔ اے سلوک وتصوف کی راہ پر چلنے والے! درویشی وفقیری کا علم ایک آسان علم ہے، اس میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود آدمی کا ضمیر اس کے حق ہونے پر شاہد ہے۔

۲- اگر لوہے کی طبیعت میں ریشم کی سی نرمی پیدا ہو جائے تو وہ تلوار بنانے کے لائق نہیں رہتا۔ غالباً یہ مراد ہے کہ مردِ درویش یا مردِ مومن اگر سکون کا طالب ہو اور جہد و عمل سے گھبراتا ہو تو وہ حقیقی درویش و مومن نہیں بن سکتا۔

۳- اگر درویشی میں خودداری کا جذبہ نہ ہو تو وہ درویشی نہیں بلکہ وہ ایک طرح سے قہرِ الٰہی ہوگی۔ اس کے برعکس جب درویش غیرت مند ہو تو یہ سمجھ لو کہ اس کی حکمرانی و سلطانی کا یہ آغاز ہے۔

۴- اے مردِ مومن! (یہ دکھ کی بات ہے کہ) یورپ نے تجھے تیری حقیقت سے بے خبر کر دیا ورنہ تو لوگوں کو خوشخبری سنانے والا بھی ہے اور ڈرانے والا بھی۔ خوشخبری نیک کاموں کے اچھے اجر ملنے کی اور ڈرانا برے کاموں کے انجامِ بد سے ہے۔

## (۱۶)

۱- قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی — ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی
۲- جو فقر ہوا تلخیِ دوراں کا گلہ مند — اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی
۳- اس دَور میں بھی مردِ خدا کو ہے میسر — جو معجزہ پربت کو بنا سکتا ہے رائی
۴- در معرکہ بے سوزِ تو ذوقے نتواں یافت — اے بندۂ مومن! تو کجائی؟ تو کجائی؟
۵- خورشید! سراپردۂ مشرق سے نکل کر — پہنا مِرے کہسار کو ملبوسِ حنائی

۱- قوموں کا اپنے مرکز سے جدا ہونا ان کے فنا ہونے (ان کی موت) کا باعث بنتا ہے۔ اگر خودی صاحبِ مرکز بن جائے تو اس میں خدائی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

۲- جو فقر زمانے کی تلخیوں سختیوں کا گلہ شکوہ کرتا ہے یا کرتا رہتا ہے۔ وہ حقیقی فقر نہیں ہے بلکہ اس میں ابھی تک گداگری (بھیک مانگنے) کی خصلت باقی ہے۔

۳- اس دور میں بھی ایک مردِ حق کو وہ معجزہ حاصل ہے جس سے وہ پہاڑ کو رائی بنا سکتا ہے۔ گویا اگرچہ آج مردانِ حق کم ہی ہیں تاہم پھر بھی چند ایک ایسی ہستیاں ہیں جو بڑی بڑی باطل قوتوں سے ٹکرا کر انہیں پاش پاش کر سکتی ہیں۔

۴- اے مردِ مومن! تو کہاں ہے؟ کہاں ہے تو؟ تیرے سوز و جذبہ کے بغیر معرکہ و پیکار میں کوئی لذت نہیں ہے۔ گویا ایک مردِ مومن جب باطل قوتوں سے ٹکراتا ہے تو اس کے پیشِ نظر اپنا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہوتا بلکہ اس کا یہ عمل محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا

ہے۔ ظاہر ہے اس سے ہٹ کر جو ٹکراؤ / جنگ ہوگا / ہوگی، اس میں ویسا ذوق کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

۵۔ اے سورج! تو مشرق کے پردے سے نکل کر میرے پہاڑ کو سرخ لباس پہنا دے۔ جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہو تو مشرق کے افق پر شفق آ جاتی ہے اور اس کی سرخی کا عکس پہاڑوں پر پڑنے لگتا ہے۔ اس شعر میں سورج استعارہ ہے مردِ مومن کا اور ''میرا پہاڑ'' محراب گل کے وطن کا استعارہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں محراب گل (جو درحقیقت خود علامہ اقبال ہیں) کو اس بات کی خواہش ہے کہ کوئی مردِ مومن آئے اور پہاڑی علاقے میں حقیقی زندگی کی روح پھونکنے کا سامان کرے۔

## (۱۷)

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو | لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں |
| ۲۔ | ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی | وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں |
| ۳۔ | تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ | خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں |
| ۴۔ | یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں | ہمت ہو پر کشا تو حقیقت میں کچھ نہیں |
| ۵۔ | بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں | زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں زمیں |

۱۔ اگر لاکھوں انسانوں میں ایک بھی ایسا انسان ہو جو صحیح معنوں میں یقین و ایمان کی دولت سے مالا مال ہو تو اس کی آگ سے وہ جوانوں اور بوڑھوں میں عشق حقیقی کی حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ آگ سے مراد سوز و جذبۂ عشق ہے جو مذکورہ انسان کی بنیادی فطرت ہے۔

۲۔ ایسا مردِ حق جس کی درویشی ٹھیکری کو نگینہ بنا دے، کوہ و بیابان میں کبھی کبھی پیدا ہوتا ہے، ٹھیکری کو نگینہ بنانے سے مراد ہے پستی و ذلت کی شکار قوم میں ایسے جذبے پیدا کر دینے جن کی بدولت وہ قوم عظمت و سربلندی اور بقا کی حامل بن جائے۔

۳۔ (اے مخاطب!) تو اب اپنی تقدیر خود اپنے قلم سے لکھ لے۔ خدا کے قلم نے تو تیری پیشانی پر کچھ نہیں لکھا۔ گویا انسان جس قدر جہد و عمل اور ہمت سے کام لے گا اسی قدر اس کا مقدر سنورتا چلا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں اسے چاہیے کہ وہ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں سے کام لے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشادِ ربانی ہے کہ جتنا کچھ تم کرو

گے، اتنا ہی تمہیں ملے گا اور ایک صوفی شاعر کے بقول:

مالی دا کم پانی پانڑا بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پھل لانڑا لاوے یا نہ لاوے

گویا: You do your best then leave it to God

۴- یہ نیلی فضا جسے آسمان کا نام دیا جاتا ہے، اگر چہ بہت بلندیوں پر ہے لیکن انسان کی ہمت پرواز کرنے پر تیار ہو تو اس بلندی یا ان بلندیوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ صاحب ہمت وحوصلہ کے لیے بڑی سے بڑی مشکلیں اور رکاوٹیں وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ ان سے گذرتا ہوا یا ٹکراتا ہوا مسلسل آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

۵- جب تک یہ سر کے اوپر رہتا ہے تو اس وقت تک اس کا نام آسمان ہے، جب یہ پروں کے نیچے آجائے تو زمین بن جائے گا۔ شعر ۴ والی بات کہ ہمت وحوصلہ کے سامنے یہ آسمان یا بلندیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

## (۱۸)

۱- یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے — کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری
۲- عزیز ہے انہیں نامِ وزیری و محسود — ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری
۳- ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی — کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری
۴- وہی حرم ہے وہی اعتبارِ لات و منات — خدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری

۱- شیر شاہ سوری نے بڑے پتے کی یہ بات کہی کہ قبیلوں میں باہمی امتیاز سراسر ذلت و خواری کی علامت اور باعث ہے۔

۲- افغانوں کو اپنے مختلف قبیلوں کے نام مثلاً وزیری اور محسودی بہت عزیز اور پیارے لگتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ (افغان) ابھی تک افغانیت کی خلعت پہننے کے قابل نہیں ہوئے۔ گویا جب تک یہ قبیلہ پرستی ختم ہو کر قوم کا جزو نہیں بنتی، اس وقت تک ایک منظم قوم کا وجود میں آنا ممکن نہیں۔

۳- پہاڑوں کے مسلمان (پہاڑی علاقوں میں رہنے والے مسلمان) ہزاروں ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کا ہر قبیلہ اپنے بتوں کا زنار پہنے ہوئے ہے۔ گویا ہر قبیلہ اپنی حیثیت اور اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے چکر میں پڑا ہوا ہے اور

افغان قوم کی عزت و عظمت اور حیثیت بلند کرنے کی طرف کوئی بھی توجہ کرنے پر تیار نہیں ہے۔ سب کو اپنی اپنی پڑی ہوئی ہے، دوسرے لفظوں میں ان کا وطیرہ کچھ اس قسم کا ہے:

ع تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

۴۔ افغان قوم میں وہی کچھ نظر آ رہا ہے جو اسلام سے قبل عرب میں تھا کہ کعبہ میں لات و منات جیسے بتوں کی پوجا ہوا کرتی تھی۔ یعنی یہ قبیلے اپنے ہی مقاصد اور اپنی ہی شان و عزت کے چکر میں کھوئے ہوئے ہیں، قومی مقاصد وغیرہ سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ خدا کرے کہ تجھے ایسا موقع مل جائے کہ تو کاری ضرب لگا کر ان قبیلوں کے بت توڑ ڈالے اور یوں تمام افغان قبیلے ایک قوم بن کر عظیم کارنامے انجام دینے لگیں۔

## (۱۹)

۱۔ نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے  
نگاہ وہ ہے کہ محتاج مہر و ماہ نہیں

۲۔ فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن  
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں

۳۔ کھلے ہیں سب کے لیے غربیوں کے میخانے  
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں

۴۔ اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری  
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الہٰ نہیں

۵۔ سنیں گے میری صدا خانزادگانِ کبیر؟  
گلیم پوش ہوں میں، صاحبِ کلاہ نہیں

۱۔ ایسی نگاہ کو حقیقی و اصلی نگاہ نہیں کہا جا سکتا جو صرف سرخ اور زرد رنگ میں (یعنی مختلف اور ظاہری رنگوں میں) فرق کر سکے بلکہ اصل نگاہ وہ ہے جو چاند اور سورج کی محتاج نہ ہو۔ پہلی نگاہ تو سورج اور چاند کی روشنی میں کام کر سکتی/ دیکھ سکتی ہے، جبکہ دوسری نگاہ سراپا بصیرت ہوتی اور گہرائیوں تک دیکھ سکتی ہے۔

۲۔ مومن کی منزل (منزلِ مقصود) یورپ والوں سے بہت آگے ہے۔ تو قدم اٹھا کہ اس منزل پر ہی راستہ ختم نہیں ہو جاتا۔ گویا یورپ نے جو کچھ ایجاد کیا ہے، ریڈیو اور لاسلکی وغیرہ، وہ آخری منزل نہیں ہے، مومن کے لیے اس سے بھی آگے بہت منزلیں ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ (مومن) دنیا کی ہر شے کو رضائے الہٰی کا پابند بنا دے، یہی اس کا فرض ہے۔ یہ فرض مذکورہ ایجادوں سے پورا ہونا ممکن نہیں۔

۳۔ اہلِ یورپ نے علوم کے جو شراب خانے کھول رکھے ہیں، ان کے دروازے ہر کسی

کے لیے کھلے ہیں، ان جدید علوم کی سرمستیاں گناہوں میں شمار نہیں ہوتیں۔ یعنی ان علوم سے ہر کوئی اور جتنا چاہے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ سوتم ان سے ضرور بھرپور فائدہ اٹھاؤ لیکن ان میں محو نہ ہو جاؤ (آگے وضاحت ہے۔)

۴۔ لیکن اگر تیرے بدن میں ''لا الہٰ'' (توحید) کی حرارت وتپش نہیں ہے تو یہ جان لے کہ ان علوم کے سرور/مستی میں تیری موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ گویا توحید پر کامل اور پختہ ایمان ہو جو دین اسلام کی بنیاد ہے۔ ان علوم کو اس غرض سے حاصل کیا جائے کہ توحید کا حقیقی مقصد بہتر انداز میں پورا کیا جا سکے، بصورتِ دیگر (توحید پر کامل ایمان نہ ہونے کے باعث) یہ علوم تجھے گمراہی میں ڈبو دیں گے۔

۵۔ اگرچہ میں (محراب گل) ایک گدڑی پوش ہوں (جو مفلسی اور مسکینی کا اور معمولی لباس ہے) کوئی بڑا رئیس نہیں ہوں، لیکن کیا میں توقع کروں کہ بڑے بڑے خان زادے میری اس صدا (میری اس پر درد بات) کو پوری توجہ سے سنیں گے؟

## (۲۰)

| | |
|---|---|
| ۱۔ فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی | یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی |
| ۲۔ دنیا میں محاسب ہے تہذیبِ فسوں گر کا | ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سلطانی |
| ۳۔ یہ حسن و لطافت کیوں؟ وہ قوت و شوکت کیوں؟ | بلبل چمنستانی، شہباز بیابانی |
| ۴۔ اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا، لیکن | بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی |
| ۵۔ صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا | تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی |

۱۔ فطرت/قدرت کے مقاصد کا تحفظ دو لوگ/گروہ ہی کر سکتے ہیں، یا تو وہ لوگ جو صحراؤں میں رہتے ہیں یا جن کا تعلق پہاڑی علاقوں سے ہے۔ گویا یہ لوگ شہری لوگوں کی نسبت زیادہ جفاکش اور محنتی ہوتے ہیں۔ شہری لوگ آرام طلب اور سست الوجود ہونے کے باعث یہ مقاصد پورے نہیں کر سکتے۔ فطرت کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ جہد و عمل کرنے والا، جفاکش اور محنتی ہو۔

۲۔ یہی صحرائی اور پہاڑی لوگ ہیں جو جادوگر تہذیب کا حساب کتاب لیتے اور اس کی اچھائی اور برائی کو پرکھ کر الگ الگ کر دیتے ہیں۔ انہی لوگوں کی فقیری و درویشی میں سلطانی و حکمرانی کا ساز و سامان ہوتا ہے۔ اپنی جفاکشی اور اپنے جہد و عمل سے یہی

لوگ اس درجے کو پہنچتے ہیں۔

۳۔ (اس کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ) بلبل چمن میں رہنے والی ہے اور وہ محض حسن و لطافت ہی کی حامل ہوتی ہے، جبکہ شہباز بیابانوں میں رہتا ہے اور اس میں قوت بھی ہوتی ہے اور وہ شان و شوکت والا بھی ہوتا ہے۔

۴۔ اے شیخ! تعلیمی اداروں کی فضا بہت اچھی سہی، اور یہ کہ وہاں کی تعلیم میں کچھ ظاہری فائدے تو ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سلیمانِ فارسیؓ جیسی عظیم اور جلیل القدر ہستیاں ان تعلیمی اداروں میں نہیں بلکہ بیابانوں ہی کی فضا میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔

۵۔ اسلام کی شراب اپنی تیزی کے لحاظ سے گویا تلوار ہے، اور اس کا مقابل یعنی اسے پینے والا صدیوں ہی میں کہیں پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اسلام کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والا ہی صحیح مجاہد بنتا ہے اور ایسا مجاہد یا مردِ حق اور ایسی عظیم ہستی مدتوں کے بعد سامنے آتی ہے۔ علامہ نے یوں بھی کہا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

## تمت بالخیر

# لغتِ ضربِ کلیم

= کلیم: یعنی حضرت موسیٰ جن کا لقب کلیم اللہ تھا، انہوں نے کوہ طور پر اللہ سے اپنا جلوہ دکھانے کی درخواست کی تھی جس پر وہ جلوہ بجلی کی صورت میں نمایاں ہوا اور موسیٰ بے ہوش ہو گئے، انہوں نے فرعون جیسی باطل قوت سے ٹکر لی تھی، فرعون نے ان پر لشکر کشی کی، وہ اپنے پیروکاروں کو لے کر دریائے نیل کی طرف گئے، فرعون نے پیچھا کیا، انہوں نے پانی پر اپنا عصا مارا جس سے پانی آدھا اِدھر آدھا اُدھر ہو گیا، وہ وہاں سے گذر گئے لیکن جیسے ہی فرعون اور اس کا لشکر داخل ہوا پانی پھر اپنی جگہ پر آ گیا اور فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا، علامہ نے دورِ حاضر کی فرعونی یا باطل قوتوں کے خلاف جو اعلان جنگ کیا ہے تو وہ اسی حوالے سے کیا ہے۔

۱-۲= خوگر: عادی      ہوائے سیر: سیر یعنی مسلسل حرکت و گردش میں رہنے کی خواہش
خودی: صوفیا نے تو اس کا مطلب غرور و تکبر لیا ہے، لیکن علامہ کے مطابق انسان کے اندر پوشیدہ ایسی قوتیں اور صلاحیتیں ہیں جن سے آگاہ ہو کر اور ان سے کام لیتے ہوئے وہ اپنی بقا اور تسخیرِ کائنات کا سامان کر سکتا ہے۔

---

## اعلیٰ حضرت نواب سر حمید اللہ خان فرمان روائے

## بھوپال کی خدمت میں

= سر حمید اللہ خاں: ولادت ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی، ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۲ء بیگم بھوپال کے معتمد اعلیٰ رہے، ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۶ء بیگم بھوپال کے ہاں قانون وعدل اور خزانے کے ممبر رہے، ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۵ء مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے وائس چانسلر

رہے۔ دو مرتبہ ۳۲-۱۹۳۱ء اور ۴۷-۱۹۴۴ء میں Chamber of Indian Princes مقرر ہوئے۔ کھیلوں میں کرکٹ کے بڑے شوقین تھے۔ ۴ جنوری ۱۹۶۰ء کو فوت ہوئے، علامہ سے ان کے خاص تعلقات تھے اور وہ علامہ کے محسنوں میں شمار ہوتے تھے۔

۳۔= اُمم: جمع امت، تو میں چہ کرد: کیا سلوک کیا کند: کرتا ہے کسے: کوئی نہ بود: نہ تھا فروخواند: سنائے، سنا سکتا تو صاحب نظری: تو صاحب نظر ہے، گہری بصیرت والا ہے آنچہ: جو کچھ بیند: دیکھتا ہے اندیشۂ تو: تیری فکر/سوچ، مراد دماغ بگیر: تو لے لے بدستِ تو: تیرے ہاتھ میں ماند: رہتا ہے

---

## ناظرین سے

= ناظرین: جمع ناظر، دیکھنے والے، مراد قارئین، کتاب پڑھنے والے، یہاں ایشیائی مسلمان مراد ہیں

۱-۳= حقایق: جمع حقیقت، حقیقتیں، اصلیتیں زجاج: شیشہ حریف: مدمقابل، مقابلہ کرنے والا نوائے چنگ: باجے یا ساز کا نغمہ لہو ترنگ: مراد پیالوں میں خون بھرا ہوا ہو جل ترنگ: پانی کی تیز لہر، ایک باجے کا نام ہے

---

## تمہید

(۱)

۱-۵= دیر: مندر، بت کدہ حرم: کعبہ خاوراں: مشرق کی سرزمین، ایشیا تریاکی: افیمی، افیونی حوادث: جمع حادثہ، واقعات حجاب: پردہ

(۲)

۱-۴= مجلس آرائی: محفل یا محفلیں سجانے کا عمل کم پیوند: کم میل جول رکھنے والا کوکنار: پوست نیلگوں: نیلے رنگ کی، آسمان پرشکستہ: وہ پرندے جن

کے پرٹوٹے ہوئے ہوں　　صحنِ سرا: گھر کا صحن　　خورسند: خوش

## اسلام اور مسلمان

### صبح

ا-۲= فردا: آنے والی کل　　امروز: آج کا دن　　لرزتا ہے: کانپتا ہے
شبستان وجود: وجود کی خواب گاہ (رات کے وقت سجائی ہوئی محفل)

### لا الٰہ اِلاّ اللہ

ا-۷= سرِ نہاں: چھپا ہوا راز　　لا الٰہ الا اللہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کلمہ توحید
فساں: سان، اوزار تیز کرنے کا پتھر　　براہیمؑ: حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے کعبہ
کے سب بت توڑ ڈالے تھے　　صنم کدہ: بتوں کا گھر، بت خانہ　　متاعِ
غرور: دھوکے کی پونجی، قرآنِ کریم میں دنیا کی زندگی کو دھوکے کی پونجی کہا گیا ہے
رشتہ و پیوند: رشتے داریاں، دوستیاں اور قرابت داریاں　　زمان و مکاں: یہ
کائنات　　زناری: زنار پہننے والی (زنار ہندوؤں کا وہ مقدس دھاگا جو وہ گلے
میں ڈالتے ہیں)

### تن بہ تقدیر

ا-۳= مہ و پروین: چاند اور پروین (پروین سات ستاروں کا وہ جھرمٹ جسے ثریا بھی کہا
جاتا ہے، مراد ستارے)　　امیر: مراد بلند مقام والا　　تن بہ تقدیر: تقدیر
پر بھروسا کرنے کا عمل　　نہاں: چھپی ہوئی　　ناخوب: برا، بری باتیں
بتدریج: آہستہ آہستہ　　خوب: اچھی، اچھی باتیں

# معراج

ا-۴= مہر: سورج ولولۂ شوق: عشق کا جذبہ تاراج: برباد، مراد مسخر کرنا
نفس: سانس دراج: تیتر ناوک: تیر ہدف: نشانہ ثریا:
پروین ستارے سراپردہ: خلوت گاہ، تنہائی کی جگہ معراج: لغوی معنی
انتہائی بلندی، ترقی کی حد، یہاں حضور اکرمؐ کے واقعہ معراج شریف کی طرف بھی
اشارہ ہے والنجم: سورۂ والنجم کے ابتدائی الفاظ، آیت کا ترجمہ ہے، اور
ستارے کی قسم ہے رسولؐ کے دل نے جو کچھ دیکھا وہ جھوٹ نہیں کہا، اب تم اسؐ سے
کیا جھگڑتے ہو، اس پر جو اسؐ نے دیکھا اور اس کو اس نے دیکھا ہے سدرۃ المنتہٰی
کے پاس اترتے ہوئے ایک بار اور بھی؟.....الخ مدوجزر: پانی کا چڑھاؤ
(بلند ہونا) اور اتار (نیچے ہونا) جو سمندر میں پورے چاند کی روشنی کے جذب سے
ہوتا ہے، جوار بھاٹا

---

# ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام

= فلسفہ زدہ: فلسفے کا مارا ہوا، وہ شخص جو عقل کا قائل اور وحی و الہام یعنی عشق خدا و
رسول کا منکر ہو سیدزادہ: سید کی اولاد، یہ شخص جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا، ثریا،
۱۹۵۸ء میں فوت ہوگیا تھا، حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا، ایک مرتبہ
وہ علامہ کی خدمت میں گیا تو اس نے فلسفہ زدوں ہی کا سا طریق گفتگو اختیار کیا،
علامہ ان دنوں بیمار تھے، انہوں نے اس کی ان باتوں کا بہت اثر لیا، جوابات میں
اس کی تسلی تو کر دی لیکن ان کے دل پہ یہ اثر برابر قائم رہا جس کے نتیجے میں یہ نظم
وجود میں آئی۔

ا-۱۵= برگساں: فرانس کا مشہور فلسفی جس سے علامہ نے ملاقات بھی کی تھی
ہیگل: اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کے وسط کا جرمنی کا مشہور فلسفی، جس کا
فلسفہ کبھی انسانی فکر و نظر کا بہت بڑا کارنامہ سمجھا جاتا تھا صدف: سیپی
طلسم: جادو، فلسفہ، فرض کی گئی بات محکم: مضبوط، پایدار لازمانی: جو

زمانے کی قید سے بالاتر یا آزاد ہو عشا: مراد مادی تاریکیاں، لفظی معنی رات اشراق: لفظی معنی روشنی دینا، مراد طلوع آفتاب کا وقت ندائے آفاق: کائنات کی آواز، جس سے کائنات گونج اٹھے سومناتی: سومنات (ہندوؤں کا مشہور بت خانہ) سے تعلق رکھنے والا، مراد بت پرست، برہمن لاتی ومناتی: لات اور منات کے پجاری لات ومنات عرب کے مشہور بت تھے، یہاں مراد بت پرست ریشہ ہا: مراد رگیں، رگ رگ دل افروز: دل کو روشن کرنے والا بے حضوری: خدا کے حضور سے محرومی بے صوت: بے آواز تقویم: مراد دستور العمل پور علیؓ: علی کا بیٹا، حضرت علیؓ کی اولاد بوعلی: ابوعلی مشہور فلسفی اور حکیم، طب، ریاضی اور منطق میں بے مثل تھا، ولادت بخارا کے قریب ایک گاؤں میں بسال ۹۸۰ء، وفات ۱۰۳۷ء قاید: رہنما، لیڈر قرشی: قریش سے منسوب، مراد عرب بخاری: مراد بوعلی سینا

---

## زمین وآسماں

۱-۳= احوال: جمع حال، حالات دگرگوں: بدلتے رہنے کی حالت سالک: راستہ چلنے والا سود وزیاں: نفع اور نقصان

---

## مسلمان کا زوال

۱-۴= قاضی الحاجات: حاجتیں/ضرورتیں پوری کرنے والا تونگری: امیری، دولت مندی جسور: جرأت والے، دلیر غیور: غیرت والے سکندری: یونانی بادشاہ سکندر اعظم کی سی فتح مندی کی شان بے زری: مفلسی، ناداری

---

## علم وعشق

ابند تا چوتھا بند= تخمین وظن: وہم وگماں، جس کی کوئی حقیقت نہ ہو کرم کتابی: کتابی

کیڑا، مراد ایسا انسان جو صرف کتابیں ہی پڑھتا رہے لیکن جہد و عمل سے دور رہے
مقام صفات: صفتوں کا مقام، مراد خدائے تعالیٰ کی صفتیں جو کائنات میں مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں ممات: موت پیدا: ظاہر، نمایاں
صاحبِ تاج و نگیں: تاجدار، بڑے بڑے بادشاہ مکیں: رہنے والا فتح باب: دروازہ کھولنا، یعنی مقصد کا حصول، کامیابی حاصل: پیداوار ابن الکتاب: کتاب کا بیٹا، مراد جو صرف کتابوں ہی پر انحصار کرے ام الکتاب: کتاب کی ماں، مراد اصل اور بنیاد، گویا لوحِ محفوظ، ام سے مراد ایسی چیز بھی ہے جس میں جامعیت ہو اور وہ بھی جو اپنی قسم کی چیزوں میں نمایاں اور ممتاز ہوں
شرع: آئین، دستور

---

## اجتہاد

(معلوم باتوں کو دماغ کے خزانے میں ترتیب دے کر
نتیجے میں ایک نامعلوم بات اخذ کرنے کا عمل)

۱-۴= عمیق: گہرا، گہرے اندیشہ: سوچ بچار، غور وفکر تقلید: پیروی کرنا
حلقۂ شوق: مراد اہل تصوف کا حلقہ فقیہانِ حرم: یعنی علمائے دین مسلک: طور طریقہ ناقص: نامکمل، ناتمام کتاب: مراد قرآنِ کریم

---

## شکر و شکایت

۱-۴= نہاں خانۂ لاہوت: عالم بالا کا چھپا ہوا پاکیزہ جہان (لاہوت: روحانی مرتبوں کا وہ عالم جہاں پہنچ کر صوفی / سالک کو ''فنافی اللہ'' کا مقام حاصل ہوتا ہے، عالم بالا)
پیوند: وابستہ، ملا ہوا نفس: مراد نغمہ، شاعری خزاں: مراد زوال کی حالت مرغانِ سحر خواں: صبح کے وقت چہچہانے والے پرندے، یہاں مراد قوم کے دردمند افراد خورسند: خوش

---

## ذکر و فکر

۱-۳= علم الاسما: قرآنی تلمیح، سورۂ البقرہ آیت ۳۱، اور اللہ نے آدم کو نام سکھا دیے کل کے کل پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا.... الخ رومیؔ: مولانا محمد جلال الدین رومی، جنہیں علامہ نے روحانی طور پر اپنا مرشد تسلیم کیا ہے، بلخ میں ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء کو پیدا ہوئے، وفات قونیہ (ترکی) ۱۷ ستمبر ۱۲۷۳ء عطار: اصل نام محمد، لقب فرید الدین اور تخلص عطار، چونکہ دوا سازی کا کام کرتے تھے اس لیے عطار تخلص رکھا۔ ولادت بمقام شاد باغ (نیشاپور، ایران) ۱۱۱۹ء؛ بہت بڑے صوفی تھے، چنگیز کے حکم پر نیشاپور میں جو قتلِ عام ہوا تھا اس میں ۲۶ اپریل ۱۲۳۰ء کو شہید ہوئے، فارسی کے ممتاز شاعر اور چند مثنویوں اور ''تذکرۃ الاولیا'' کے مصنف تھے، رومیؔ جیسے صوفی شاعر ان کی شاعری کی عظمت کے قائل ہیں بوعلی سینا: نوٹ پہلے آچکا ہے سبحان ربی الاعلیٰ: پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے اوپر ہے، یہ دعا سجدے میں پڑھی جاتی ہے، نیز ملاحظہ ہو سورۂ اعلیٰ آیت ۱

---

## ملائے حرم

۱-۲= جلال: مراد دبدبہ و ہیبت جمال: شان و شوکت

---

## تقدیر

۱-۵= نااہل: جو کسی چیز کے لائق نہ ہو، نالائق جبروت: عظمت و بزرگی، جلال منطق: علم کی وہ شاخ جس میں کلام کے حق یا ناحق ہونے کا فیصلہ دلیلوں سے کیا جاتا ہے، علم معقول نہاں: پوشیدہ، چھپی ہوئی تابع: پیرو، پیچھے پیچھے چلنے والا اُمم: جمع اُمت، قومیں بُرّاں: کاٹ والی تیغ دو پیکر: دو دھاری تلوار

---

## توحید

۱-۵= علم کلام: وہ علم جس میں اسلامی عقاید کو دلیلوں سے ثابت کیا جاتا ہے ضو: روشنی
ظلمت کردار: سیرت و عمل کی تاریکی میر سپہ: سپاہ کا سردار، سپہ سالار، قائد،
رہنما قل ھو اللہ: کہہ دے اللہ ایک ہے، سورۂ اخلاص کی پہلی آیت
خام: نامکمل، جو پختہ نہ ہو امامت: رہنمائی

---

## علم اور دین

۱-۴= ابراہیم: حضرت ابراہیمؑ جنھوں نے کعبہ کے تمام بت توڑ ڈالے تھے ندیم: ساتھی
کم نظری: بصیرت نہ ہونا کم بصری: کم نظری ہم کنار: ایک دوسرے
کے پہلو میں ہونا، ساتھ ساتھ ہونا کلیم: حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ حکیم: فلسفی،
صاحبِ عقل و خرد

---

## ہندی مسلمان

۱-۳= گداگر: بھک منگا، فقیر، بھکاری ارباب نبوت: اشارہ ہے میرزا غلام
احمد قادیانی کی طرف جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور جہاد کو جائز قرار نہ دیا، اس
کے پیروکار مرزائی کہلاتے ہیں پارینہ: پرانا، قدیم "مسکیں دلکم: میرا
مسکین دل اس کشمکش میں پڑا ہوا ہے کہ.......

---

## آزادیِ شمشیر کے اعلان پر

= ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جو ہنگامہ بپا ہوا تھا، اس میں کامیابی کے بعد
انگریز حکمرانوں نے تمام اہل ہند سے ہتھیار لے لیے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں اہلِ
پنجاب کو تلوار رکھنے کی اجازت ملی، غالباً یہ اجازت سکھوں کی خاطر دی گئی تھی جن

کے دین کا ایک رکن کرپان ہے، علامہ کی یہ نظم اسی حوالے سے ہے، مسلمان بھی رکھ سکتے تھے۔

ا-۴= شمشیرِ جگردار: ایسی تلوار جو بڑی کاٹ دار ہو خالدؓ جانباز: حضور اکرمؐ کے ایک بہت دلیر صحابی جنہیں حضورؐ نے "سیف اللہ" (اللہ کی تلوار) کے لقب سے نوازا تھا اور جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور کی تمام جنگوں میں بے مثال فتوحات حاصل کی تھیں حیدر کرارؓ: حضرت علیؓ مرتضیٰ، شیر خدا

---

# جہاد

ا-۸= کارگر: اثر کرنے والی، موثر، جس کی کاٹ تیز ہو بے سود: بے فائدہ تفنگ: بندوق پنجہ خونیں: خون سے بھرا پنجہ، جنگ پر آمادہ فال و فر: شان وشکوہ اور دبدبہ دوش: کندھا شیخِ کلیسا نواز: انگریز حکمرانوں کی مدد کرنے والا، میرزا غلام احمد قادیانی جس نے ترکِ جہاد کا فتویٰ دے کر انگریز حکمرانوں کو خوش کر دیا تھا محاسبہ: پوچھ گچھ، جانچ پڑتال درگذر: چھوٹ، معافی

---

# قوت اور دین

ا-۴= اسکندر: سکندرِ اعظم، قدیم یونانی جابر بادشاہ چنگیز: ایک ظالم و جابر حکمران جس نے ۶۱۶ ھجری میں ایران میں قتلِ عام کر کے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی چاک: تار تار ہونا، پھٹ جانا امم: جمع اُمت، قومیں پیامِ ازلی: ابتدا سے یا قدیم میں دیا گیا پیغام سیل سبک سیر: تیز چلنے والا سیلاب زمیں گیر: مراد پوری دنیا میں پھیل جانے والا زہرِ ہلاہل: ہلاک کر دینے والا زہر تریاک: زہر کا توڑ، جس سے زہر کا اثر ختم ہو جائے، تریاق

---

## فقر و ملوکیت

۱-۴ = جنگاہ: میدانِ جنگ ساز و یراق: ساز و سامان (یراق: ہتھیار) قلبِ سلیم: مراد خدا اور حضور اکرمؐ کی محبت سے سرشار دل ہوائے زر و سیم: سونے اور چاندی یعنی مال و دولت کی ہوس ضبطِ نفس: مراد بات ضبط کرنا، بات کرنے سے رک جانا

---

## اسلام

۱-۳ = تقویم: دستور العمل مستور: چھپی ہوئی نمود: ظاہر ہونا، ظہور کد: نفرت، بیر

---

## حیاتِ اَبدی

(حیاتِ جاوید، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی)

۱-۲ = قطرۂ نیساں: موسمِ بہار کی بارش کا قطرہ جو سیپی کے منہ میں پڑ کر موتی بن جاتا ہے خودنگر: اپنی قوتوں صلاحیتوں سے آگاہ خودگیر: اپنا جائزہ لینے والی، اپنی حفاظت پر قادر خودگر: خود ہی اپنی تربیت و اصلاح کرنے والی، دوسروں کے اصولِ زندگی سے بے نیاز

---

## سلطانی

۱-۷ = قاہری: غلبہ، فاتحانہ شان عیار: کسوٹی، پرکھ ظلِ سبحانی: خدا کا سایہ، مراد کائنات میں خدا کا نائب جہاں بانی: فرماں روائی، حکمرانی حریف: مدِمقابل، مقابلہ کرنے والا درخشانی: چمک

---

## صوفی سے

۱-۳= حادثات: جمع حادثہ، پیش آنے والے نئے نئے واقعات تخیلات: جمع تخیل، فکر و خیال غریب: عجیب ممکنات: جمع ممکن، جو کچھ ہو سکتا ہے

---

## افرنگ زدہ

= افرنگ زدہ: یورپ کی تعلیم و تہذیب کا شیدائی، غیر اسلامی تعلیم کی طرف متوجہ

### پہلا بند

= عمارت گر: مستری، معمار، عمارت بنانے والے، انگریز تجلی افرنگ: مراد یورپی تہذیب کا پرتو زرنگار: سنہری نقش و نگار والی نیام: تلوار کا غلاف، میان

### دوسرا بند

= نمود: ظہور، ظاہر ہونا بے نمود: جو نمایاں نہ ہو

---

## تصوف

۱-۵= ملکوتی: فرشتوں کی دنیا، مراد پاکیزہ روحوں کا جہان علم لاہوتی: لاہوت سے متعلق علم، ایسی منزل کا علم جہاں سے سالک کو ''فنافی اللہ'' کا مقام حاصل ہو جائے درماں: علاج، چارہ مراقبے: جمع مراقبہ، لفظی معنی نگہبانی، تصوف کی اصطلاح کے مطابق اللہ سے لو لگانا پریشاں: بے ربط، انتشار کی حالت فروغ: روشنی

---

## ہندی اسلام

۱-۵= الحاد: بے دینی، لادینی محکومی: غلامی نومیدی جاوید: دائمی یا ہمیشہ ہمیشہ کی مایوسی

---

# غزل

۱-۵= مرضِ کہن: پرانی بیماری فسوں: جادو نہنگ: مگرمچھ غمزہ: ناز نخرا نیستاں: سرکنڈوں کا جنگل پے پہر: افسردہ، بجھی ہوئی جہانِ دوش و فردا: گذرے ہوئے کل یعنی ماضی اور آنے والے کل یعنی مستقبل کی دنیا، مراد یہ دنیا

# دنیا

۱-۳= بوقلمونی: رنگارنگی گردوں: آسماں

# نماز

= نماز: ایک ایرانی محقق کے مطابق یہ پہلوی زبان کا مرکب لفظ ہے، نم یعنی خم یا جھکنا + از بمعنی جگہ، جھکنے کی جگہ، مراد پانچ وقتی عبادت

۱-۲= پیر: بوڑھا لات و منات: کعبہ کے قدیم مشہور بت، مراد بت گراں: بوجھل

# وحی

۱-۳= بے مایہ: جس کی کوئی پونجی نہ ہو، مراد بے حقیقت سزاوار: لائق، قابل ظن و تخمین: وہم و گمان زبوں: مراد درہم برہم شبِ تارِ حیات: زندگی کی اندھیری رات گرہ وا کیونکر: گتھی کیسے سلجھے، کیسے سلجھ سکتی ہے شارح: شرح کرنے یا وضاحت کرنے والی

# شکست

۱-۳= حرارت: گرمی، جوش و جذبہ الست: قرآنی آیت کی طرف اشارہ ہے، کیا

میں تمہارا رب نہیں ہوں، خدا کا انسانی روحوں سے سوال اور ان کا ہاں میں جواب
رہبانیت: ترکِ دنیا، دنیا سے الگ تھلگ رہنا    گریز: دوڑ، بھاگ جانے کا عمل    کشاکش: کھینچا تانی، جدوجہد

---

## عقل و دل

۱-۲= زد: نشانہ    جلالِ ازلی: ازل سے ملی ہوئی عظمت و دبدبہ

---

## مستیِ کردار

۱-۳= طریقت: مسلک    مردہ و افسردہ: مراد ذوق اور جوش و جذبہ سے خالی    نوا: شاعری    خوابیدہ: سوئی ہوئی    مستی کردار: جہد و عمل کا جوش و جذبہ

---

## قبر

۱-۲= مرقد: قبر    شبستان: رات کو آرام کرنے کی جگہ    بے قید و پہنائی: مراد وسعت اور پھیلاؤ (حدود سے آزاد ہونا)

---

## قلندر کی پہچان

۱-۵= بنگاہ: مقام، منزل    محاسب: حساب لینے والا، پوچھ گچھ کرنے والا    مرکب: سواری    راکب: سوار

---

## فلسفہ

۱-۶= خفی: چھپے ہوئے، پوشیدہ    جلی: نمایاں، ظاہر    غواص: غوطہ لگانے والا

صدف: سیپی، مراد الفاظ گہر: مراد معنی معنیِ پیچیدہ: الجھے ہوئے معنی/ مطلب تابندہ گہر: چمکتا ہوا موتی

---

## مردانِ خدا

=۴-۱ بندۂ حُر: آزاد انسان حرب: جنگ عیاری: مکر و فریب احرار: جمع حر، آزاد لوگ دوش بدوش: کندھے سے کندھا ملائے ہوئے، پہلو بہ پہلو، ساتھ ساتھ کلہ داری: مراد سلطانی، حکمرانی، سر پر تاج رکھنا زناری: بتوں کے پجاری

---

## کافر و مومن

=۳-۱۰ سم: زہر تریاق: وہ دوا جس سے زہر کا اثر دور ہو برندہ: کاٹنے والا صیقل زدہ: جسے پالش کیا گیا ہو، چمکایا ہوا براق: بجلی کی طرح چمکتا ہوا

---

## مہدیِ برحق

=۴-۱ زنداں: قید خانہ محبوس: قید میں ہونا خاور: مشرق ثوابت: جمع ثابت، ایسے ستارے جو گردش نہیں کرتے سیار: گردش کرنے والے ستارے پیرانِ کلیسا: عیسائیوں کے مذہبی رہنما، پادری جدت: نیا پن، نئی بات کہنہ: پرانے خم و پیچ: ہیر پھیر افلاسِ تخیل: خیالات کی مفلسی، مراد سطحی اور پست خیالات مہدی برحق: سچا ہدایت کرنے والا

---

## مومن

(دنیا میں)

=۳-۱ بریشم: ابریشم، کچا ریشم جو ایک خاص کیڑے کے منہ کے لعاب سے پیدا ہوتا ہے

رزم: جنگ    حریفانہ کشاکش: مقابلے کی کھینچا تانی، کھینچ تان    کنجشک: چڑیا
حمام: کبوتر    سرافیل: اسرافیل    صیاد: شکاری
(جنت میں)
۴= دل آویز: دل کش شخصیت والا    کم آمیز: زیادہ میل ملاپ نہ رکھنے والا

---

## محمد علی باب

= دراصل محمد علی اس کے باپ کا نام تھا، ۱۸۴۴ء میں تہران (ایران) میں پیدا ہوا، اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مہدیِ موعود کی تشریف آوری کے سلسلے میں لوگوں کو ان کا خیر مقدم کرنے کی غرض سے بھیجا ہے اور میں ہی وہ دروازہ ہوں جس سے گذرے بغیر مہدیِ موعود تک رسائی ممکن نہیں، ایران کے بادشاہ ناصرالدین شاہ قاچار نے علما کے فتوے پر گرفتار کیا، اسے علما کی مجلس میں لایا گیا جہاں اس نے بعض قرآنی آیات کی اعراب (زیر، زبر، پیش وغیرہ) غلط پڑھیں، بعد میں اسے موت کی سزا ملی۔ اس کے پیروکار بابی کہلاتے ہیں۔
۱-۳= سمٰوات: قرآنی آیت کا ایک لفظ    متبسم: مسکرانے والے، مسکرائے
تصدق میں: صدقے میں

---

## تقدیر

(ابلیس ویزداں)    یزداں: خدا

### ابلیس

۱-۲= کن فکاں: لفظی معنی ہو جا، پس وہ ہو گیا، خدا کی پیدا کردہ کائنات، مخلوقات
بیر: دشمنی    نزدیک و دور و دیر و زود: زمان و مکاں    اِستکبار: غرور و تکبر کرنا، اشارہ ہے ابلیس کا، خدا کے حکم پر بھی، آدم کو سجدہ نہ کرنے کی طرف
مشیت: مرضی، خدا کا ارادہ

## یزداں

= کھلا: ظاہر ہوا

## ابلیس

= کمالاتِ وجود: ہستی کے تمام کمالات

## یزداں (فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

۱-۲= حجت: دلیل شعلۂ سوزاں: لپکتا ہوا شعلہ دود: دھواں

---

## اے روحِ محمدؐ

۱-۴= شیرازہ: وہ دھاگا جس سے کتابوں کی جلد بندی کی جاتی ہے، مراد تنظیم ملتِ مرحوم: ایسی قوم جس پر رحم کیا گیا ہو، مراد ملتِ اسلامیہ آشوب: طوفان، شورش، ہنگامہ راحلہ: سواری زاد: سفر کا سامان حدی خواں: اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے ساربان کا ایک مخصوص نغمہ

---

## مدنیتِ اسلام

۱-۵= مدنیت: شہری زندگی، تمدن و تہذیب نہایت: انتہا یگانہ: یکتا، منفرد گوناگوں: رنگ رنگ کا، قسم قسم کا حقایقِ ابدی: مراد نہ بدلنے والی حقیقتیں اساس: بنیاد افلاطون: مشہور یونانی فلسفی، جس کے مطابق یہ دنیا خالی ہے اور حقیقی دنیا کا محض ایک سایہ ہے، حقیقی دنیا اس کے نزدیک ایک عالم مثال ہے عناصر: جمع عنصر، چار عناصر آگ، پانی، مٹی اور ہوا، مراد ترکیبی اجزا روح القدس: حضرت جبرئیلؑ عجم: غیر عرب ممالک حسنِ طبیعت: حسنِ فکر، حسنِ اخلاق، نفاست پسندی سوزِ دروں: مراد عشق کا جوش و حرارت

## امامت

ا-۵= امام برحق: سچا راہنما حاضر و موجود: موجودہ زمانہ زیاں: نقصان
ملتِ بیضا: روشن ملت، ملت اسلامیہ سلاطیں: جمع سلطان، پادشاہ
پرستار: پجاری

---

## فقر و راہبی

= راہبی: ترکِ دنیا کر کے گرجے میں بیٹھ جانا
ا-٦= راہب: پادری، تارکِ دنیا سفینہ: کشتی صیرفیِ کائنات: کائنات کا کھوٹا کھرا پرکھنے والا طغیانی: طوفان سلمانی: حضرت سلمانؓ سے منسوب، جو مشہور صحابیِ رسول اکرمؐ تھے سلیمانی: پیغمبر حضرت سلیمانؑ سے منسوب

---

## غزل

ا-٦= ناصبور: بے چین، بیقرار فلسفہ پیچ پیچ: بہت الجھا ہوا فلسفہ یوم النشور: قیامت کا دن چاک: پھٹا ہوا، تار تار حرفِ پریشاں: بکھری بکھری یا بے معنی سی باتیں جسور: جسارت والا، دلیر، بیباک غیور: غیرت مند

---

## تسلیم و رضا

ا-۴= پہنائے فضا: فضا کی وسعت، بے حد پھیلاؤ ظلمت کدہ: تاریک یا اندھیرا گھر
شاکر: شکر کرنے والا، مراد پسند کرنے والا نمو: مراد پھیلاؤ، نشو و نما

---

## نکتۂ توحید

ا-۵= رمزِ شوق: عشق کا راز کارزار: جنگ حرب: جنگ، رزم بندۂ

حُر: آزاد انسان مشاہدات: جمع مشاہدہ، اشیا وغیرہ کو دیکھ کر تجربے کرنا
گدایانہ: فقیروں یا بھک منگوں کی سی

## الہام اور آزادی

۱-۵= مہمیز: لوہے کا کانٹا جو گھڑسواروں کی ایڑی میں لگا ہوتا ہے شرر آمیز: چنگاریوں کی حامل مرغانِ سحر خیز: صبح سویرے اٹھنے والے اور چہچہانے والے پرندے جم: قدیم ایرانی بادشاہ جمشید پرویز: قدیم ایرانی بادشاہ خسرو پرویز چنگیز: وہ ظالم و جابر اور غارت گر جس نے ۶۱۶ھ میں ایران میں قتل و غارت کی انتہا کر دی تھی

## جان وتن

۱-۳= پیچاک: الجھن، عقدہ ارتباط: باہمی ربط، تعلق، میل ملاپ تیرہ: سیاہ
اختلاط: مراد میل جول اخگر: چنگاری، شرارہ

## لاہور اور کراچی

۱-۳= اس نظم میں لاہور اور کراچی کے دو اہم واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ بعض خبیث ہندوؤں نے اپنی کتابوں میں حضور اکرمؐ کی شان میں گستاخانہ انداز اختیار کیا تھا۔ لاہور کے راج پال کی کتاب کو شہرت ملی۔ اس پر مقدمہ چلا لیکن ہائی کورٹ کے جہنمی سکھ جج نے اسے بری کر دیا جس پر مسلمان نوجوان آپے سے باہر ہو گئے، چنانچہ لاہور کے ایک بڑھئی کے اَن پڑھ بیٹے علم الدین نے راج پال کی دکان میں جا کر اسے جہنم رسید کر دیا، جس پر اسے میانوالی جیل میں پھانسی کی سزا ہوئی۔ اس کی میت لاہور لانے کے لیے مسلمانوں نے بڑی تگ و دو کی۔ چنانچہ جب لاش آئی تو جنازے میں دور دور سے لاکھوں مسلمان آ کر شریک ہوئے۔ علم الدین شہید کا

مزار مزنگ لاہور کے قبرستان (میانی صاحب) میں ہے۔اسی طرح سرحد کے ایک پٹھان عبدالقیوم خان نے کراچی میں اسی خباثت کے حامل ایک ہندو تاجرِ کتب کو کتے کی موت مار دیا، جس پر اسے بھی پھانسی کی سزا ملی عالم معنی: یعنی روحانی دنیا دیت: خون بہا، خون کی قیمت لاتدع مع اللہ الٰہا آخر: سورۂ عنکبوت کی آخری آیت، اللہ کے سوا کوئی دوسرا حاکم نہ پکار، اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز کو فنا ہے، حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تم پھر جاؤ گے

---

## نبوت

۱-۴= مجدد: مراد دین کو تازہ کرنے والا محدث: حدیث کا عالم فاش: ظاہر، واضح نیلی فام: نیلے رنگ کی شب تار: اندھیری رات ماہِ تمام: پورا یعنی چودھویں کا چاند برگِ حشیش: بھنگ کی پتی، نشہ آور

---

## آدم

۱-۳= بود و عدم: ہستی اور نیستی، بقا اور فنا قادر: قدرت رکھنے والا، یعنی بیان کرنے کی قدرت کہن: پرانا

---

## مکہ اور جنیوا

۱-۳= اقوام: جمع قوم، قومیں تفریقِ مِلل: ملتوں میں تفرقہ اور انتشار جمعیتِ اقوام: LEAGUE OF NATIONS پہلی جنگ عظیم کے بعد فاتح قوموں نے اس کی بنیاد رکھی، اس کا مقصد یہ ظاہر کیا گیا کہ ساری قومیں مل کر رہیں، اگر بعض میں کوئی جھگڑا پیدا ہو تو دوسری قومیں ان کی صلح کرا دیں، لیکن درحقیقت یہ ایک ڈھونگ تھا جو مذکورہ قوموں نے محض اپنے مقاصد آسانی سے پورے کرنے کے لیے رچایا تھا، علامہ نے پیام مشرق میں ان قوموں کو کفن چور کہا ہے جنہوں نے

آپس میں لڑنے کی بجائے قبریں بانٹ لیں اور اپنے اپنے حلقے سے کفن چراتی رہیں۔اس لیگ کا مرکز سوئٹزرلینڈ کا مشہور شہر جنیوا تھا

## اے پیرِ حرم

۱-۵= خود شکنی: مراد کبر و غرور سے پاک ہونا اور خود کو شریعت کا پابند بنانا خودنگری: مراد اپنی حقیقت پہچاننا خارا شگافی: سخت پتھر کو پھاڑنا یا اس میں سوراخ کرنا آشفتہ سری: مراد ایسا جنون جو عشقِ کامل کا نتیجہ ہو دارو: دوا

## مہدی

۱-۴= مہدی: ہدایت کرنے والا مجذوبِ فرنگی: فرنگیوں کا دیوانہ، مراد جرمنی کا مشہور فلسفی نیٹشے جس نے جرمنوں کے لیے "فوق البشر" (SUPERMAN) کا تخیل پیدا کیا اور انہیں قوت کے دیوانے بنا دیا آہوئے مشکیں: مشک کی خوشبو والا ہرن • ختن: وسطی ایشیا کا ایک خطہ جہاں کے مشک والے ہرن مشہور ہیں۔

## مردِ مسلمان

۱-۸= برہان: حجت، دلیل، نشان قہاری: ایسا قہر جس سے دشمن یا باطل قوت ڈر کر کانپ اٹھے غفاری: معافی و بخشش، اہل خطا سے درگذر کرنے کا عمل قدوسی: پاکیزگی، سیرت و کردار کی پاکیزگی جبروت: عظمت و بزرگی، سب پر فائق ہونا، کسی کی غلامی قبول نہ کرنا عیار: پرکھ، کسوٹی میزان: ترازو، مراد نیکی اور بدی کو الگ کرنا دہل جائیں: کانپ اٹھیں، لرزنے لگیں آہنگ: سرتال سورۂ رحمان: قرآن کریم کی ۵۵ ویں اور ایک اہم سورت جس کے الفاظ میں ایک خاص قسم کا ترنم ہے جس سے پڑھنے اور سننے والے پر وجد طاری ہو جاتا ہے کارگہ: کارگاہ، کارخانہ

## پنجابی مسلمان

۱-۳= تازہ پسند: جدت پسند تحقیق: چھان بین تاویل: مراد الفاظ یا عبارت کے معنی اپنے مطلب یا فائدے کے مطابق لینا

## آزادی

۱-۴= حریت افکار: فکری آزادی آتش کدہ: آتش پرستوں یعنی پارسیوں کی عبادت گاہ پارس: فارس، ایران بازیچہ تاویل: تاویل کا کھلونا طرفہ تماشا: عجیب/ انوکھا تماشا

## اشاعت اسلام فرنگستان میں

۱-۳= مدنیت: تمدن اخوت: بھائی چارہ، برادری سیاہ روز: مراد بدنصیب

## لا و اِلّا

= لا: نہیں اِلّا: مگر لا و الا: یعنی کلمہ توحید، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

۱-۳= خاکی شبستان: مراد زمین نہاد زندگی: زندگی کی بنیاد/ اصل لب ریز: پورا بھرا ہوا

## امرائے عرب سے

۱-۳= کافرِ ہندی: ہندوستان کا کافر، مراد خود علامہ جنہیں ممکن ہے عرب برابر کا مسلمان نہ سمجھتے ہوں اور کافروں میں شمار کرتے ہوں وصالِ مصطفویؐ: یعنی حضور کا پیغام اتحاد و اتفاق بولہبی: ابولہب ہونا، ابولہب حضور اکرم کا چچا اور اسلام کا

سخت دشمن　　افتراق: تفرقہ ڈالنے کا عمل　　ثغور: جمع ثغر، حدیں
امرا: جمع امیر، حاکم

---

## احکامِ الٰہی

=۳-۱　احکام: جمع حکم　　مقلد: پیروی کرنے والا　　جمادات: جمع جماد، غیر جاندار چیزیں جیسے پتھر، کوئلہ اور دھاتیں وغیرہ　　خورسند: خوش

---

## موت

=۳-۱　لحد: قبر　　غیب: محبوبِ حقیقی سے دوری　　حضور: محبوبِ حقیقی کا دیدار
ناصبور: بیقرار، بے چین

---

## قم باذن اللہ

=　قم باذن اللہ: اٹھ خدا کے حکم سے
=۳-۱　دگرگوں: تلپٹ، الٹ پلٹ، بدلا ہوا　　نوائے انا الحق: ''میں حق ہوں'' کی آواز یا نعرہ، انا الحق حسین بن منصور سے منسوب ہے، وقت کے علما نے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا جس پر اسے سولی پر لٹکا دیا گیا　　غمیں: غمگین، غم زدہ
پراگندہ: انتشار، بے ربطی

---

# تعلیم و تربیت

## مقصود

(سپونزا)

=　سپونزا: ہالینڈ کا یہودی فلسفی، ولادت ۱۶۳۲ء، وفات ۱۶۷۷ء، اس کی کتاب

ETHICS (علم الاخلاق) کو شہرت حاصل ہے۔

## فلاطون

= مشہور یونانی فلسفی افلاطون، ولادت ۴۲۷ قبل مسیح، سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا، وفات ۳۴۸ قبل مسیح نمود: ظہور، ظاہر ہونا التفات: توجہ

---

## زمانۂ حاضر کا انسان

۱-۴= ناپید: جو موجود نہ ہو، غایب می گزدش: اسے ڈستی ہے صورتِ مار: سانپ کی طرح تابع فرمان: حکم کے ماتحت، فرماں بردار خم و پیچ: الجھاؤ، گرہ ضرر: نقصان

---

## اقوامِ مشرق

(مشرق کی قومیں)

۱-۲= حقایق: جمع حقیقت، حقیقتیں تقلید: پیروی کور: اندھی مدنیت: تمدن، تہذیب و ثقافت لب گور: قبر کے کنارے، مٹنے کے قریب

---

## آگاہی

۱-۳= سپہر: آسمان ستارہ شناس: ماہر فلکیات، نجومی محرم: واقف، آگاہ

---

## مصلحین مشرق

(مصلحین: جمع مصلح، اصلاح کرنے والے)

۱-۲= سامری فن: سامری کی طرح قوم پر جادو کرنے والے، سامری، حضرت موسیٰؑ کے

دور کا مشہور جادوگر جس نے حضرت موسیٰؑ کی غیر حاضری میں جو کوہ طور پر چالیس روز رہے، سونے کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل سے اس کی پوجا کروائی اور اپنے جادو سے اس بچھڑے میں بولنے کی صفت پیدا کر دی تھی، حضرت موسیٰؑ اپنی واپسی پر قوم کو اس جادو سے نجات دلا کر صحیح راہ پر لائے  ساتگیں: پیالہ  خاوران: مشرق

---

## مغربی تہذیب

۱-۲= فساد: بگاڑ  عفیف: پاک دامن، پاکیزہ

---

## اَسرارِ پیدا

(کھلے ہوئے یا واضح راز)

۱-۴= حاجت: ضرورت  ناچیز: جن کی کوئی حقیقت یا حیثیت نہ ہو  پنہاں: چھپی ہوئی  پُردَم: ان تھک، جو تھکاوٹ محسوس نہ کرے  افتاد: گرنا

---

## سلطان ٹیپو کی وصیت

= سلطان ٹیپو: اصلی نام فتح علی خان، باپ کا نام حیدر علی، ولادت ۱۷۵۱ء، دلیری اور جانبازی کے جذبوں سے سرشار تھا، ۱۷۶۶ء میں باپ نے اسے اپنی فوج کی ایک رجمنٹ کا افسر بنا دیا، اس نے سولہ سال ہی کی عمر میں اپنی دلیری کے جوہر دکھائے اور ۱۷۶۷ء میں مر،ٹوں کو شکست دی۔ عیار و خبیث انگریزوں کا وہ سخت دشمن تھا، انگریز اس سے خوفزدہ تھے، بدقسمتی سے اپنے ہی جہنمی غداروں میر صادق وغیرہ کی غداری کے باعث ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو میدانِ جنگ میں اس نے جام شہادت نوش کیا، اس کی شہادت کے ساتھ ہی مسلمانوں کی عظمت و سطوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی دلیری و جانبازی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہا خبیث انگریز اپنے مقصد اور ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے، اس کی

شہادت کے صرف ایک سال کے اندر اندر انگریز دکن پر قابض ہو گئے۔ ٹیپو کی تاریخ وفات ''شمشیر گم شدہ'' (۱۲۱۴ ہجری) ہوئی۔

۱-۵= وصیت: وہ نصیحت یا فرمائش جو مرنے سے پہلے اپنے پس ماندگان (پیچھے رہ جانے والوں) کو کی جاتی ہے   رہ نورد: راستہ طے کرنے والا، مسافر   محمل: اونٹ کا کجاوہ، جس میں چوطرفہ پردے لٹکے ہوتے ہیں اور اس میں پردہ نشین خواتین سفر کرتی ہیں   صنم کدہ: بتوں کا گھر، بت خانہ   کھویا نہ جا: گم نہ ہو جا   محفل گداز: محفل کو پگھلا دینے والا، اپنے قول وعمل سے اہل محفل کا دل نرم کر کے قبول کی صلاحیت پیدا کرنے والا   دوئی پسند: خدا کی بجائے کسی دوسری ہستی کا پجاری، ماننے والا   لاشریک: جس کا کوئی شریک نہ ہو

## غزل

۱-۵= اعجمی: عجم یعنی غیر عرب ملک (ایران) کا رہنے والا   نفس شماری: سانس گننے کا عمل (کتنی مدت زندہ رہا)   نفس گدازی: سانس کو پگھلانا، یعنی سانس کو عشق الٰہی کی حرارت سے پگھلانا   تدرواں: جمع تدرو، چکور سے ملتا جلتا ایک خوش رفتار جنگلی پرندہ، بعض د کی بجائے ذ سے لکھتے ہیں، تذرو   کارسازی: بگڑے ہوئے کام سنوارنے کا عمل   نے نوازی: بانسری بجانا   نواگر: نغمہ الاپنے والا، گویا، موسیقار، مراد شاعر   ہلاکئ امم: امتوں/قوموں کی ہلاکت/تباہی

## بیداری

۱-۴= حق بیں: حق کو دیکھنے والا، مراد مردِ حق   بُرندہ: کاٹ والا   بُرّاق: چمکدار، برق کی طرح چمکیلا   اِشراق: طلوع ہونا   اعماق: جمع عمق، گہرائیاں

## خودی کی تربیت

۱-۲= مشتِ خاک: مراد انسان جس کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے   آتشِ ہمہ سوز: سب

کچھ جلا ڈالنے والی آگ، باطل کو بھسم کر دینے والی آگ سرِ کلیمی: مراد حضرت موسیٰ والی ایمان و عمل کی شان ہوائے دشت: جنگل کی فضا شعیب: حضرت شعیبؑ، جن کا تعلق مدین سے تھا اور حضرت موسیٰ مصر کی اعلیٰ زندگی چھوڑ کر ان کے پاس آ گئے تھے، حضرت موسیٰ کئی برس تک ان کی بھیڑ بکریاں چراتے رہے، فرعون جیسے ظالم و جابر کے خلاف جہاد کرنے سے ان میں ایمان و عمل کی شان پیدا ہوئی شبانی: گلہ بانی

---

## آزادیِ فکر

۱-۲= تدبر: دور اندیشی خام: کچی، ناقص، ناپختہ

---

## خودی کی زندگی

۱-۳= سنجر: ایران کا ایک عظیم مسلمان شہنشاہ طغرل: یہ بھی ایران کا عظیم مسلمان شہنشاہ تھا پایاب: جہاں سے پاپیادہ گذرا جا سکتا ہو پرنیاں: ایک قسم کا پھولدار ریشمی کپڑا حریر: ریشم نہنگ: مگرمچھ محیط: سمندر سراب: بیابان کی ریت پر جب دھوپ پڑتی ہے تو وہ دور سے دیکھنے والے کو پانی معلوم ہوتی ہے، یہ محض نظر کا دھوکا ہے

---

## حکومت

۱-۴= دیرِ کہن: پرانا بت خانہ یعنی یہ دنیا ثبات: قائم رہنا انگبیں: شہد تلخاب: کڑوا پانی، زہر

---

## ہندی مکتب

۱-۷= مقالات: جمع مقالہ، مراد قول، باتیں ممولا: چھوٹی سی کمزور چڑیا گراں

سیر: سست رفتار ابدیت: ہمیشگی، جاودانی مرگِ مفاجات: اچانک کی موت خرافات: جمع خرافہ، لغو اور بیہودہ باتیں سودا: جنون صورت گری: تصویریں بنانا، مصوری

---

## تربیت

ا-۴= قدرت: اقتدار سراغ: کھوج ایاغ: پیالہ کشادِ دل: دل کا کھلنا، روشن ہونا کبریت: لفظی معنی گندھک، دیا سلائی

---

## خوب وزشت

(اچھا اور برا)

ا-۳= ستارگان: جمع ستارہ، ستارے تابع: فرمان پذیر فراز ونشیب: بلندی اور پستی جمیل: حسین، خوبصورت قبیح: برا نامحبوب: ناپسندیدہ

---

## مرگِ خودی

(خودی کی موت)

ا-۴= اندروں: باطن جذام: کوڑھ عروق: جمع عرق، رگیں عظام: جمع عظم، ہڈیاں شکستہ بال: جس کے بال و پر ٹوٹے ہوئے ہوں جامۂ احرام: وہ خاص لباس جو اَن سلا ہوتا اور حج اور عمرہ کے موقع پر ایک خاص وقت کے لیے پہنا جاتا ہے۔

---

## مہمانِ عزیز

ا-۲= پُر: بھرا ہوا تمیز: دو چیزوں میں فرق کرنے کی اہلیت مہمانِ عزیز: استعارہ

ایسے فکر و جذبہ کا جو دل و دماغ میں نیکی اور صلاحیت کی روشنی پیدا کر دے

---

## عصرِ حاضر

۱-۳= خام: کچی، ناپختہ لادینی: کسی بھی مذہب سے تعلق نہ ہونا

---

## طالب علم

۱-۲= اضطراب: بیقراری، بے تابی فراغ: فرصت، فراغت کتاب خواں: کتاب یا کتابیں پڑھنے والا صاحبِ کتاب: کتاب والا، مراد الہامی کتابوں سے فیض حاصل کرنے والا

---

## امتحان

۱-۳= سنگ ریزہ: پتھر کا ٹکڑا، کنکر فتادگی: افتادگی، ایک ہی جگہ پڑے رہنا سرافگندگی: سر جھکانا سنگ خارہ: ایک قسم کا سخت پتھر زجاج: کانچ، شیشہ پامال: پاؤں تلے روندا ہوا

---

### مدرسہ

۱-۵= ملک الموت: موت کا فرشتہ، عزرائیل قبض: (روح کو) جسم سے کھینچ لینا فکرِ معاش: روٹی کمانے کی فکر حریفانہ کشاکش: مقابلے کی کھینچا تانی ذوقِ خراش: مراد تکلیف برداشت کرنے کی لذت نہ تراش: نہ بنا خفاش: چمگادڑ

---

## حکیم نطشہ

= نطشہ: جرمنی کا مشہور فلسفی نیٹشے جس نے فوق البشر کا تصور دیا۔ علامہ کی رائے میں

اس کا دل تو مومن تھا لیکن ''دماغ کافر'' تھا۔ ۵۶ برس کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں فوت ہوا۔ علامہ نے بال جبریل میں اسے ''مجذوبِ فرنگی'' کہا ہے۔

ا-۳= حریف: مدِ مقابل، مراد نہ سمجھنے والا خدنگ: تیر طینت: فطرت، سرشت راہبی: دنیا سے بے تعلقی، ترکِ دنیا کا عمل

---

## اساتذہ

= اساتذہ: استاذ یعنی استاد کی جمع، تعلیم دینے والے

ا-۳= لعلِ بدخشاں: بدخشاں کا لعل جو بڑا چمکدار ہوتا ہے، بدخشاں، پاکستان اور خراسان کے درمیان ایک شہر جو لعل کی منڈی ہے، یہاں مراد طالب علم بے سود: بے فائدہ پرتو: سایہ، روشنی تگ ودو: بھاگ دوڑ امامت: رہنمائی کہنہ دماغ: پرانے دماغ والے، اہلیت رکھنے والے پیرو: کسی کی پیروی کرنے والا

---

## غزل

ا-۵= سراغ: کھوج، نشان بندۂ حُر: آزاد بندہ، مردِ حق، خدا کا مقبول بندہ خیرہ: چکاچوند صاحبِ مازاغ: حضور اکرمؐ، معراج شریف کے واقعے کے حوالے سے یہ کہا ہے، حضورؐ نے معراج شریف میں عالم بالا میں الٰہی آیات (نشانیوں) کو بغور دیکھا، اس موقع پر حضورؐ کی نگاہ کی تعریف خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں فرمائی ہے ''مازاغ البصر وما طغیٰ''، یعنی حضور کی نہ آنکھ بہکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی کور ذوق: بگڑے ہوئے ذوق والا

---

## دین و تعلیم

ا-۴= پیرانِ حرم: مراد اسلامی پیشوا، رہنما لاف وگزاف: شیخی اور ڈینگ، بیہودہ بات

اہلِ کلیسا: مراد انگریز، مسیحی، عیسائی    فطرت: قدرت    اغماض: چشم پوشی

---

## جاوید سے

۱-۱۱= غارت گر: لوٹنے والا، تباہ کرنے والا    نہاد: مراد فطرت، بنیاد    خوشتر: زیادہ اچھا    ساحری: جادوگری    مے شبانہ: رات کی شراب، مراد حقیقت کی شراب    دبستاں: درس گاہ، مکتب    تازیانہ: کوڑا، بید    فرنگیانہ: یورپی انداز کی    دہقاں: کسان    تن آساں: کاہل، آرام طلب، سست    منشیں: مت بیٹھ    وقتِ بازی: کھیل کود کا وقت    کارسازی: مراد کچھ کرکے دکھانا

(۲)

۱-۱۱= نخچیر: شکار    زیرک: دانا    کہنہ دامی: جال کا پرانا ہونا، مراد تجربہ کار جال بچھانے والوں کا جال بچھانا    تشنہ کامی: پیاس    تمام: تکمیل، درجہ کمال    تدرو: چکور    جانِ پدر: باپ کی جان، پیارا بیٹا    انوریؔ اور جامیؔ: دونوں فارسی کے مشہور شاعر تھے، مراد مشہور شعرا    بساط: حیثیت    فغانِ زیر بامی: چھت کے نیچے آہ و فغاں کرنا، آہستہ آہستہ فریاد کرنا    گرامی: عزت و قدر والا    نورِ نظر: مراد بیٹا، فرزند    نظامیؔ: فارسی کا مشہور شاعر نظامی گنجوی (ولادت ۱۱۳۶ء، وفات ۱۱۹۹ء) جس نے کئی مثنویاں لکھیں    بایدت بود: تجھے ہونا چاہیے    ندارد ت: تیرے لیے فائدہ مند نہیں ہے

(۳)

۱-۱۱= گراں: بوجھل    قمار بازی: جوا کھیلنا، جوا    ناپید: جو ظاہر نہ ہو    نفس درازی: بیکار کی طویل زندگی، نری باتیں بنانا    حجازی: یعنی جس کی تعلیم حضور اکرمؐ نے فرمائی ہے    کنجشک: چڑیا    حمام: کبوتر    بوعلی: بوعلی سینا، مشہور حکیم، طلب، ریاضی، منطق اور فلسفہ میں بے مثال تھا، ولادت ۹۸۰ء بخارا کے قریب ایک گاؤں میں ہوئی، وفات ۱۰۳۷ء    رازی: فخر الدین رازی، ولادت بمقام رَے (ایران) ۵۴۴ ہجری، وفات ۶۰۶ ہجری    محمود: مراد سلطان محمود غزنوی، غزنوی خاندان کا مشہور بادشاہ    ایازی: غلامی، ایاز، محمود

غزنوی کا غلام تھا      سرافیل: اسرافیل، وہ فرشتہ جو قیامت کے روز صور پھونک کر دنیا کو تہ و بالا کر دے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے

---

# عورت

## مردِ فرنگ

۱-۳= زن: عورت      پروین: ستاروں کا ایک جھرمٹ، مراد ستارے      زن شناس: عورت کی فطرت کا صحیح اندازہ کرنے والا

---

## ایک سوال

۱-۲= حکیم یورپ: مراد یورپ کے دانا      معاشرت: باہم زندگی بسر کرنا      تہی آغوش: خالی گود والی، جس کا کوئی بچہ نہ ہوا اور یا جو بچہ نہ جنے      حلقہ بگوش: کانوں میں حلقہ پہنے ہوئے، مراد غلام

---

## پردہ

۱-۳= سپہرِ بریں: بلند آسمان      تفاوت: فرق      زن وشو: بیوی اور شوہر/ خاوند      خلوت نشیں: تنہائی میں بیٹھنے والا، والی      آشکارا: نمایاں، ظاہر

---

## خلوت

۱-۴= جلوت: انجمن، محفل، مراد بے پردہ، نمایاں      مکدر: میلا، گدلا      پراگندہ: منتشر      نیساں: موسمِ بہار کا بادل، جس کا قطرہ سیپی کے منہ میں پڑ جائے تو وہ موتی بن جاتا ہے      خودگیر: اپنی حقیقت سے آگاہ

## عورت

۱-۳= سوزِ دروں: باطن کی گرمی، گرمیِ ہنگامہ  شرف: بزرگی و عظمت، برتری ثریا: وہ چھ ستارے جو ایک گچھے کی صورت میں زمین سے بہت بلندی پر واقع ہیں، انہیں پروین، خوشۂ پروین اور عقدِ پروین بھی کہا جاتا ہے  دُرج: ڈبیا  دُرِ مکنون: چھپا ہوا موتی  مکالمات: جمع مکالمہ، افلاطون کی ایک کتاب کا نام جسے انگریزی میں (DIALOGUES) کہتے ہیں۔

---

## آزادیِ نسواں

۱-۴= قند: شکر کا پکا کر جمایا ہوا شیرہ، مصری، میٹھا  معتوب: عتاب کیا گیا، ناراضی کا نشانہ  معذور: مجبور ہونے کے باعث قابل معافی  آرائش: سجاوٹ زمرد: سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر جو جواہرات کی اعلیٰ قسم سمجھا جاتا ہے  نسواں: جمع نساء، عورتیں

---

## عورت کی حفاظت

۱-۳= مستور: چھپی ہوئی  نسوانیتِ زن: عورت کا عورت پن، عورت کی خصوصیاتِ فطرت

---

## عورت اور تعلیم

۱-۳= مرگِ امومت: ماں ہونے کی موت  ثمر: پھل، نتیجہ  نازن: عورت نہ ہونا، عورت کا اپنے حقیقی جوہر کھو بیٹھنا  اربابِ نظر: اہل نظر، بصیرت والے لوگ، دانا لوگ

---

## عورت

۱-۴= عیاں: ظاہر، نمایاں بے منت: احسان کے بغیر نمود: نمایاں کرنا
تخلیق: مراد اولاد پیدا کرنا معرکۂ بود و نبود: ہستی اور نیستی کا میدانِ جنگ، یعنی دنیا عقدہ: گرہ، الجھاؤ کشود: کھولنا، سلجھاؤ

# ادبیات، فنونِ لطیفہ

## دین و ہنر

۱-۴= سرود: موسیقی یک دانہ: بہت قیمتی کاشانہ: محل، امیروں رئیسوں کا قصر

---

## تخلیق

(پیدا کرنے یا تصنیف و تالیف کا عمل)

۱-۵= جہانِ تازہ: نئی دنیا خشت: اینٹ عزم: ارادہ، قوی ارادہ
آبجو: ندی بحرِ بیکراں: ایسا سمندر جس کا کوئی ساحل/کنارہ نہ ہو، انتہائی وسیع سمندر رفاقت: دوستی ہم عناں: سفر کا ساتھی، ساتھی

---

## جنون

۱-۳= زجاج گر: شیشہ بنانے والا دشت و در: جنگل اور بیابان کمر: پہاڑ کے درمیان کا راستہ، وادی، پہاڑ کا دامن

---

## اپنے شعر سے

۱-۲= فاش: ظاہر، نمایاں سینۂ پُرسوز: مراد ایسا سینہ جس میں عشق کا سوز و جذبہ ہو

## پیرس کی مسجد

(فرانس کے شہر پیرس میں حکومت کی طرف سے بنائی گئی مسجد)

۱-۳ = حرمِ مغربی: یورپ (فرانس) میں بنائی گئی مسجد کرشمہ باز: مراد جادوگر یا عیار و مکار غارت گر: لوٹ مار کرنے والے

---

## ادبیات

۱-۲ = کوچہ ُ جاناں: محبوب کی گلی کہنہ پیکر: پرانا ڈھانچا، پرانا قالب / جسم تقلید: پیروی

---

## نگاہ

۱-۴ = رعنائی: حسن و جمال چشمکیں: آنکھ مچولی کھیلنا، ٹمٹمانا، جگمگانے کا عمل نیلگوں: نیلے رنگ کا پہنائی: وسعت عروسِ قمر: چاند کی دلہن، مراد چاند عماری: کجاوہ، ہاتھی کا ہودہ، محمل سپہرِ مینائی: نیلے رنگ کا آسمان بہائے نظارہ: دیکھنے کی قیمت، معاوضہ زیبائی: حسن و دلکشی

---

## مسجد قوت الاسلام

= اک بڑی مسجد جو سلطان قطب الدین ایبک نے دہلی کی فتح کے بعد وہاں بنوائی تھی، بنیاد اس نے خود رکھی تھی، بعد میں ایک مدت تک اس کی تعمیر جاری رہی، قطب مینار، جو دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے، اسی مسجد کا ایک مینار ہے۔

۱-۶ = افسردہ: ٹھٹھرا ہوا، بجھا ہوا ایازی: غلامی، ایاز کے حوالے سے جو محمود غزنوی کا غلام تھا اور اس کے حسن کی وجہ سے محمود اس سے بہت محبت کرتا تھا مقامِ محمود: محمود غزنوی کا یعنی فرماں روائی و سلطانی کا مقام و مرتبہ خجل: شرمندہ

سنگینی: مضبوطی، پائیداری شایاں: مناسب، لائق بود و نبود: ہستی و نیستی
بانگِ اذاں: اذان کی آواز سجود: سجدہ

---

## تیاتر

۱-۴= تیاتر: تھیٹر، تماشا گاہ حریم وجود: وجود کی منزل/ٹھکانا ثبات: پائیداری
معاذ اللہ: خدا کی پناہ لات و منات: کعبہ کے مشہور بتوں کے نام، مراد بت
تمثیل: اداکاری

---

## شعاعِ امید (امید کی کرن)

(۱)

۱-۴= بے مہریِ ایام: زمانے کی بے مروتی، غیر ہمدردانہ سلوک/ برتاؤ طوف: چکر لگانا، کسی چیز کے گرداگرد پھرنا تجلی کدہ: نور کا گھر در و بام: دروازہ اور چھت یعنی آبادیاں

(۲)

۱-۴= آفاق: جمع افق، مراد کائنات ہم آغوش: بغل گیر سیہ پوش: سیاہ لباس پہننے والا عالم لاہوت: وہ جہان، جہاں خدا کے سوا کوئی نہیں اور وہاں ہمیشہ خاموشی طاری رہتی ہے مہرِ جہاں تاب: دنیا کو روشن کرنے والا سورج
فراموش: بھلانا، بھلا دینا

(۳)

۱-۹= جوہرِ سیماب: پارے کا جوہر، پارے کی دھات رخصتِ تنویر: روشن کرنے کی اجازت مردانِ گراں خواب: گہری نیند سوئے ہوئے لوگ، بیداری یا بیدار جذبوں سے محروم لوگ خاور: مشرق خزف ریزہ: سنگریزہ
دُرِ ناب: خالص موتی غواصِ معانی: حقیقت کے سمندر میں غوطہ لگانے والے
بحرِ پُر آشوب: طوفانی سمندر پایاب: جس سے پاپیادہ گذرا جا سکے

محراب: محراب کے نیچے، مسجد میں، محراب مسجد میں وہ جگہ جہاں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے

---

## امید

۱-۵ = امیر جنود: فوجوں کا سردار، سپہ سالار، جنود جمع جند، فوجیں لبریز: لب ریز، بھرا ہوا، پُر کبود: نیلا

---

## نگاہِ شوق

۱-۶ = ذوقِ آشکارائی: ظاہر اور نمایاں ہونے کا شوق محکوم: حکم کی گئی یعنی غلام سزاوار: لائق، اہل کارفرمائی: حکمرانی، حکومت قاہری: جلال و دبدبہ جباری: مراد قوت و زور دشت پیمائی: بیابان ناپنا، بیابان طے کرنا، مراد جدو جہد کرنا

---

## اہلِ ہنر سے

۱-۵ = مشتری: چھٹے آسمان پر ایک ستارے کا نام، مراد ستارے فروغ: روشنی، چمک اسود و احمر: سیاہ اور سرخ، مراد کالا گورا، یعنی رنگ و نسل کا امتیاز ننگ: شرم کبود: نیلا رنگ غیاب: خلوت، تنہائی حضور: مراد جلوت، عام منظر پر آنے کا عمل سرود: موسیقی، نغمہ زار: کمزور اِنس و جن: انسان اور جن

---

## غزل

۱-۷ = نیستاں: سرکنڈا، جو ذرا سی آگ سے پورا جل جاتا ہے نمناک: گیلا

رندی: شراب پینا بے منت: احسان کے بغیر تاک: انگور کی بیل
ادراک: عقل وشعور

---

## وجود

۱-۳= وائے: افسوس ہے صورت گری: مصوری، تصویر بنانے کا فن نائے و سرود: موسیقی نبودن: نہ ہونا، فنا ندہند: نہیں دیتے بودن: ہونا، بقا آموز: سیکھ، علم حاصل کر ہم باشی: تو رہے بھی ہم خواہی بود: تو رہے گا بھی یعنی زندگی میں بلند مقام حاصل کر کے صاحب بقا ہو جائے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا

---

## سرود

۱-۵= سرور: نشہ نے نواز: بانسری بجانے والا چوبِ نے: بانسری کی لکڑی تختِ کے: کَے ایران کے قبل از اسلام کے ایک شاہی خاندان کا لقب، کیقباد، کیکاؤس اور کیخسرو، اسی خاندان کے مشہور بادشاہ تھے، مراد بڑے بڑے تخت پے بہ پے: لگاتار، مسلسل رے: ایران کا ایک شہر، مراد ایران مغنی: نغمہ الاپنے والا، گیت گانے والا، موسیقار

---

## نسیم و شبنم

### نسیم (صبح کے وقت چلنے والی ٹھنڈی خوشگوار ہوا)

۱-۳= انجم: جمع نجم، ستارے پیرہن: لباس نواہائے طربناک: خوشیوں سے بھرے ہوئے نغمے، چہچہے محرم: واقف سراپردہ افلاک: آسمانوں کی قناتیں، مراد آسمانوں پر، سراپردہ وہ قناتیں جو گھر کے چاروں طرف لگا دی جائیں

## شبنم

= شب (رات) + نم (تری) یعنی نم شب، رات کی تری، اوس

ا= خس وخاشاک: کوڑا کرکٹ، گھاس پھونس

---

## اہرامِ مصر

= اہرام: جمع ہرم، مثلث نما چوپہلی مینار اہرام مصر: مصر کے وہ عظیم الشان شاہی مقبرے جو قاہرہ سے باہر ۵ میل کے فاصلے پر، دریائے نیل کے کنارے واقع ہیں۔ ہزاروں برس پہلے فرعونوں کے دور میں تعمیر ہوئے اور آج بھی اسی طرح برقرار اور عظمت وہیبت کے حامل ہیں اس کے گرد دور دور تک ریت کے ٹیلے ہیں

ا۔۳= دشتِ جگر تاب: جگر کو یا دل کو تڑپانے والا بیابان نگوں سار: سر جھکائے ہوئے ابدیت: ہمیشگی، ہمیشہ قائم و برقرار رہنا صیاد: شکاری نخچیر: شکار

---

## مخلوقات ہنر

ا۔۴= فردوس نظر: آنکھوں کو جنت کا سا منظر دکھانے والی، بہت دلکش و خوبصورت فاش: ظاہر نہاں خانۂ ذات: ذاتی کمال کا راز میت: لاش، جنازہ مرقد: قبر شبستاں: خواب گاہ، آرام گاہ

---

## اقبال

ا۔۲= رومی: یعنی مولانا جلال الدین رومیؒ سنائی: فارسی کے مشہور شاعر حکیم ابوالمجد سنائی غزنوی، ان کی مثنوی "حدیقۃ الحقیقہ" تصوف کی مشہور مثنوی ہے، پانچویں صدی ہجری میں تھے، علامہ ان کے کلام سے بے حد متاثر ہیں، سنائی پہلے سلطان بہرام شاہ غزنوی کے درباری شاعر تھے، پھر ان میں انقلاب پیدا ہوا اور وہ

درباری زندگی ترک کر کے تصوف کی طرف آ گئے   کاسہ: پیالہ   آش: شوربا، سالن   حلاج: منصور حلاج جس نے ''انا الحق'' کا نعرہ لگایا اور علمائے عصر کے فتوے پر اسے سولی پر لٹکا دیا گیا   مردِ قلندر: مراد اقبال

---

## فنونِ لطیفہ

### (فائن آرٹس FINE ARTS)

۱-۵= حیاتِ ابدی: حیاتِ جاوید، ہمیشہ کی زندگی   نفس: پل، لمحہ   متلاطم: طوفانی، موجیں مارنے والا، مراد جوش و جذبہ   نیساں: موسمِ بہار کی بارش، جس کے قطرے سیپی کے منہ میں پڑنے سے موتی بن جاتے ہیں   صدف: سیپی   افسردہ: بجھا ہوا، یعنی جس میں تازگی اور شگفتگی نہ ہو   ضربِ کلیمی: حضرت موسیٰ کے عصا کی چوٹ

---

## صبحِ چمن

### پھول

۱= قاصدِ افلاک: آسمانوں کا پیغام لانے لے جانے والی

### شبنم

۱= محنتِ پرواز: اڑنے کی مشقت و تکلیف   روشن: واضح

### صبح

۱-۲= تہِ پا: پاؤں کے نیچے   ہم آغوش: بغلگیر

---

## خاقانی

= خاقانی: فارسی کا مشہور شاعر افضل الدین خاقانی جسے ''سلطان الشعرا'' کا خطاب ملا تھا، شروان سے تعلق تھا، ۱۱۸۶ء میں بمقام تبریز فوت ہوا۔ مثنوی ''تحفۃ العراقین'' کے علاوہ جس میں اپنے سفرِ حج کے دوران عراقِ عجم اور عراقِ عرب کا حال نظم کیا گیا ہے، مجموعہ قصائد اور ایک دیوان غزلیات اس سے یادگار ہیں۔ اس کے قصائد بلند خیالی اور مشکل پسندی کے لحاظ سے خاصی شہرت رکھتے ہیں، حضور اکرمؐ کی نعت سے اسے خاص شغف تھا جس کی وجہ سے اسے ''حسان العجمؒ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱-۶= قرۃ العین: آنکھوں کی ٹھنڈک، ہر دل عزیز، مقبول پردہ شگاف: پردہ چاک کرنے والا چاک در چاک: تار تار، پوری طرح پھٹے ہوئے حرف ''لن ترانی'': تو مجھے نہیں دیکھ سکتا کی بات، مراد ڈینگ نہیں مارتا، شیخی نہیں بگھارتا خاکداں: مٹی کا گھر، یہ دنیا ہنگامہ این و آں: اس کا اور اس کا ہنگامہ، مراد ہر لحظہ ہونے والے قسم قسم کے ہنگامے عالمِ مکافات: بدلے کی دنیا، وہ جہان جس میں اچھے یا برے عمل کا اچھا یا برا بدلہ مل جاتا ہے بوالبشر: انسان کا باپ یعنی حضرت آدمؑ چنیں جہاں: ایسا جہان تواں برد: لی جا سکتی ہے، یعنی اندازہ ہو سکتا ہے کابلیس: کہ ابلیس بماند: رہ گیا، موجود ہے مُرد: مر گیا

---

## رومیؔ

۱-۳= غلط نگر: غلط دیکھنے والی چشمِ نیم باز: ادھ کھلی آنکھ نیاز: عاجزی، انکسار ناز: مراد بے پروائی، حکومتی شان قیام: نماز کے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہونا گسستہ تار: جس کے تار ٹوٹے ہوئے ہوں نغمۂ رومیؔ: رومی کی شاعری

---

## جدت (نیاپن)

۱-۴= کسب ضیا: روشنی حاصل کرنا سیمائے قمر: چاند کی پیشانی اعجاز ہنر: ہنر مندی میں معجزے کی سی شان اغیار: جمع غیر، مراد دوسری قومیں گدائی: بھیک رسائی: پہنچ

---

## مرزا بیدل

= بیدل: میرزا عبدالقادر بیدلؔ عظیم آبادی، مغلیہ بادشاہوں کے آخری دور کا مشہور فارسی گوشاعر

۱-۴= غلط بیں: غلط دیکھنے والی کہسار: کوہسار، کوہ سار، پہاڑی سلسلہ، پہاڑ چرخِ کبود: نیلا آسمان گرہ: گتھی، مسئلہ، مشکل کشود: حل، کھولنا

---

## جلال و جمال

۱-۴= زورِ حیدری: حضرت علیؓ مرتضیٰ جیسا زور، قوت و طاقت تیزیِ ادراک: عقل و شعور کی تیزی زیبائی: حسن و دل کشی، خوبصورتی زرا: محض، صرف آتشناک: آگ کی حرارت، ایسا سوز جس سے سننے والوں کے دل گرما جائیں سرکش: لپکنے والا بیباک: زبردست

---

### مصور

۱-۴= مقلد: پیروی کرنے والا بہزاد: ایران کے بادشاہ اسمٰعیل صفوی کے دور کا ایک مشہور نقاش، ہاتھ سے تصویریں بنانے والا، یہاں مراد عام مصور سرورِ ازلی: ایسی لذت یا ایسا لطف جو ابتدا سے ہو

---

# سرودِ حلال

(جائز گانا، نغمہ)

۱-۵= مغنی: گانا گانے والا، موسیقار بم وزیر: اونچے اور نچلے سر پائندہ: مضبوط، پائیدار ایازی: غلامی، سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے حوالے سے کہا ہے مقامِ محمود: محمود غزنوی کا سا سلطانی وحکمرانی کا مقام ومرتبہ حیرت کدہ: تعجب میں ڈالنے والا گھر، بھول بھلیاں زمزمہ لاموجود: یعنی لا الٰہ الا اللہ کا نغمہ، نعرۂ توحید مشروع: شریعت کی رو سے جائز مطرب: گانے والا، باکمال گانے والا

---

# سرودِ حرام

۱-۳= پیمانہ: ناپنے کا آلہ، مراد ترازو کتاب: مراد قرآن کریم نائے: بانسری چنگ: ستار کی قسم کا ایک باجا رباب: ایک قسم کی سارنگی

---

# فوّارہ

۱-۲= آبجو: ندی ہم کناری: بغل گیری ناخوب: برا، جو اچھا نہ ہو زورِ دروں: اندرونی زور

---

# شاعر

۱-۵= نیستاں: سرکنڈا عجمی لَے: ایرانی لے، مراد گل وبلبل اور زلف ورخسار کے مضامین والی ایرانی شاعری سبو: مٹکا تختِ جم وکے: ایران کے قدیم اور مشہور بادشاہ جمشید اور کیخسرو وغیرہ کا تخت، مراد بہت بڑی عظمت وسربلندی طور: کوہِ طور جہاں حضرت موسیٰؑ نے خدا کا جلوہ دیکھا تھا

---

## شعرِ عجم

(ایرانی شاعری)

۱-۴= طربناک: دل آویز، پر لطف مرغِ سحر خیز: صبح سویرے اٹھنے اور چہچہانے والا پرندہ کوہ شکن: پہاڑ کو توڑنے والی، فرہاد نے خسرو پرویز کے کہنے پر کوہِ بیستوں سے اپنی کلہاڑی سے نہر جاری کی تھی متزلزل: ڈگمگانے والی دولتِ پرویز: خسرو پرویز کی سلطنت خارہ تراشی: پتھر توڑنا نمایند: دکھاتے ہیں بہ پرہیز: بچ، دور رہ

## ہنروران ہند

۱-۴= اندیشۂ تاریک: اندھیری فکر، زندگی برباد کرنے والی تخلیق خوابیدہ: سوئی ہوئی صورت گر: مصور اعصاب: جمع عصب، رگ پٹھے

## مردِ بزرگ

(عظیم شخصیت)

۱-۵= عمیق: گہری شفیق: شفقت کرنے والا تقلید: پیروی تخلیق: پیدا کرنا رفیق: ساتھی تابانی: چمک دقیق: باریک، نازک پیرانِ طریق: طریقت کے پیرو مرشد، صوفیا

## عالمِ نو

۱-۳= عالمِ نو: نئی دنیا، نیا جہان بانگ: آواز کفِ خاک: مٹی کی مٹھی، جسم تکبیر: نعرۂ تکبیر، اللہ کی عظمت کا نعرہ، اللہ اکبر کا نعرہ

## ایجادِ معانی

=۳-۱ ہرچند: اگرچہ ایجادِ معانی: نئے نئے معنی پیدا کرنا، تخلیق کرنا خداداد: خدا کی طرف سے عطا کیا ہوا، کی ہوئی معمار: عمارت بنانے والا حافظؔ: فارسی کے مشہور شاعر خواجہ محمد، لقب شمس الدین اور حافظ تخلص، مقامِ ولادت و وفات شیراز (ایران) سال ولادت ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء وفات ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۸ء، صوفی منش شاعر تھے

---

## موسیقی

=۳-۱ غزل سرا: غزل گانے والا تابناک: روشن زہر آلود: زہر بھرا نے نواز: بانسری بجانے والا

---

## ذوقِ نظر

=۲-۱ خون گرفتہ: قتل کے لائق جلاد: عدالت کے فیصلہ پر ملزم کو قتل کرنے یا پھانسی پر لٹکانے والا چینی: ملکِ چین کا باشندہ دمِ تعزیر: سزا دینے کے وقت

## شعر

=۲-۱ تاریخِ امم: امتوں/ قوموں کی تاریخ (امم جمع امت، قومیں) بانگِ سرافیل: حضرت اسرافیل کی آواز جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے

---

## رقص وموسیقی

=۲-۱ اہرمن: شیطان فاش: کھولنا، ظاہر کرنا اَسرار: جمع سِر، بھید، راز

---

## ضبط

ا-۲ = ضبطِ فغاں: آہ و فغاں کو دبائے رکھنا، ظاہر نہ ہونے دینا شیری: شیر ہونا، دلیری روباہی: لومڑی پن، لومڑی کی سی خصلت، مکاری میشی: بھیڑ پن، بزدلی

## رقص

ا-۲ = ضربِ کلیم اللّٰہی: حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی سی ضرب تشنگیِ کام و دہن: حلق اور منہ کی پیاس

# سیاسیاتِ مشرق و مغرب

## اشتراکیت

ا-۵ = بے سود: بے فائدہ اندیشہ: سوچ، مراد دماغ گرمیِ رفتار: تیز رفتاری، مراد سرمایہ داری کے خلاف تیزی سے کام لینا فرسودہ: گھسے پٹے بتدریج: درجہ بدرجہ، آہستہ آہستہ جدتِ کردار: سیرت و کردار کا نیا پن قل العفو: قرآنی تلمیح، تجھ (حضور اکرمؐ) سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، تو کہہ دے جو اپنے خرچ سے بچے (سورۂ البقر، آیت ۲۱۹ کا حصہ)

## کارل مارکس کی آواز

= کارل مارکس: جرمنی کا یہودی جس کی کتاب ''سرمایہ'' بہت مشہور اور جو کمیونسٹوں میں بہت مقبول ہے۔ پہلے وہ جرمنی کے مشہور فلسفی ہیگل کا پیرو تھا، پھر اس کے خیالات بدلے، اسے وطن سے نکلنا پڑا۔ زندگی کے آخری دن انگلستان میں بسر

کر کے ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا، وہ اشتراکیت (کمیونزم) کا بانی ہے۔

۱-۳= مہرہ بازی: مہروں سے کھیلنا، مراد عیاری و مکاری حکیم معاش: مراد ایسے عالمانِ معاشیات جو سرمایہ داری کے حامی ہیں خطوطِ خمدار: پیچ وخم والے یا سیدھے ٹیڑھے خطوط مریز و کج دار: نہ گرا اور ٹیڑھا رکھ، مراد ایسے احکام جن کا بجالانا ممکن نہ ہو

---

# انقلاب

۱-۲= جہانِ پیر: بوڑھی دنیا، یعنی قدیم دنیا

---

# خوشامد

۱-۳= اربابِ نظر: نظر والے، صاحبان بصیرت، اہل نظر خوشامد: چاپلوسی

---

# مناصب

(جمع منصب، عہدے)

۱-۴= فسونِ افرنگ: جس پر انگریزوں کا جادو چل گیا ہے نمناک: گیلی، آنسوؤں والی طبیعتِ چالاک: مراد ہوش مند طبیعت، دانشمند آدمی جوہرِ ادراک: عقل وفہم کا جوہر/کی خوبی

---

## یورپ اور یہود

۱-۳= عیش فراواں: بہت زیادہ عیش وعشرت وادیِ ایمن: وہ وادی جہاں حضرت موسیٰ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا، یہاں مراد یورپ نزع: جان کنی کی حالت جواں مرگ: جوانی میں مرنے کی حالت، جلد مرنا متولی: انتظام کرنے والا، نگران

# نفسیاتِ غلامی

ا-۴= یگانہ: منفرد، بے مثل رمِ آہو: ہرن کی دوڑ، ہرن کے دوڑنے کا انداز
شیری: مراد دلیری، بے خوفی تاویل مسائل: عملی اور دینی مسئلوں کی تشریح و تفسیر

---

# بلشویک روس

ا-۳= کسرِ چلیپا: صلیب توڑنا، سولی توڑنا مامور: حکم کیا گیا، مراد مصروف ہیں
دہریت: لامذہبی، خدا کے وجود سے انکار لات ومنات: مراد بت

---

# آج اور کل

ا-۲= خود افروز: خود کو، اپنے آپ کو روشن کرنے والا جگر سوز: جگر جلانے والا،
مراد محنت و مشقت اور جہد و عمل کرنے والا فردا: آنے والا کل، مستقبل
امروز: آج کا دن

---

# مشرق

ا-۳= نوا: نغمہ، شاعری چاک ہوا: پھٹ گیا مصطفیٰ: یعنی ترکی کا مصطفیٰ کمال
پاشا یا کمال اتاترک جو جدید ترکی کا شہرۂ آفاق سپہ سالار تھا، اسی کی جدوجہد سے
ترکی کو دوسری قوموں کی غلامی کے خطرے سے نجات ملی، وہی ترکی جمہوریت کا
پہلا صدر تھا، وفات ۱۹۳۸ء رضا شاہ: رضا شاہ پہلوی، ایران کا بادشاہ، جو
معمولی حیثیت سے ترقی کر کے بادشاہت کے مرتبے پر پہنچا، ایران میں پہلوی
خاندان کی حکومت کا بانی تھا، اس حکومت کا دور برصغیر پاک و ہند کے مغلوں کے
عہدِ حکومت کے متوازی تھا دار و رسن: سولی اور رسا، یعنی موت کا سامان

## سیاستِ افرنگ

۱-۲= حریف: مقابلے کی دعوے دار ابلیس: شیطان

---

## خواجگی

(آقا یا مخدوم ہونے کی صورتِ حال، آقائی)

۱-۳= اہل سجادہ: پیری کی گدیوں کے مالک میری: سرداری، مراد حکومت
خوگر: عادی خوئے غلامی: غلامی کی عادت

---

## غلاموں کے لیے

۱-۳= اکسیر: مراد بے حد مفید عقاید: جمع عقیدہ، عقیدے بنا: بنیاد زارو
زبوں: مراد بے روح اور بے جان تہی: خالی

---

## اہلِ مصر سے

۱-۳= ابوالہول: اہرامِ مصر کے قریب ایک بہت بڑا بت جو چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے، اس کا
دھڑ شیر کا اور چہرہ انسان کا ہے دفعتہً: اچانک عقلِ حکیم: دانا و دانشمند کی عقل
دگرگوں: تلپٹ، الٹ پلٹ، مختلف شکلیں چوبِ کلیمؑ: حضرت موسیٰؑ کا عصا

---

## ابی سینیا

۱-۳= کرگسوں: کرگس کی جمع، گدھ مردۂ دیرینہ: پرانا مردہ قاش قاش: ٹکڑے
ٹکڑے گرگ: بھیڑیا برہ معصوم: بھیڑ کا بے گناہ بچہ پاش
پاش: ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے پیرِ کلیسیا: عیسائی مذہب کا پیشوا دل
خراش: دل کو زخمی کر دینے والی

## ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

۱-۲= زناریوں: زناری کی جمع، اپنا مقدس دھاگا پہننے والے، ہندو دیرِ کہن: پرانا مندر، مراد ہندو مذہب فاقہ کش: مراد دنیاوی مال و اسباب سے بے بہرہ، مسلمان دمن: وادی مرغزار: چراگاہ، جہاں جانور گھاس وغیرہ چرتے ہیں ختن: وسطِ ایشیا کا ایک علاقہ جہاں کے مشک والے ہرن مشہور ہیں

---

## جمعیتِ اقوامِ مشرق

۱-۳= مسخر: تسخیر کیا گیا، ایسی چیز جس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیا جا سکتا ہے ملوکیت افرنگ: انگریزوں کی بادشاہت، سامراج، امپیریلزم طہران: (ایرانی ت سے لکھتے ہیں، تہران) ایران کا دارالخلافہ کرۂ ارض: مراد دنیا کا حلقہ

---

## سلطانیِ جاوید

(ہمیشہ کی بادشاہت)

۱-۳= غوّاص: غوطے لگانے والا، غور و خوض کرنے والا اعماق: جمع عمق، گہرائیاں شعبدہ بازی: مراد عیاری و مکاری خاراشکنی: پتھر تراشنا/توڑنا پرویز: خسرو پرویز، ایران کا مشہور بادشاہ جس کے کہنے پر فرہاد نے کوہ بیستوں کھودا تھا

---

## جمہوریت

۱-۲= تولا نہیں کرتے: یعنی ان کی اصل قدر و اہمیت اور سیرت و کردار کا اندازہ نہیں کرتے

---

## یورپ اور سوریا

= سوریا: ملک شام

۱-۲= نبی عفت و غم خواری: پاکیزگی و پاک دامنی اور دوسروں کے غم میں شریک یا غم کھانے والا نبی مراد حضرت عیسیٰؑ کم آزاری: کسی کو تکلیف نہ دینا
قمار: جوا ہجوم: کثرت

---

## مسولینی

= مسولینی: اٹلی (اطالیہ) کا ایک آمرِ مطلق، وہ ۱۹۳۹ء میں جرمنی کے لیڈر ہٹلر سے مل گیا اور ۱۹۴۰ء میں انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۱۹۴۳ء میں قوم نے بغاوت کر کے اسے جیل میں ڈال دیا، بعد میں اٹلی کے قوم پرستوں نے اسے اور اس کی محبوبہ کو قتل کر کے دونوں کی لاشیں شارع عام پر لٹکا دیں

۱-۷= بے محل: بے موقع، خواہ مخواہ سودائے ملوکیت: حکمرانی کا جنون زجاج: شیشہ
راجدھانی: دارالسلطنت، دارالخلافہ آلِ سیزر: مراد اٹلی کے لوگ، جولیس سیزر اٹلی کا شہرہ آفاق جرنیل تھا جسے قوم نے بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا لیکن وہ تاج پوشی سے پہلے ہی مارا گیا خیام: جمع خیمہ کشتِ دہقاں: کسان کی کھیتی
آدم کشی: آدمیوں کو قتل کرنا

---

## گِلہ

۱-۴= تابندہ: چمکتا ہوا اگلا ہوا: باہر نکلا ہوا، منہ سے باہر پھینکا ہوا دہقان: کسان
بوسیدہ: پھٹا پرانا، گلا سڑا۔ گروِ غیر: دوسرے یا دوسروں کے پاس رہن رکھی ہوئی مکیں: رہنے والا گِلہ: شکایت، شکوہ

---

## انتداب

= انتداب: قائم مقامی، حکم داری، ایک حکومت کا کسی ملک کا انتظام اس مقصد کے لیے سنبھال لینا کہ اس کی انتظامی حالت درست کرے اور وہاں کے لوگوں کو

مہذب بنائے، اور جب دیکھے کہ لوگ انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل ہوگئے ہیں، تو انتظام ان کے حوالے کردے۔ دوسرے ملکوں پر قبضہ کرنے کا یہ طریقہ پہلی جنگ یورپ کے بعد اختیار کیا گیا، جیسے عراق و فلسطین کی قائم مقامی برطانیہ نے اور شام کی فرانس نے سنبھال لی۔

۱-۴= قمار: جوا، جوئے بازی   تنگ لباس: کم لباس والی، نیم عریاں   ناشکیب: بے صبر، بے قرار   عمیق: گہری، جس کی تہ معلوم نہ ہو سکے   اب وجد: باپ دادا، پرانے بزرگ   جسور: بہادر، دلیر   زیرک: دانا، ہوشیار   پُردم: توانا، قوی   بچہ بُدوی: عرب کے بدوؤں کا بچہ، (بدو: جنگل یا صحرا کا رہنے والا، صحرا نشین)   نظروران: جمع نظرور، اہل نظر، دانشمند   مدنیت: تمدن و تہذیب   عاری: خالی

---

## لادین سیاست

۱-۴= خبیر: خبر رکھنے والا، باخبر   بصیر: دیکھنے والا، صاحبِ بصیرت   لادین: جس کا کوئی دین نہ ہو   کنیزِ اہرمن: شیطان کی لونڈی   دوں نہاد: گھٹیا یا پست فطرت/ اصل   دیو بے زنجیر: ایسا سرکش اور موٹا جن جو زنجیروں میں نہ جکڑا ہوا ہو   ہراولِ لشکر: فوج کا سب سے اگلا دستہ

---

## دامِ تہذیب

۱-۴= عقدۂ دشوار: ایسی گرہ جسے کھولنے میں مشکل پیش آئے، مراد ناقابلِ حل مسئلہ   جفا پیشہ: ظالم، سختیاں کرنے والے، اہل یورپ ترکوں کو جفا پیشہ کہتے تھے

---

## نصیحت

۱-۵= لُردِ فرنگی: انگریز لارڈ (Lord)   پسر: بیٹا   برے: برہ، بھیڑ کا بچہ

قاعدۂ شیر: شیر کے طور طریقے　　راز ملوکانہ: حکمرانی کا بھید　　تیزاب: تیز+ آب، یعنی آب تیز، تیز پانی، ایک قسم کا کیمیائی مرکب عرق جو چیزوں کو جلا دیتا ہے اور دھاتیں اس میں پڑ کر نرم ہو جاتی ہیں　　ہمالہ: ہمالیہ پہاڑ، کوہ ہمالیہ، مراد کوئی بھی پہاڑ

---

# ایک بحری قزاق اور سکندر

## سکندر

= بحری قزاق: وہ لٹیرا یا ڈاکو جو سمندر میں جہازوں کشتیوں میں لوٹ مار کرتا ہے

= سکندر: مشہور یونانی بادشاہ سکندر اعظم

ا= رہزنی: راہ ماری، راستے میں لوٹنا　　پہنائی: وسعت

## قزاق

ا-۲= حیف: افسوس　　ہم چشموں: ہم چشم کی جمع، ہم پیشہ، ایک ہی پیشہ رکھنے والے　　رسوائی: ذِلت، بدنامی　　سفاکی: ظلم وستم ڈھانا، خون ریزی، لوٹ مار

---

# جمعیت اقوام (League of United Nations)

(اس پر پہلے نوٹ آچکا ہے)

ا-۳= مبرم: اٹل، جو ہو کے رہے　　داشتہ: وہ عورت جو بغیر نکاح کے گھر میں ڈال لی جائے　　پیرکِ افرنگ: بوڑھا فرنگی

---

# شام و فلسطین

ا-۳= گل رنگ: سرخ رنگ کی　　حلب: شام کا ایک مشہور شہر جو کبھی شیشے بنانے کے

لیے مشہور تھا اور وہیں اعلیٰ درجے کے آئینے بنائے جاتے تھے     نارنج: نارنگی، سنگترہ، مالٹا     رطب: چھوارا، کھجور

---

## سیاسی پیشوا

١=     خاکباز: مٹی سے کھیلنے والے     پیوند: تعلق     مور: چیونٹی     مگس: مکھی     عنکبوت: مکڑی     کمند: مراد جالا (مکڑی کا جالا)

---

## نفسیاتِ غلامی

١-٣=     امم: جمع اُمت، قومیں     شیوخ: جمع شیخ، سردار     فلسفۂ رُوباہی: لومڑی کا سا فلسفہ، عیاری و مکاری     کلیم اللّٰہی: کلیم اللہ ہونا، اللہ سے باتیں کرنے کا عمل، حضرت موسیٰ کا لقب     اسباب: جمع سبب، باعث، وجہیں     درپردہ مرید: خفیہ طور پر ساز باز کرنے والا

---

## غلاموں کی نماز

=     ہلال احمر: (سرخ چاند) ریڈ کراس کے انداز کی ایک مسلم انجمن جو حادثات میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور حوادث کی دیکھ بھال کرنے والی ہے۔

١-٦=     طویل سجدہ: سجدے میں دیر تک پڑے رہنے کا عمل، لمبے سجدے     مردانِ حُر: آزاد لوگ، آزاد مرد     مرور: گردش، گذرنا     ورائے سجدہ: سجدے کے سوا

---

## فلسطینی عرب سے

١-٣=     جنیوا: ١٩١٤ء کی پہلی جنگِ عظیم کے بعد جہاں جمعیت اقوام تشکیل دی گئی تھی     لذتِ نمود: ظاہر ہونے کی لذت، مراد عمل میں لانا

---

## مشرق ومغرب

ا-۲= تقلید: پیروی بری: محفوظ رنجوری: بیماری

---

## نفسیاتِ حاکمی

ا-۲= مہر: محبت بے مہری: مراد بے دردی تازہ صفیری: نئے نغمے گانے کی حالت اسیری: قید اسیر: قیدی

---

## محراب گل افغان کے افکار

= محراب گل افغان: ایک فرضی نام ہے، دراصل سارے افکار خود علامہ کے اپنے ہیں

### (۱)

ا-۵= چرغ: باز اور شکرے کی قسم کا ایک شکاری پرندہ تہی: خالی عنبریں: خوشبودار، مشک والی تاب ناک: چمکیلا کبک: چکور حمام: کبوتر بندہ: غلام خلعت: مراد وہ انعامات اور جاگیریں جو عیار و مکار اور خبیث انگریز حکمران اپنے مقاصد کی خاطر سرحدی سرداروں کو دیتے رہتے تھے پیرہنِ چاک چاک: پھٹے پرانے کپڑے

### (۲)

ا-۳= رقابتِ اقوام: قوموں کا باہمی رقیب ہونا، قوموں کا باہمی لڑائی جھگڑا اہتمامِ رفو: ٹانکے لگا کر سینے کا انتظام یگانہ: منفرد، مراد جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے لاشریک لہ: خدا کا کوئی شریک نہیں ہے

### (۳)

ا-۴= قضا: تقدیر چارسو: چار طرفیں، مراد پورا ماحول رسم کدو: شراب پینے کا

طریقہ ( کدو وہ بڑا پیالہ جو گول کدو کے سکھائے ہوئے چھلکے سے بنایا جاتا ہے اور فقرا اسے پیالے کی جگہ استعمال کرتے ہیں، کوزۂ شراب )

## (۴)

۱-۷= چرخِ کج رَو: ٹیڑھا چلنے والا آسمان واماندۂ راہ: راستے میں پیچھے رہ جانے والا، مراد راستے کی تکان کے باوجود سکندر: یونانی بادشاہ سکندر اعظم مرگِ ناگاہ: اچانک کی موت نادر: نادر شاہ جو تہران سے تھا اور جس نے عراق اور برصغیر میں ایک قیامت برپا کر دی تھی، دہلی میں کئی روز اس نے انسانوں کا قتل عام کیا، بعد میں وہ ایک معمولی سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا الحکم للہ الملک للہ: حکومت بھی اللہ کی ہے اور ملک بھی اللہ ہی کا ہے حاجت: ضرورت روباہ: لومڑی، مراد کمزور اور دوسروں کا اطاعت گزار

## (۵)

۱-۵= غوغائے روا رَو: چل چلاؤ کا شور، دوڑ دھوپ کا شور وغل جو مدرسوں/ سکولوں وغیرہ کے کھیلوں میں ہوتی ہے احرار: جمع حُر، آزاد آدمی دو کفِ جَو: جو کی دو مٹھیاں، معمولی رزق/ خوراک، پیٹ بھرنے کا سامان تگ ودَو: بھاگ دوڑ، جہد وعمل نوامیس: جمع ناموس، قانون قاعدے، پوشیدہ راز صاحبِ پرتو: روشنی والی، روشن ضو: روشنی

## (۶)

۱-۴= عالمِ ایجاد: مراد یہ دنیا طواف: کسی چیز کے گرد چکر لگانا تقلید: پیروی، مراد کسی شرعی یا عقلی دلیل کے بغیر، کسی فرد یا جماعت کی پیروی کی جائے یگانہ: بے مثل، مراد بڑا قیمتی تجدید: نیا اور تازہ کرنا، مراد کسی قوم یا جماعت میں زندگی کی نئی روح پھونکنا، نیز نئے طور طریقے رائج کرنا، متعلقہ شعر میں یہی معنی مراد ہیں

## (۷)

۱-۵= رومی: اہلِ روم، اٹلی والے شامی: اہلِ شام وافر: بہت، زیادہ نہ سینچا: بیج نہ بویا دہقانی: کسانی، کسان کا عمل لاج: آبرو

## (۸)

۱-۳= زاغ: کوا شپرک: چمگادڑ کور چشم: اندھا، نابینا اچھوت: جسے چھونا کوئی گوارا نہ کرے (ہندوؤں کی ایک ذات جسے اونچی ذاتوں والے ہندو ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرتے)

## (۹)

۱-۵= طینت: فطرت، خصلت فرومایہ: گھٹیا، پست مگس: مکھی عنادل: جمع عندلیب، بلبلیں گراں: بھاری، بوجھل، ناقابل برداشت نشیمن: گھونسلا رحیل: کوچ سفر آمادہ: جو سفر کے لیئے تیار ہو، جو سفر کا جذبہ رکھتا ہو جرس: گھنٹی، کوچ کی گھنٹی غلط انداز: جانے بوجھے بغیر کہیں پر پڑنے والی نظر

## (۱۰)

۱-۵= شیرانِ غاب: جنگل/صحرا کے شیر (غاب وہ خاص جنگل جس میں شیر ہی رہتے ہیں) رعنا: خوبصورت غزالِ تاتاری: تاتار کا ہرن ہمہ سوز: سب کو آگ لگانے والا کراری: کرار کی صفت، کرار بار بار حملہ کرنے والا، حضرت علیؓ کا ایک لقب نگاہِ کم: حقارت کلہ واری: مراد تاجداری

## (۱۱)

۱-۴= پرتو: روشنی، عکس نوش: شہد پیکار: لڑائی، جنگ طفلانہ: بچوں کی سی عیار: مکار، مکروفریب کرنے والے شکر پارہ فروش: مٹھائی بیچنے والے

## (۱۲)

۱-۵= لاطینی: اٹلی کی پرانی زبان دارو: دوا لا غالب اِلّا ھو: اللہ کے سوا کوئی غالب نہیں صیادِ معانی: حقیقتوں کا شکاری بے نافہ: ایسا ہرن جس کی ناف میں مشک نہیں ہوتی تقویم: قیام، مضبوط و مستحکم کرنا، مضبوطی لالۂ پیکانی: وہ لالہ جس کی نوک تیر کی طرح ہو، جو کھلا ہوا نہ ہو، لالہ کا غنچہ نخچیر: شکار دیرِ کہن: پرانا مندر، دنیا ترش ابرو: ناراض، خفا اشکِ

سحر گاہی: ایسے آنسو جو انسان صبح کے وقت ذکر الٰہی میں بہاتا ہے

## (۱۳)

۱-۴= دگرگوں: تہ و بالا، بدلتی ہوئی زیر و زبر: نیچے اور اوپر، مراد بدل گئے تلافی: کمی کو پورا کرنے والی مناجات: دعا نم خوردہ: نمی کے اثر والا

## (۱۴)

۱-۴= روباہی: لومڑی کی طرح مکر وفریب پر گذارہ کرنا یداللّٰہی: یعنی اللہ کا ہاتھ عشق یداللّٰہی: عشق حق تن آسانی: آرام طلبی مردکِ میدانی: میدان میں رہنے والا آدمی عقبیٰ: آخرت، حساب کتاب جنت اور حور وقصور کا خیال روایاتی: روایات کی پابند درباز: چھوڑ دے، علیحدگی اختیار کر

## (۱۵)

۱-۴= شاہد: گواہ سالکِ رہ: راستہ چلنے والا حریری: حریر یعنی ریشم ہونا، نرم ہونا تمہیدِ امیری: حکمرانی و سرداری کی پہلی منزل بے خبرت کرد: تجھے بے خبر کر دیا تو بشیری: تو خوشخبری سنانے والا ہے تو نذیری: تو برے انجام سے ڈرانے والا ہے

## (۱۶)

۱-۵= تلخیٔ دوراں: زمانے کی تلخی، زمانے کی مصیبتیں گلہ مند: شکوہ شکایت کرنے والا گدائی: بھیک مانگنا پربت: پہاڑ رائی: سرسوں کی ایک قسم جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے (رائی زور خودی سے ب ج ۵۳.) بے حقیقت بنانا نتواں یافت: حاصل نہیں کیا جا سکتا تو کجائی: تو کہاں ہے؟ ملبوسِ حنائی: مہندی کے رنگ والا یعنی سرخ لباس

## (۱۷)

۱-۵= برنا و پیر: جوان اور بوڑھا خزف: ٹھیکری سرنوشت: تقدیر، قسمت

خامۂ حق: خدا کا قلم　　پر کشا: پر تولنے والی، اڑنے والی

## (۱۸)

ا-۴= شیر شاہ سوری: اصلی نام فرید خاں (ولادت ۱۴۷۱ء، وفات ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء) معمولی حیثیت کا مالک تھا، ترقی کرتے ہوئے ایک امیر سے وابستہ ہوگیا، اس نے اسے شیر مارنے پر شیر خاں کا خطاب دے دیا۔ اس نے بہار میں ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی، آہستہ آہستہ افغانوں کے لشکر تیار کر لیے۔ دو لڑائیوں میں مغلیہ بادشاہ ہمایوں کو شکست دے کر ہندوستان کا بادشاہ بن گیا، اس نے عوام کی بہتری کے لیے بڑے کارنامے انجام دیے جو اس کی عالمگیر شہرت کا باعث بنے۔ اس کی یہ افغانی سلطنت پندرہ سولہ سال ہی رہی، اس نے ہمیشہ مسلمانوں کو ملی وحدت کا درس دیا۔ اس کی تعمیر کردہ جرنیلی سڑک (شاہراہ　　) پشاور سے کلکتہ تک آج بھی برقرار ہے، لاہور سے بھی گذرتی ہے　　وزیری و محسودی: دو افغان قبیلے　　زناری: مراد پجاری　　اعتبار: مراد شان　　امتیاز: دو چیزوں میں فرق کرنے یا برتنے کا عمل، فرق

## (۱۹)

ا-۵= غربیوں: غربی کی جمع، اہل مغرب، یورپ والے　　لا الٰہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں　　خان زادگانِ کبیر: بڑے خانوں/ افغانوں کے فرزند　　گلیم پوش: گدڑی پہننے والا، غریب و معمولی آدمی

## (۲۰)

ا-۵= محاسب: حساب کتاب لینے والا　　فسوں گر: افسون/ جادو پھونکنے والی　　فاروقی: حضرت فاروقؓ اعظم جیسی جلیل القدر ہستی　　سلمانی: مراد حضرت سلمانؓ جیسی عظیم ہستی　　صہبائے مسلمانی: اسلام کی شراب

**تمت بالخیر**

# مزید کتابیں

| | |
|---|---|
| زندہ رود | ڈاکٹر جاوید اقبال |
| اپنا گریباں چاک (خودنوشت سوانح حیات) | ڈاکٹر جاوید اقبال |
| اقبال فراموشی | پروفیسر فتح محمد ملک |
| اقبال کا فکری نظام اور تصورِ پاکستان | پروفیسر فتح محمد ملک |
| اقبال افغان اور افغانستان (اردو، فارسی، پشتو اور انگریزی) | ترتیب و تالیف: محمد اکرام چغتائی |
| مفکر پاکستان | محمد حنیف شاہد |
| کلیات اقبال | علامہ محمد اقبال |
| بانگ درا (اعلیٰ ایڈیشن) | علامہ محمد اقبال |
| شکوہ جواب شکوہ | علامہ محمد اقبال |
| علم الاقتصاد | علامہ محمد اقبال |
| اقبال شناسی اور آغا صادق | ترتیب: ڈاکٹر نوید حسن |
| علامہ اقبال کی سیاسی زندگی | محمد سلیم |
| اقبال ___ نئی تفہیم | ڈاکٹر صدیق جاوید |
| اقبال: شخصیت، افکار و تصورات: مطالعہ کا نیا تناظر | ڈاکٹر سلیم اختر |
| علامہ اقبال - حیات، فکر، فن | ڈاکٹر سلیم اختر |
| اقبال اور ہمارے فکری رویے | ڈاکٹر سلیم اختر |
| فکرِ اقبال کا تعارف | ڈاکٹر سلیم اختر |
| فکر اسلامی کی تشکیل نو | پروفیسر محمد عثمان |
| اقبال کے آخری دو سال | عاشق حسین بٹالوی |
| ولی سے اقبال تک | ڈاکٹر سید عبداللہ |
| اعجازِ اقبال | ڈاکٹر سید عبداللہ |
| اقبال اور عصری مسائل | ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف |

## شرح اقبال

**اردو**

۱) بانگِ درا
۲) بال جبریل
۳) ضربِ کلیم
۴) ارمغانِ حجاز (فارسی - اردو)
۵) اسرار و رموز
۶) پیام مشرق
۷) جاوید نامہ
۸) زبورِ عجم
۹) پس چہ باید کرد اے اقوام شرق / مسافر

| | |
|---|---|
| **The Reconstruction of Religious Thought in Islam** | Allama Muhammad Iqbal |
| **The Development of Metaphysics in Persia** | Allama Muhammad Iqbal |
| **Iqbal and Tagore:** New Avenues for their Comparative study | M. Ikram Chaghatai |
| **Iqbal:** New Dimensions | Ed. by M. Ikram Chaghatai |
| **Iqbal Afghan and Afghanistan** (English, Urdu, Persian, Pashto) | // // |
| **Iqbal:** The Spiritual Father of Pakistan | Rashida Malik |
| **Iqbal:** The Great Poet of Islam | Sh. Abdul Qadir |
| **A Voice from the East** (The Poetry of Iqbal) | Zulfiqar Ali Khan |

**Rs. 250.00**

www.sang-e-meel.com



ISBN 969-35-1693-1

9 799693 516936